[illegible]

بھگوت گیتا یا

نغمۂ خداوندی

محمد اجمل خاں

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

تحقیقی رپورٹ مرتب
اب

شریمد بھگوت گیتا
عربی میں چار
فارسی میں ۹۶
اردو میں ۱۹۱ ترجمہ ہو چکے ہیں

اردو ہندی اور ہندو میں
وعوام
ڈاکٹر راجے مالوی
500/=

کشمیری اردو

(2)

شریمد بھگوت گیتا
ترجمہ
سروانند کول پریمی
کوٹھی پریم کیندر ڈاک خانہ صوف
شالی اننت ناگ کشمیر

100/-
326
صفحہ

بھگوت گیتا = ڈاکٹر نشان احمد مفتی 60/-

تبصرہ

شریمد بھگوت گیتا

مولف : سروانند کول پریمی

قیمت : 100روپے۔ صفحات:326

ملنے کا پتہ : گوپی پرچار کیندر۔ ڈاک خانہ صوف شالی۔ اننت ناگ۔ کشمیر

مولف نے شریمد بھگوت گیتا کا ترجمہ کشمیری اور اردو زبانوں میں الگ الگ معہ تفسیر اور منظوم اشلوک وار کیا ہے۔ یہ کتاب اردو میں ہے۔ شروع میں مقتدر آراء ہیں۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ اول میں تمہیدی۔ وضاحتی مضامین اور تفسیر وغیرہ ہیں۔ حصہ دوم میں دیباچہ تصور اور منظوم اشلوک وار ترجمہ ہے۔ حصہ سوم میں فرہنگ وغیرہ ہے۔ ایک سوال انہوں نے کیا ہے کہ گیتائیں کتنی ہیں اور پھر کچھ اردو ترجمے سے متعلق وضاحت فرمائی ہے۔ انہوں نے آٹھ ایسی گیتائیں بیان کی ہیں، جن کے ساتھ گیتا جوڑا گیا ہے۔ اردو تراجم میں انہوں نے صرف چار اہم تراجم کا ذکر کیا ہے۔ باقی انہوں نے اور بھی بہت نظر سے گذاری ہیں۔ ذکر توارد و تراجم کا ہی ہے۔ لیکن میں نے ایک لسٹ مرتب کی ہے۔ جس کے مطابق عربی میں چار۔ فارسی میں 97اور اردو میں یہ 191 ہیں اور کتنی ہونگی وہ تلاش سے پتہ چلے گا۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مبتدی ہویا عالم۔ بہت کچھ معلومات ملے گی۔ پوری مہابھارت کا نچوڑ دیا ہے۔ مولف کو گیتا اور اس کے فلسفہ پر پورا عبور حاصل ہے۔ شلوکوں میں کمی بیشی کا بھی ذکر ہے۔ ہم نے [illegible] کتاب کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔ فائدہ اٹھایا ہے۔ [illegible] لیا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ "شنیدہ [illegible] دیدہ"۔ ☆☆

نایاب رسائل کی اشاعت نو

بھگوت گیتا

یا

نغمۂ خداوندی

منظوم ترجمہ فارسی بھگوت گیتا از فیضی
ابوالفیض فیضی

از

محمد اجمل خاں

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

MBBS

ڈاکٹر ستار صند المست
ترجمہ اردو
شری مدبھگوت گیتا رشہ
۱۶۶
عمر
عمر ۶/۸ جمش

تقسیم کار:

صدر دفتر:

- مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

- مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، اردو بازار، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ــــ ۴۰۰۰۰۳
- مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ــــ ۲۰۲۰۰۱

۱۹۹۲ء

قیمت : بیس رُپے

لبرٹی آرٹ پریس (پرو پرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ) نئی دہلی میں طبع ہوا

سندی کے مسلمان شعرا
از ۱۸ام دتی سندوی

حرفِ چند

ایک دوسرے کو سمجھے بغیر اندھوں، بہروں اور گونگوں کی زندگی گزارتے ہمیں ایک عرصہ بیت گیا۔ دیوالی مبارک ہو' کی جگہ 'محرم مبارک ہو' سننے کی نوبت بھی آ چکی۔ یہ آخر کب تک! کب تک ہم دیوار سے دیوار، دوکان سے دوکان ملے کے پڑوسی ایک دوسرے کے لیے انجان بنے رہیں گے، اور پھر اجنبی بن کر ایک دوسرے کو بھنبھوڑتے رہیں گے، ایک دوسرے کا خون پیتے رہیں گے۔ شاید اکثر جانور باہم ایک دوسرے کو ہم سے بہتر سمجھتے ہیں۔ شاید اسی لیے جانوروں کی اکثریت ہم سے شریف تر ثابت ہوتی جا رہی ہے۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے مری بات!

اردو والے کتنے زندہ تھے کبھی! اور اردو کتنی ثروتمند زبان رہی ہے؛ اور کیسی شان سے ہندستان کے پورے دیش میں سب سے بڑی سیکولر زبان ہونے کی مدعی بن سکتی ہے ۔۔۔ اس کا کچھ اندازہ ان کتابوں سے لگتا ہے جو ہم یکے بعد دیگرے پیش کریں گے۔ ان میں سے ایک آج پیش خدمت ہے۔

— عرب

فہرست

تعارف

بھگوت گیتا، انجیل مقدس اور قرآن شریف مذہب کی تاریخ میں جو اہمیت رکھتے ہیں وہ بیان کی محتاج نہیں۔ ان میں سے ہر کتاب اپنے طرز میں یکتا اور منفرد ہے۔ لیکن تینوں میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے کہ پڑھنے والے کے قلب اور دماغ پر ایسا گہرا اثر پیدا کرتی ہیں جو آسانی سے مٹ نہیں سکتا۔ ان کی تعلیم اور ان کے اسلوب بیان میں ایسی شان اور ایسا تحکم ہے کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ تینوں کتابوں میں ظاہراً بہت بڑا اختلاف ہے۔ ہر ایک کی تشکیل جدا ہے، فضا جدا ہے، ذہن پر اثر ڈالنے کا طریقہ جدا ہے۔ قرآن شریف کا ولولہ خیز، پرجوش اور آتشیں کلام دل میں حرکت اور خون میں گرمی بڑھاتا ہے۔ بھولے ہوئے مجہول اور سرکش انسان کو بیدار کرتا ہے اور اسے فرض اولین سے آگاہ کرتا ہے۔ انجیل مقدس کی عہد عتیق کی داستانیں اور روایتیں جو آشنا اور نزدیک معلوم ہوتی ہیں۔ عہد جدید کی دل میں گھر کرنے والی سیدھی سادی باتیں اور ایک درد اور محبت سے بھرے دل کی تین سال کی مختصر سوانح زندگی ہمیں ہیجان اور حیرت میں ڈال دیتی ہے اور زور سے بنی نوع انسان کی محبت اور خدا کی خدمت کی جانب مائل کرتی ہیں۔

بھگوت گیتا کے مکالمے عقل اور نفس کی دائمی کشمکش کا آئینہ ہیں لیکن عقل ایسی ہے جو یقین کے مستحکم اور اٹل مقام پر پہنچ چکی ہے۔ اور جس کی مجبور کرنے والی منطق میں سکون اور نرمی ہے، اس کا تصور جلال شاندار اور پرشکوہ ہے۔ اس کا تخیل جمال دلکش اور دلربا ہے۔ کبھی عقل وہ دوست حبیب ولبیب ہے جو دل میں راہ کر لیتی ہے۔ کبھی وہ پیر مرشد ہے جس کی نگاہ بحر عرفان کی تمام گہرائیوں میں غوطہ لگا چکی ہے۔ کبھی وہ رہبر کامل ہے جو دنیا اور ما فیہا کی ہر منزل سے واقف ہے۔ غرض بھگوت گیتا ایک نغمہ ہے جس کی علم و عمل اور عشق کے سروں سے تشکیل ہوئی ہے۔ اس نغمہ کی صدا ہزاروں برس سے سرزمین ہندستان میں گونج رہی ہے اور ہندستانیوں کے دلوں کو تسخیر کرتی رہی ہے۔

اسی طرح قرآن شریف کی تلقین بھی وہ روح پرور نغمہ ہے جس کی دھن اسلامی فلسفہ اور تصوف میں سنائی دیتی ہے۔ جہاں جہاں اسلام کا ظہور رہا ہے اس نغمے کے الاپنے والوں نے اپنے خوش آئند راگوں سے فضا کو بھر دیا ہے۔ ہندستانی اور اسلامی تہذیب کے ساز جدا ہیں۔ مگر جاننے پہچاننے والوں کے کان بتاتے ہیں کہ دونوں سے نغمہ ایک ہی نکلتا ہے۔ مولوی

محمد اجمل خاں کی کتاب کی اصل خوبی یہی ہے کہ انھوں نے ان سازوں سے نکلے ہوئے ترانوں کا مقابلہ کر کے دکھایا ہے کہ :

در حیرتم کہ دشمنی کفر و دیں چراست　　　از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است

کتاب کے دو حصّے ہیں۔ پہلے حصّہ میں ایک بسیط مقدمہ ہے جس میں ہندستان کے پرانے زمانہ کی مختصر تاریخ ہے اور ہندوؤں کے مذہبی مسئلوں پر بحث ہے۔ سری کرشن جی کی زندگی پر نظر ڈالی ہے، اور ان کے متعلق چند مسلمان صوفیوں اور اہل قلم کی رائے دی ہے۔ اس کے بعد بھگوت گیتا کی تعلیم پر فلسفیانہ بحث ہے۔ راقم کتاب کے خیال کے بموجب بھگوت گیتا ایک پیغام عمل ہے۔ وہ سکھاتی ہے کہ انسان کو نتائج کی پرواہ نہ کر کے فرائض کو انجام دینا چاہیے۔ عمل میں خودی کا دخل غیر واجب ہے۔ اعمال اور فرائض میں جنگ کرنا شامل ہے۔ ضرورت آنے پر دھرم کی خاطر فتح و شکست کی پرواہ نہ کر کے ایثار اور بےنفسی کے ساتھ میدان کارزار میں کھیلنا جائز و لازم ہے۔

دوسرے حصّہ میں ترجمہ ہے۔ ترجمہ نثر میں ہے۔ زبان صاف اور سادہ ہے۔ ترجمہ کے ساتھ اکثر مقامات پر مولانا روم، حافظ، شبستری، عطار، وغیرہ مشہور شعرا اور بزرگوں کے کلام کا اقتباس ہے۔ کہیں کہیں قرآن شریف کی آیتوں سے فقرے دیے گئے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ بھگوت گیتا کی تعلیم اور اسلامی تعلیم کی ہم آہنگی واضح ہو جائے۔

ترجمہ کے بارے میں زیادہ لکھنا اسلیے بیکار ہے کہ ڈاکٹر بھگوان داس نے اپنی تقریظ میں صحت کی داد دی ہے۔ کہیں کہیں ترجمہ میں نظر ثانی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر دوسرے مکالمہ کا تیرہواں شلوک لیجیے۔ صحیح معنے یوں ہوں گے "جسم میں بسنے والے کے لیے جس طرح اس جسم (موجودہ) میں بچپن، جوانی اور بڑھاپا ہے، اسی طرح دوسرے جسم کا حصول۔ اس امر سے مستقل مزاج انسان ہراساں نہیں ہوتے۔"

اس مکالمے کے اکتالیسویں شلوک میں بجائے "یہ مذہب عقل مستقل فطرت رکھتا ہے" ہونا چاہیے "جس عقل میں استقلال ہے اس میں یکسوئی ہے"۔

تیسرے مکالمے میں ادھیاتم (अध्यातम) کا ترجمہ نفس اعظم ہوا۔ اصل میں اس کا مطلب ذات برحق سے ہے۔

اس قسم کی فروگذاشتوں کی جانب محض اس غرض سے توجہ دلائی ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں دور ہو جائیں۔ لیکن یہ ایسی نہیں ہیں کہ کتاب کی قدر و قیمت پر کوئی خاص اثر ڈالتی ہوں۔ کتاب واقعی بڑی کد و کاوش کے ساتھ لکھی گئی ہے اور فاضل مترجم نے اس میں ایک خاص نوعیت پیدا کر دی ہے، جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ جس رواداری اور صلح کل کے جذبہ کے تابع یہ کتاب تحریر ہوئی اس کی ہمارے ملک کو سخت ضرورت ہے۔ امید ہے کہ قوم کی بگڑی ہوئی فضا کو سدھارنے میں یہ کامیاب ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر تارا چند

(ماخوذ: رسالہ ہندستانی الہ آباد — جنوری ۱۹۳۶ء)

هوالکل

درخرابات مغاں نور خدا می بینم
ویں عجب بیں کہ چہ نورے زکجا می بینم

بھگوت گیتا
(یا)
نغمۂ خداوندی

مترجمہ
محمد اجمل خان ایم اے

درحیرتم کہ دشمنی کفر دیں چراست ✻ از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است

قیمت ایک روپیہ

ادارۂ نوامیس الٰہیہ (دائرہ) الہ آباد نے
باہتمام حافظ محمد سلیم صاحب سلیمی برقی پریس الہ آباد
سے چھپواکر شائع کیا
تعداد جلد ۱۰۰۰
۱۹۳۵ء

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

(اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ و)

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی + والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد رحمۃ للعالمین

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

خدا کا شکر ہے کہ مغربی تمدن کی بیجا سرگرمیوں نے مسلم خفتہ کو بیدار کر دیا ہے اور معارف الہیہ کی روشنی میں نہ صرف انکار و الحاد کی تاریکی دور ہو رہی ہے۔ بلکہ اب مادہ پرستی خود اپنے پرستاروں کو تباہی کے قریب لا چکی ہے۔ اور وہ پریشان ہو کر مشرق سے تسکین قلب کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اور مشرق کے راحت بخش اور روح پرور دامن میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے ✤ تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

نظر بریں حالات ارباب علم کی ایک جماعت نے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی ہے جو معارف الہیہ کو ذیل کے طریقوں سے شائع کریگا۔ اصحاب ذوق سے قوی امید ہے۔ کہ اس رفیع و وقیع مقصد کے حصول کے لئے اپنی ہر ممکن اعانت سے دریغ نہ فرمائینگے۔

مقاصد

۱۔ مذاہب عالم کی صداقتوں کو اسلامی نقطۂ نظر سے پیش کرنا خصوصیت سے معارف قرآن کو علوم جدیدہ کی روشنی میں شائع کرنا۔

۲۔ رسائل و خطوط کے ذریعہ سے معلومات دینی و روحانی کو متلاشیان حق کے لئے فراہم کرنا۔

۳۔ مندرجہ بالا مقاصد کے لئے ایک کتاب خانہ قائم کرنا۔ جس میں ادبیات اسلام کا مکمل ترین ذخیرہ ہو۔ تاکہ نشر علوم میں مدد ملے۔

ادارۂ نوامیس الہیہ
اٹرہ۔ الہ آباد۔ ھند

محمد الفارقی (فاضل مصری)
محمد اجمل خان۔ ایم۔ اے
} مدیران ادارہ

مطبوعات

۱۔ کتاب الحج۔ فلسفۂ حج۔ اور حجاج کے لئے ضروری ہدایات پر ایک مختصر رسالہ قیمت ۲/

۲۔ خواجہ اجمیری۔ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری کے سوانح حیات اور تصوف اسلام پر ایک بے مثل تالیف قیمت ۱۲/

۳۔ رسالہ انجیل و قرآن ... ۲/ ۴۔ توحید و تثلیث ۲/

۵۔ خدا کا بیٹا اور روح اللہ ۲/ ۶۔ بھگوت گیتا یا نغمۂ خداوندی .. ۱۲/

از جناب محمد اجمل خانصاحب ایم اے

۳

ہری کرشن

از

[جناب سید الاحرار مولانا حسرت موہانی]

عرفانِ عشق نام ہے میرے مقام کا — حامل ہوں کسکے نغمۂ نَے کے پیام کا

متھرا سے اہلِ دل کو وہ آتی ہے بوئے اُنس — دُنیائے جاں میں شور ہے جسکے دوام کا

مخلوق اِک نگاہ کرم کی اُمیدوار — مستانہ کر رہی بھجن رادھے شام کا

محبوب کی تلاش ہوئی رہبرِ محب — برسانے سے جو قصد کیا نند گام کا

گوکل کی سرزمیں بھی عزیزِ جہاں بنی — کلمہ پڑھا جو اُنکی محبّت کے نام کا

برندا کا بن بھی روکشِ جنّت بنا۔ کہ تھا — پامال نازِ اُنھیں کی بہارِ خرام کا

لبریز نور ہے دلِ حسرت زہے نصیب
اِک حسنِ مُشکفام کے شوق تمام کا

"جو صرف میری پرستش مجھے لاشریک مان کر
کرتے ہیں۔ اُن متوازن اشخاص کو مَیں
مکمل سلامتی بخشتا ہوں"

بھگوت گیتا
مکالمہ ۹
شعر ۲۲

"جملہ مخلوقات میری نظر میں یکساں ہیں
میرے لئے نہ کوئی محبوب ہے نہ قابلِ نفرت۔
حقیقت تو یہ ہے کہ جو والہانہ میری بھگتی
کرتے ہیں وہ مجھ میں ہیں اور میں اُن میں"

بھگوت گیتا
مکالمہ ۹
شعر ۲۹

تقریظ

(از قلم حقیقت رقم جناب ڈاکٹر بھگوان داس صاحب ایم۔اے۔ڈی۔لٹ۔ ایم۔ایل۔اے)

اس کتاب کے مؤلف محمد اجمل خاں صاحب کتاب کو شائع کرنے سے پہلے مع اپنے مکمل مسودہ کے چنار میں میرے پاس تشریف لائے۔ انھوں نے اوّل سے آخر تک تمام مسودہ مجھے سنایا۔ کتاب کے عالمانہ مقدمہ میں اُردو داں لوگوں اور خصوصاً غیر ہندو پڑھنے والوں کے مفاد کے لئے ہندو مذہب اور بھگوت گیتا کے فلسفہ پر نہایت مبسوط روشنی ڈالی ہے۔ بھگوت گیتا کے ترجمہ کو بھی میں نے نہایت غور سے شروع سے اخیر تک سنا۔ اس میں کوئی شک نہیں، کہ ترجمہ نہایت قابلیت۔ جانفشانی اور صحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

سب سے زبردست خصوصیت اس کتاب کی مجھے یہ محسوس ہوئی کہ اس میں مترجم نے ہندو فلسفہ کی اصطلاحوں کو صوفی فلسفہ کی اصطلاحوں کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور جگہ جگہ کلام مجید۔ احادیث۔ اور صوفیائے کرام کے اقوال کے حوالے دیکر یہ دکھلایا ہے۔ کہ بنیادی طور پر تمام ہادیان مذاہب۔ اوتاروں سنتوں۔ پیغمبروں۔ پیروں۔ رشیوں اور اولیار اللہ کی تعلیم اور اُن کے اصول ایک ہی ہیں۔ مذہبوں کی توحید و تطبیق کو ظاہر کرنے کا یہ طرز مجھے نہایت عزیز ہے۔ اس لئے اس نظریہ سے میں اس کتاب کا اور بھی زیادہ مسرت اور صدق دلی کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہوں۔
اگر اس ایک حقیقت کو ہم پوری طرح سمجھ لیں کہ سب مذہب ایک ہی اللہ سے ہیں۔ سب کے بنیادی اصول ایک ہیں۔ اور نیرنگی صرف بیرونی چیزوں مثلاً کرم کانڈ شرع و منہاج میں ہے۔ یہاں تک کہ ہندو رشیوں اور رگیانیوں اور مسلمان اولیار اور صوفیوں نے روحانی سچائیوں کو بالکل ہم معنی الفاظ میں ظاہر کیا ہے تو ہماری آپس کی غلط فہمیاں اور تنازعے

نہایت آسانی سے دور ہو جائیں۔

میری دلی خواہش ہے کہ ہر اُردو دان ہندو اور ہر پڑھا لکھا مُسلمان اس کتاب کو غور سے پڑھے۔ تاکہ مؤلف کی قابل تحسین کوشش اس مُلک کے ہندو اور مُسلمانوں کے دلوں اور دماغوں کو ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک لانے میں کامیاب ہو سکے۔ یہی مؤلف کی محنت کا سب سے زبردست صلہ ہوگا۔

چنار ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء

بھگوانداس

ھو الکل

التماسِ مترجم

دنیا کے ادبی شاہکاروں کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے بھگوت گیتا کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ گو ترجمہ میں زبان کا حقیقی لطف باقی نہیں رہتا۔ لیکن اُن کے لئے جو سوائے ترجمہ کے، اصل کتاب کا سنسکرت میں مطالعہ نہیں کر سکتے، ترجمہ کے علاوہ چارہ نہیں۔ میری عرصہ دراز سے یہ تمنا تھی۔ کہ بھگوت گیتا کا نہ صرف اُردو ترجمہ پیش کروں۔ بلکہ اس اسلوب سے پیش کروں کہ وہ اصحاب جو ہندو مذہب اور فلسفہ سے ناواقف ہیں وہ بھی اس ترجمہ کو سمجھ لیں اور لطف حاصل کریں۔ بحمد للہ وہ آرزو آج پوری ہو گئی۔ اور میں فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ترجمہ اور مقدمہ جس صورت میں آپ کے سامنے ہے اُس میں آپ کو شاید ہی کوئی خامی نظر آئے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ پہلے تو مکمل کتاب پر جناب پنڈت سندر لال صاحب نے نظر ثانی فرمائی۔ اس کے بعد جناب پنڈت صاحب موصوف کے ہمراہ جناب ڈاکٹر بھگوان داس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُنھوں نے کمال شفقت و محبت سے ترجمہ کا لفظاً لفظاً اصل سنسکرت سے مقابلہ فرمایا۔ اور اکثر مقامات پر اپنے بیش بہا مشوروں سے مستفیض فرمایا۔ اور مقدمہ میں جو نظریات قائم کئے گئے ہیں ان کو پسند فرمایا۔

ہر ملک کے محققین نے نہ صرف اس بیش بہا کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ بلکہ شرحیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں جینی بھی ہیں بدھ بھی ہندو بھی ہیں اور مسیحی بھی۔ اور ہندوؤں میں ایسے اشخاص بھی ہیں جو اگرچہ آپس میں شدید اختلافِ عقائد رکھتے ہیں۔ لیکن گیتا کی تعریف میں سب یک زبان ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کے زوال کے بعد مسلمانوں میں وہ ذوق علمی باقی نہ رہا۔ جس نے اُنھیں دوسری قوموں کے علوم وفنون کی طرف بے تعصبی اور فراخ دلی سے مائل کردیا تھا۔ دولت عباسیہ کے زمانہ میں یونانی ولاطینی علوم ومعارف میں نئی زندگی پیدا کرنے والے مسلمان ہی تھے۔ حتیٰ کہ ارسطو وفلاطون۔ دیوجانس وفیثاغورث وغیرہ کے اقوال اتنے ہی مستند سمجھے جاتے تھے۔ جتنے کسی مسلمان بزرگ یا فلسفی کے۔

اگر آپ کتاب البیان والتبین (صفحہ ۴۰) طبقات الاطبا جلد دوم (صفحہ ۲۲-۲۳) کتاب الفہرست (صفحہ ۲۷۱، ۲۴۲، ۳۰۵) تاریخ یعقوبی جلد اوّل (صفحہ ۱۰۵) اور ابوالفضل کی تحریروں کو دیکھیں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے جسطرح یونانی علوم سے استفادہ کیا۔ اُسی طرح سنسکرت کے متعلق بھی کافی تحقیق کی تھی۔ اوران میں سنسکرت کے ایسے مشہور زمانہ محقق تھے۔ جیسے ابوریحان بیرونی۔ عبدالقادر بدایونی۔ نقیب خان۔ شیخ سلطان تھانیسری۔ حاجی ابراہیم سرہندی اور فیضی۔ یہ شغف علمی شہنشاہ اکبر کے بعد تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ خود شاہزادہ داراشکوہ نے اپنے مُرشد کے حکم سے سنسکرت کی تعلیم حاصل کی اور اپنشدوں کا فارسی میں ترجمہ کردیا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ہندو مسلمانوں کا قدیم زمانہ میں کامل تمدنی اتحاد تھا۔ اور نہ مذہبی وجوہ کی بنیاد پر آپسمیں کبھی کوئی فساد ہوا۔ یعنی ہندوستان میں ایک نئے تمدن کی بنیاد مستقل طور پر قائم ہوگئی تھی۔ اور صوفیان کرام کی وسیع مشربی نے نہ صرف ہندوؤں کی عصبیت کو دور کردیا۔ بلکہ ایسے بزرگ بھی پیدا کردئے جنھیں ہندو اور مسلمان دونوں محبت وعزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ انکا احترام کرتے رہیں گے۔ کبیر۔ نانک۔ تلسی داس۔ رحیم۔ اور نظیر اکبرآبادی کے کلام عوام کی زبانوں ہی پر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ دلوں سے اُن کی حقیقت شناسی

کی داد دیتے ہیں ؛

گیتا کا سب سے پہلا ترجمہ فارسی میں ہوا - یہ ترجمہ فیضی کی کوششوں کا نتیجہ ہے ترجمہ نظم میں کیا گیا ہے - اور بہت زیادہ آزاد ہے - یعنی ہر شعر کا ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ پورے باب کے مفہوم کو نہایت پاکیزہ و شستہ فارسی میں نظم کیا گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ یہ ترجمہ نہیں ہے - بلکہ خود فیضی کی تصنیف ہے - لیکن اسمیں یہ بات پیدا ہو گئی ہے - کہ کہیں کہیں اصل مضامین ادا نہیں ہو سکے - یہ ترجمہ چھپ گیا ہے - اور اسٹینڈرڈ پریس الہ آباد سے مل سکتا ہے - اس کے بعد موجودہ زمانہ میں ہندوستان کی مختلف زبانوں میں اسکے متعدد ترجمے ہوئے - اور یورپ کی مختلف زبانوں میں بھی گیتا کے ترجمے ہوئے - اس ترجمہ سے میری غرض صرف اتنی ہے کہ جو اردو دان حضرات (بالخصوص مسلمان) دوسری اقوام کے علمی جواہرات کی قدر کرنا جانتے ہیں - وہ ضرور بھگوت گیتا کے مطالعہ کے لئے بے قرار ہونگے - اور انھیں اس ترجمہ کے ذریعہ سے وہ چیز مل جائیگی - جس نے صدیوں سے لاکھوں بندگان خدا کو سکون قلب اور اطمینان کامل بخشا ہے ؛

خوش قسمتی سے ترجمہ کرنے کے بعد میرے کرمفرما پنڈت سُندرلال صاحب نے نہ صرف میرے ترجمہ پر نظر ثانی فرمائی بلکہ مجھے یہ مشورہ بھی دیا - کہ ہندوستان کے سب سے بڑے ماہر زبان سنسکرت اور عارف مذہب و فلسفۂ ہنود یعنی جناب ڈاکٹر بھگوان داس بھی اس ترجمہ اور مقدمہ کو دیکھ لیں تو زیادہ مناسب ہوگا - لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے نہایت فراخدلی سے اپنا قیمتی وقت اس کتاب پر نظر ثانی فرمانے کے لئے صرف فرمایا اور میری غلطیوں ہی کی اصلاح پر اکتفا نہیں کی - بلکہ مقدمہ گیتا میں جو رائیں میں نے ظاہر کی ہیں اُن سب سے اتفاق فرمایا - میں ان حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں - اور یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ گو پنڈت سُندرلال صاحب کو میرے نظریہ "اہنسا" سے

اتفاق نہیں ہے۔ لیکن غالباً وہ اس امر کو تسلیم فرمائینگے۔ کہ بھگوت گیتا کی تعلیم "محبت آمیز تشدد" کی تعلیم ہے۔ اور یہ کتاب شاید اس لئے تصنیف کی گئی تھی کہ قدیم ہندوؤں میں فلسفۂ بے عملی جاگزیں ہو گیا تھا۔ اور ملک کی عملی زندگی کی طرف لانے کے لئے "گیتا" کی سخت ضرورت تھی۔

آخر میں یہ عرض ہے۔ اگر میری اس ناچیز کوشش نے مختلف اقوام کو ایک دوسرے کے مذہبی اصولوں کے سمجھنے اور رواداری و حسن معاشرت پھیلانے میں کچھ بھی مدد دی تو میں سمجھونگا۔ کہ مجھے اپنی حقیر خدمت کا معاوضہ مل گیا۔

محمد اجمل خاں

مقدمہ بھگوت گیتا

فقیر بے اندوہ داراشکوہ ازیں گنج معرفت (یعنی اپنشد) بہرہ ور نہ از ہستی موہوم خلاص گشتہ بہستی حق رسید۔ رستگار جاوید گردید .... شہزادہ داراشکوہ

اپنشدوں سے زیادہ مفید اور روح پرور مطالعہ تمام دنیا میں نہیں مل سکتا یہی میرا مقصد حیات ہے اور یہی تسکین ممات .... شاپنہار

یہ ناممکن ہے۔ کہ ویدانت اور اُسکی مختلف تفسیروں کا مطالعہ کیا جائے۔ اور یہ نہ باور کیا جائے۔ کہ فیثا غورث اور افلاطون نے اپنے رفیع نظریات اُسی سرچشمہ سے حاصل کئے ہیں۔ جہاں سے ان متصوفین نے جرعہ کشی کی ہے... سر ولیم جونز

جب ہم مشرق کے فلسفیانہ اور شاعرانہ شاہکاروں کو دیکھتے ہیں خصوصاً اُن ہندوستانی شاہکاروں کو جو اب یورپ میں رواج پا رہے ہیں۔ تو ہم اُن میں صداقتوں کا خزانہ پاتے ہیں۔ ایسا شاندار خزانہ جسکا مقابلہ اگر اُن پست نتائج سے کیا جائے۔ جن پر مغربی دماغوں کو ناز ہے۔ تو ہمیں مجبوراً مشرقی فلسفہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا پڑتا ہے۔ اور ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ نسل انسانی کا یہ گہوارہ بلند ترین فلسفہ کا وطن ہے .... وکٹر کزن

مغرب کا بلند ترین فلسفہ۔ اور عقلی تخیل جسکی ترویج یونانی حکماء نے کی ہے مشرقی فلسفہ کی روشنی اور باجبروت آفتاب نصف النہار کی عظمت کے سامنے ایسی حیثیت رکھتا ہے جیسے جھلملاتا ہوا چراغ۔ جو ہر لحظہ گل ہونے کے لئے تیار ہو ہندو فلسفہ انسان کی یزدانی تخلیق کو مسلسل پیش نظر رکھتا ہے۔ تاکہ انسان وصال الٰہی کو اپنے اعمال و افعال کا مقصد اولین بنائے .... فریڈرک شلیگل

ہندوؤں میں علم ادب اس درجہ پر تھا۔ کہ آج بھی اُن کی تصانیف

یادگارِ زمانہ ہیں۔ اور فلسفہ میں تو اُنکا مثل ہی نہیں۔ بلکہ اس وقت۔ دو ہزار سال بعد۔ جرمنی کا ایک مشہور طریقہ جس کا بانی شاپنہار ہے۔ ہندوؤں کی اپنشد اور ویدانت سے ماخوذ ہے .... سید علی بلگرامی

یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ فلسفہ مذہب سکھاتا ہے۔ یا مذہب فلسفہ۔ لیکن ہندوؤں میں یہ دونوں ناقابل تفریق ہیں۔ اور ہم بھی دونوں کو کبھی علیحدہ نہ کرتے۔ اگر انسان کا خوف۔ خدا اور صداقت کے خوف پر غالب نہ آتا... میکس مُلّر

مہابھارت

۱۔ تمہید

مؤرخ کے نقطۂ نگاہ سے تاریخ واقعات کا تذکرہ ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ ایک مجموعہ ہے چند نتائج وقیاسیات کا جو واقعات کی اصلی صورت پیش کرنے کی بجائے مُصنّف کی نفسیاتی کیفیات پر زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ بخلاف اس کے افسانہ وہ افسانہ جسے عوام کی نظر میں واقعیت سے کچھ واسطہ نہیں۔ ایک نگاہ حقیقت بیں کے سامنے حقیقی تاریخ کا مُرقع ہے۔ افسانہ انسان کے جذبات ومحسوسات کی تاریخ کو کہتے ہیں۔ افسانہ نام ہے انسان کے کسی شعبۂ زندگی کے صحیح نفسیاتی نقشہ کا۔ جسکو حقیقت سے اتنا ہی قُرب ہوتا ہے۔ جتنا تاریخ کو عدم حقیقت سے تاریخیں لکھی گئیں۔ اور لکھی جائینگی۔ لیکن حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے۔ تاریخی انسان آپ کے سامنے آئینگے۔ لیکن انسانیت سے خالی۔ اور مؤرخ کی ذاتی غرض کے شکار۔ جیسے خشک اور کرخت منطق ہڈیوں کے ایک عُریاں کالبد میں پیش کریگی۔ لیکن افسانہ نگار فرضی واقعات کی ایسی تصویر کھینچتا ہے جو مجازِ افسانہ کو حقیقت تاریخ کا حریف ہی نہیں بلکہ عواطف دامیال انسانی کا ایک رنگین مرقع بنا دیتا ہے۔

یہ ہے ہمارا نظریۂ تاریخ۔ اور اسی بنا پر ہم اُس تعمیر رزم یعنی مہابھارت کی تعریف کرتے ہیں۔ جو مورخوں کی کوتہ بیں نظر میں خواہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ لیکن انسانی نقطۂ نگاہ سے وہ قلعہ ہے مستحکم۔ اور وہ سرمایہ ہے اُن واقعات کا

جو ہمیشہ "آدمی" کو "انسان" بنانے میں معین و یاور ہونگے۔ غرضکہ ہمیں اس سے زیادہ بحث نہیں۔ کہ رزمنامۂ مہا بھارت "تاریخ ہے۔ یا افسانوں کا مجموعہ۔ ہم تو اس کتاب کی اُس تقریر آتشیں کی معنوی خوبیوں کو جاننا چاہتے ہیں۔ جسے عرف عام میں بھگوت گیتا۔ یا نغمۂ خداوندی کہتے ہیں۔ اور جو ہزاروں سال سے۔ کروڑوں بندگان خدا کو درس عمل بھی دے رہی ہے اور پیغام حیات بھی۔ جو صوفی کے لئے گنجینۂ عرفان ہے۔ اور فلسفی کے لئے حکمت کا خزانہ۔ جو مورخ کے لئے تاریخ ہے اور ادیب کے لئے افسانہ ✦

۲۔ تاریخ قدیم

تاریخ کی دھندلی روشنی میں آریہ قوم کا ہندوستان میں پھیلنا صاف نظر نہیں آتا۔ قیاسات کی بنا پر ویدوں کا زمانہ حضرت مسیح سے بہت زیادہ پہلے کا مانا جاتا ہے۔ لیکن گو ہندوؤں نے اپنی کوئی تاریخ مدون نہیں کی تاہم انکا مذہب۔ فلسفہ۔ اور خود انکی زبان ایک تاریخ ہے۔ جسمیں ہمیں تقریباً ہر وہ چیز مل جاتی ہے۔ جو انسانی زاویۂ نگاہ سے ضروری۔ دلچسپ۔ اور مفید ہے۔ رگ وید کے بھجن بطور خود ایک تاریخ ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آریہ نسل کی زبان کا ماخذ ایک ہی تھا۔ اور جو اقوام وسط ایشیا سے یورپ اور ایشیا میں پھیلیں۔ اُن کی زبان رسم و رواج اور طرز عبادت ایک ہی تھی۔ مثلاً ہندوستان میں داخلہ کے وقت آریہ قوم سورج کی عبادت کرتی تھی۔ اسے سنسکرت میں سوریہ اور فارسی میں خورشید کہتے ہیں۔ خورشید کی چھوٹی بہن بھی سرد ملکوں میں دیوی بننے کی مستحق تھی۔ اور اسی بنا پر ایران میں آتش اور ہندوستان میں اگنی (لاطینی اگنس Ignis) کی پوجا ہوتی تھی۔ محققین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ رگوید میں جو سب سے بڑا دیوتا

وَرُنش ہے اُسے "اوستا" میں آشاہِ خاو (اہرمزد) کے نام سے موسوم کیا ہے۔
اور دونوں کے معنی ہیں "منبع قانونِ الٰہی"۔

قدیم آریوں کو ہمیشہ جنگ و جدل سے سابقہ رہتا تھا۔ اس لئے "اندر" جو جنگ کا دیوتا تھا سب سے بڑا خیال کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے میدانوں کو گرمی کی سخت تپش کے بعد بارش کی ضرورت ہوتی ہے اور اندر دیوتا ہی بارش کا بھی دیوتا تھا۔ اسی لئے ہندوستان کے گرم ملک میں اگنی اور سوریہ (فارسی خور۔ خورشید۔ اور عربی حار اور حرارت اسے سنسکرت میں وشنو اور پشن بھی کہتے ہیں) کو دوسرا اور تیسرا درجہ دیا گیا۔ پھر ردرا (رعد) وایو (ہوا) دَیش (یعنی آسمان۔ لاطینی زیئس Zeus) اور پرتھوی (زمین) ماروت (طوفان)۔ اشا (صبح صادق) بھی دیوتا مانے گئے۔ ویدوں میں جملہ تینتیس ۳۳ دیوتاؤں کا ذکر ہے۔ جن میں سے گیارہ آسمان پر۔ گیارہ زمین پر اور گیارہ کُرۂ ہوا میں باحشمت وجلال رہتے ہیں۔

۳۔ ویدوں کا خُدا

آریہ اپنے دیوتاؤں کی والہانہ پرستش کرتے تھے اور مختلف مظاہرِ قدرت کو خدا کی مختلف صفات سمجھتے تھے۔ لیکن اُن کے سادہ اور پاکیزہ قلوب میں کائنات کی مختلف قوتوں کی اتنی عظمت وشان سمائی ہوئی تھی۔ کہ انہیں سے جب کسی ایک کی تعریف و پرستش کرتے تھے۔ تو اُسی میں محو ہو جاتے تھے۔ اور غیر کو فراموش کر دیتے تھے۔ بلکہ اُسی کو سب دیوتاؤں سے بزرگ و برتر مان کر پرستش کرتے تھے۔ ایسے بہت سے منتر ویدوں میں ہیں۔ جنمیں ہر ایک دیوتا کو واحد مطلق کی طرح بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً اندر کے متعلق ایک اشلوک میں کہا گیا ہے۔ کہ

اسے اندر تیرے مرتبہ کو نہ انسان پہنچ سکتے ہیں نہ دیوتا۔ دوسرے بھجن میں سوم کو آسمان و زمین کا بادشاہ اور سب پر غالب بتایا گیا ہے۔ اسی طرح وَرُن کو کل آسمان اور زمین کا مالک اور سب انسانوں اور دیوتاؤں کا بادشاہ کہا گیا ہے۔ اس سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ وہ ایک خدا کی مختلف صفات کی پرستش بھی کرتے تھے۔ اور ایک خدا کا تصور اُن کے ذہن میں موجود تھا۔

۴۔ پرانوں کا زمانہ

زمانہ مابعد پرانوں کا زمانہ کہلاتا ہے۔ پرانوں کی تعداد اٹھارہ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ مہابھارت کے زمانہ سے سوطھویں صدی مسیحی تک انکی تصنیف جاری رہی۔ اس زمانہ میں مختلف مظاہر قدرت کی عظمت اُنکے دلوں میں تھی۔ مظاہر قدرت کی اس عظمت اور خوف کو (جو انسانی مذہب کے ارتقا کا ہر ملک و قوم میں پہلا درجہ ہے) بعض لوگوں نے پرستش کا درجہ دے دیا تھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ فلسفیانہ عقائد کی ترقی ہوئی۔ اور خدا اور کائنات کو ایک ہی شے مانا گیا۔

مختلف صفات الٰہی کو ایک مختلف نام کا دیوتا تصور کیا گیا ہے۔ اور اُن کا علیحدہ علیحدہ نام بھی ہے۔ مثلاً اندر (خدائے فضا و ہوا) وَرُن (آقائے بحر) پَوَن (ہوا) اگنی (آتش) یم (خدائے برزخ و قاضی مردگان) کبیر (خدائے دولت) کارتکیہ (خدائے جنگ) کام (خدائے جنّت) سوریہ (خورشید)۔ سوم (چاند) گنیش (خدائے مشکل کشا) اور ان ہی کے ساتھ بہت سے دریا۔ پہاڑ۔ درخت اور جانور بھی عوام کے نزدیک قابل پرستش و تعظیم ہیں۔

۵- برہمنوں کا علم الٰہی

برہمنوں کی مخصوص اور موروثی ذات پہلے نہ تھی۔ بلکہ ہر ایک آریہ خود ہی کسان اور سپاہی کا کام کرتا تھا اور خود ہی پوجاری بھی تھا۔ حتیٰ کہ گیتا میں بھی موروثی ذاتوں کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن بڑی بڑی قربانیوں کے موقعہ پر وہ لوگ منتخب کئے جاتے تھے جنھیں وید کے زیادہ بھجن یاد ہوتے تھے اور جو علوم مذہبی اور رسوم قدیمہ سے زیادہ واقف ہوتے تھے۔ اس طرح جو لوگ محض علمی زندگی بسر کرتے تھے اور دنیوی شان و شوکت کو چھوڑ کر صرف ہدایت قوم کو اپنا مسلک بناتے تھے۔ اور نفس کشی اور تہذیب اخلاق کرتے تھے وہی برہمن کہلاتے تھے۔ وہ نہ صرف اپنی قوم کے پوجاری اور فلسفی تھے بلکہ ادیب و شاعر بھی تھے۔

جب انھوں نے وید کا گہرا مطالعہ کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ سورج۔ چاند۔ زمین۔ آسمان سب کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔ اس تصور نے تین صورتوں میں ظہور پکڑا۔ یعنی برہمہ (خالق) وشنو (محافظ) اور شیو فنا کنندہ و پروردگار کائنات ہے۔ اور ان کی بیویاں سرسوتی۔ لکشمی اور پاربتی بھی قابل پرستش سمجھی جاتی ہیں ؎

۶- وشنو کے مختلف اوتار

وشنو کو ایک نیلگوں رنگ کے وجیہ اور سنجیدہ انسان کی طرح ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کے دس اوتار بتائے جاتے ہیں۔ جو مختلف زمانوں میں ظالموں کو تاراج کرنے۔ اور مخلوقات کو مصیبت سے نجات دینے کے لئے دنیا میں

آتے تھے۔ انھوں نے کبھی مچھلی کی شکل اختیار کی اور ویدوں کو طوفان نوح سے بچایا۔ کبھی برہمن کی شکل میں آ کر ایسے راجہ کو زیر کیا جو خدائی کا دعوے کرتا تھا۔ کبھی پرسرام کی شکل میں چھتریوں کا قلع قمع کیا۔ اور کبھی دنیا کو دیووں سے پاک کیا +

مندرجہ بالا اوتاروں سے زیادہ اہم قالب وہ تھا۔ جب رام کی شکل میں وشنو نے اوتار لیا۔ اور دنیا کو ایفائے عہد فرمانبرداریٔ والدین۔ اطاعت شوہر۔ اور برادرانہ محبت کا سبق دیکر ظالم و غاصب راون کو زیر کیا۔ اس واقعہ کو والمیکی نے اپنی سحر بیانی سے زندہ جاوید کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ رامائن کو مذہبی کتاب کا درجہ مل گیا ہے۔ لیکن واقعات شاہد ہیں۔ کہ شاعر نے رزمنامۂ رامائن کو اُس وقت مرتب کیا ہے۔ جبکہ اودھ کے کوسل اور شمالی بہار کے ودیہہ قومی حیثیت سے مٹ چکے تھے۔ اور صرف اُس زریں زمانہ کی روایات اور افسانے زبان زد خلائق ہو کر رہ گئے تھے۔ اور امتداد زمانہ نے اُس زمانہ کی سچی پاکیزہ۔ اور پرعظمت روایات کو اور زیادہ خوشنما بنا دیا دیا تھا +

۷۔ سری کرشن جی

لیکن رام سے بھی زیادہ مشہور اور مقبول اوتار۔ کرشن جی کا ہے۔ متھرا کے شاہی خاندان میں پیدا ہو کر۔ ظالم راجہ کنس کے خوف سے ایک گوالے کے یہاں پرورش پائی۔ اور جوان ہو کر ظالم کنس کو کیفر کردار کو پہنچایا یہ واقعہ فوراً ذہن کو حضرت موسیٰ کی پرورش اور فرعون کے سے گمراہ کی غرقابی کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ اولی الالباب کے لئے عبرت۔ اور متلاشیان حق

کے لئے برہان قاطع ہے یہ امر۔ کہ سچے ہادی۔ مرسل یا اوتاروں کا ہمیشہ سے یہی کام رہا ہے۔ کہ ظالموں کو راہ راست دکھائیں ورنہ اُن کو مٹا کر مغلوب اور پست قوموں کو صرف اُس ذات کی غلامی سکھائیں۔ کہ جسکا غلام حقیقی معنوں میں آزاد ہے۔ اور جسکی گردن، درِ غیر پر سر جھکانے کی بجائے، سر ہی دے دینا آسان سمجھتی ہے۔

کرشن کنھیا کے بچپن کے متعلق نے نوازی۔ گوپیوں سے شوخیاں اور اسی قسم کی مختلف روایات عجیبہ زبان زد خلائق ہیں۔ جو بادی النظر میں اخلاق سے دور اور ایک اوتار کے شایان شان نہیں معلوم ہوتیں۔ لیکن اُن کی آزادروش پر نکتہ چینی سے پہلے یہ غور کر لینا ضروری ہے۔ کہ جس زمانہ کا یہ حال ہے۔ وہ تاریخی زمانہ سے پہلے کا زمانہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کرشن جی کی طفلانہ شوخیوں کا زمانہ وہ تھا۔ جب وہ سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے۔ اور گوالوں کے بچوں کے ساتھ فطری آزادی سے پورے طور پر بہرہ اندوز تھے نہ اُن گوپیوں کو متہم کرنا قرین قیاس ہے۔ اور نہ ایسی ہستی کو جو مظہر ذات باری سمجھی جاتی ہو۔ انسانی آلودگیوں سے ملوث کرنا قرین عقل ہے۔ بالفرض محال اگر ایسا ہوتا بھی تو کیا ہندو واقعہ نگار ایسے واقعات کو آسانی سے حذف نہ کر سکتے تھے۔ لیکن نقادان یورپ کی کج فہمی کو کیا کیجئے۔ جو ہندوؤں کے ایک بیان کو صحیح سمجھ کر رائے زنی کرتے ہیں۔ اور دوسرے بیان کو جو قطعاً فطری اور قرین قیاس ہے باور نہیں کرتے۔ غرضکہ کرشن جی نے کنس پر فتح حاصل کر کے اپنی میراث پر قبضہ پایا۔ اور متھرا سے دوارکا میں اپنی راجدھانی منتقل کر دی۔

اُن کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ پانڈوؤں کے ساتھ ہو کر کوروؤں سے جنگ کرنا تھا جس میں غاصب کوروؤں کو شکست فاش ہوئی۔ اور پانڈووں نے اپنی سلطنت حاصل کی۔ اس جنگ کو مہابھارت کہتے ہیں۔ چونکہ کرشن جی

وشنو کے سب سے بڑے اوتار ہیں۔ اس لئے انکی تعلیم جو گیتا میں محفوظ ہے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اور ان کے ماننے والے وشنو کہلاتے ہیں۔ اور ان کی مقدس کتاب بھگوت گیتا ہے۔

ہندوؤں میں جو لوگ اوتار سمجھے جاتے ہیں وہ اس دنیا میں خدائی صفات کے مکمل ترین مظہر مانے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے سامنے سر جھکانا شرک نہیں سمجھا جاتا۔ اسلامی اصطلاح میں ایسی ہستی کو رسول کہتے ہیں۔ اور رسول کی عزت کی جاتی ہے۔ لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ اُسے خدا کا درجہ دے دیا جائے۔

۸۔ اسلام اور سری کرشن

مسلمانوں کا طرز عمل۔ اور خصوصیت سے بعض صوفیائے کرام۔ اور اولیائے عظام کا مسلک ظاہر اور واضح ہے۔ کہ وہ سری کرشن جی کو ایک بزرگ اور مصلح ملت مانتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ العزیز نے اپنے ملفوظات میں نہایت احترام سے سری کرشن جی کی بزرگی و عظمت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا عبدالباری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اکثر فرمایا ہے۔ کہ سری کرشن کے جو حالات ہیں۔ اُن کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ممکن ہے کہ وہ ہندوستان کے نبی ہوں۔ اس لئے کہ نص صریح لِکُلِّ قَومٍ ھَادٍ (ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ آیت قرآن کریم) کا نظریہ بتاتا ہے۔ کہ ہر ملک و قوم میں ایک نبی ضرور بھیجا گیا ہے۔ اور ہندوستان کا اس نظریہ سے مستثنیٰ ہونا بعید از قیاس ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ اکثر بزرگان دین نے ایسے مقامات پر خصوصیت سے عبادت اور چلہ کشی کی ہے۔ جہاں ہندوؤں کے مقدس مقامات ہیں۔

مندرجہ بالا نص قرآنی کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ خدا نے ہر ایک قوم میں نبی و رسول بھیجے ہیں جو بندگان خدا کو سچائی کی تعلیم دیتے تھے اور زندگی کے پر پیچ و خم راستہ میں نور ہدایت دکھاتے تھے۔ مثلاً قرآن کریم میں یہ آیتیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اِنْ مِنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر (ترجمہ۔ کوئی ایسی قوم نہیں گزری جس میں اُسکا ہادی یا بُرائیوں سے ڈرانے والا شخص نہ گزرا ہو)۔

(۲) لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ۔ مِنْھُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ (ترجمہ ہم نے اے محمدؐ تجھ سے پہلے رسول بھیجے ہیں۔ اُن میں سے بعض کا ہم نے حال بیان کیا ہے اور بعض کا حال تجھ سے نہیں بیان کیا) لہٰذا اسمیں تو ذرا بھی شک نہیں کہ سری کرشن جی اپنی قوم کے ہادی تھے۔ اور انھوں نے ایسی تعلیم دی ہے جو خدائی تعلیم ہے ٭

بُلبُل ہندوستان۔ شاعر سحر بیان۔ میاں نظیر اکبر آبادی ہندوستان کے ایک صوفی منش شاعر تھے۔ اُنکا مشرب صلح کل اور مسلک فقیرانہ تھا۔ انھوں نے مختلف نظموں میں سری کرشن جی کی تعریف کی ہے۔ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اگر اُن کے جستہ جستہ اشعار یہاں درج کئے جائیں۔ اس سے آپکو یہ بھی اندازہ ہوگا۔ کہ مسلمانوں کی سلطنت کے آخری دَور تک ہندو اور مسلمان کامل یکجہتی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے مذہب کے بزرگوں کو عقیدت و نیاز کی نذر پیش کیا کرتے تھے ٭

جنم کنھیا جی

ہے ریت جنم کی یوں ہوتی۔ جس گھر میں بالا ہوتا ہے
اُس منڈل میں ہر من بھیتر سکھ چین دوبالا ہوتا ہے

سب بات بتھا کی بھولی ہے جب بھولا بھالا ہوتا ہے
آنند منڈلی باجت ہیں تت بھون اُجالا ہوتا ہے
یوں نیک چھتر لیتے ہیں اس دُنیا میں سنسار جنم
پر اُن کے اور ہی لچھن ہیں جب لیتے ہیں اوتار جنم
سبھ ساعت سے یوں دُنیا میں اوتار گرہ میں آتے ہیں
جو نارو مُن بے دھیان بلی سب اُسکا بھید بتاتے ہیں
وہ نیک مہورت سے جسدم اس مٹ میں جنمے جاتے ہیں
جو لیلا رچی ہوتی ہے وہ روپن جا دکھلاتے ہیں
یوں دیکھنے میں اور کہتے ہیں وہ روپ تو بالے ہوتے ہیں
پر بالے ہی پن میں اُن سے اُپکار نرالے ہوتے ہیں
پھر آیا واں اک وقت ایسا جو آئے گرب میں منموہن
گوپال۔ منوہر۔ مُرلی دھر۔ سری کرشن۔ کشورن۔ کبول من
گھنشام۔ مُراری۔ بنواری۔ گردھاری۔ سُندر۔ شام برن
پربھو ناتھ۔ بہاری۔ کان للا۔ سکھ دائی۔ جگ کے دکھ بھنجن
جب ساعت پرگھٹ ہونیکی واں آئی مکٹ دھریا کی
اب آگے بات جنم کی ہے۔ جے بولو کرشن کنھیا کی
کرشن جی کی پیدائش اور کنس کے مظالم کا حال لکھنے کے بعد
کرشن جی کی نے نوازی اور بچپن کا حال اس طرح لکھتے ہیں ~

بالپن

یارو سنو یہ دودھ کنھیا کا بالپن اور مدھ پوری نگر کے بستیا کا بالپن

موہن سروپ کرت کریا کا بالپن بن بن کے گوال گوؤں چریا کا بالپن
ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

ظاہر میں سب وہ نند جسودا کے آپ تھے ورنہ وہ آپ مائی تھے اور آپ باپ تھے
پردہ میں بالپن کے یہ اُن کے ملاپ تھے جو کتنے سروپ کئے جنھیں سو وہ آپ تھے
ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

اُن کو تو بالپن سے نہ تھا کام کچھ ذرا سنسار کی جو ریت تھی اُسکو رکھا بجا
مالک تھے وہ تو آپی اُنہیں بالپن سے کیا واں بالپن جوانی بڑھاپا سب ایک تھا
ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

مالک جو ہووے اُسکو سبھی ٹھاٹھ یاں سرے چاہے وہ ننگے پاؤں پھرے یا مکٹ دھرے
سب روپ ہیں اُسی کے جو کچھ چاہے سو کرے چاہے جواں ہو۔ چاہے لڑکپن سے من بھرے
ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

بانسری

جب مرلی دھر نے مرلی کو اپنی ادھر دھری کیا کیا پریم پریت بھری اُسمیں دُھن بھری
لے اُسمیں رادھے نام کی ہردم بھری بھری لہرائی دُھن جو اُسکی ادھر اور اُدھر ذری
سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنھیا نے بانسری

کتنے تو اُس کے سننے سے دُھن ہو گئے دھنی کتنوں کی سدھ بسر گئی جسدم وہ دھن سنی

کتنوں کے مَن سے کل گئی ۔ اور بیا کلی چمنی کیا نر سے لیکے ناریاں گیا کوڑھ گیا گئی

سب سُننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری

ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

مندرجہ بالا مدح سرائی کسی قدر خلوص اور بچائی پر مبنی ہے ۔ ان نظموں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اگلے زمانہ میں ہندوستان کے مختلف مذاہب کے متعلق عوام کا رویہ کامل رواداری ہی کا نہیں تھا ۔ بلکہ ایک دوسرے مذاہب کے بزرگوں کا دل سے احترام کیا جاتا تھا ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ اب تک صوفیائے کرام کے مزارات پر ہزارہا ہندؤں کا ہجوم ہوتا ہے ۔ حتیٰ کہ تعزیوں کی رسم (جو یقیناً بدعت ہے) ہندوؤں میں بھی اکثر مقامات پر جاری ہے ۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی ہزارہا مذہبی رسوم کو اختیار کر لیا ہے اور کسی بیرونی ملک کے سیاح کو ہندو اور مسلمان کے تمدن و معاشرت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ۔ ہاں جب سے ہندوستان میں مذہب کی آڑ میں یہاں کی قوموں کو لڑایا جا رہا ہے ۔ اور سیاسی خود غرضی کا شکار بنایا جا رہا ہے ۔ اُسوقت سے یقیناً یہاں آپسمیں کشیدگی بڑھ رہی ہے اور دوسرے ملکوں کے باشندوں کو ہم پر ہنسنے کا موقعہ مل رہا ہے ۔ لیکن واقعہ ہے ۔ یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ سطحی ہے ۔ اور ہندوستان کا کوئی مذہب جنگ و فتنہ پردازی کی تعلیم نہیں دیتا ۔

موجودہ دور میں جو مسلمان شاعر ہیں ۔ اُن کے چند اشعار درج کرنے کے بعد میں اس حصہ مضمون کو ختم کرتا ہوں ۔ مولانا ظفر علی خانصاحب ؎

سری کرشن کا میں احترام کرتا ہوں اور اس میں روز نیا اہتمام کرتا ہوں

یہ اہتمام بروئے عقیدۂ اسلام بحکم صاحب بیت الحرام کرتا ہوں

ہنوز بھول گئے ہیں کرشن کی تعلیم گلہ میں اُن سے یہی صبح و شام کرتا ہوں

وہ جور و ظلم کی نبیا ڈھانے آیا تھا میں اُس کی رسم کو دنیا میں عام کرتا ہوں

حضرت ابو معظم مرزا سراج الدین احمد خانصاحب سائل دهلوی نے کرشن کِتھا

ارقام فرمائی ہے۔ اسکا ہر ایک بند نہایت پُر کیف ہے تبرّکاً چند بند درج ذیل ہیں

مقصود ہے مدحیت عرفاں نصیب ذات | جس کے گیان دھیان نے سب کو کیا آبات
جو منتخب بذات تھا مملو بصد صفات | جسکا فنا کی شکل میں مکتوم ہے ثبات

جسکا نظارہ دیدہ کے حق میں دقیق ہے
عرفاں کا بحر اسکا نہایت عمیق ہے

جس بحر نیکنامی میں اوس نے کیا شنا | ساحل تک اُس کے کوئی نہیں پہنچا دوسرا
دُنیائے فقر میں وہ رہا دیں کا بادشا | عالم میں دین کے کیا۔ دنیا کا وہ بھلا

جسکی نظیر دونوں جہاں میں محال ہے
نیرنگیوں میں اُس کے عمل کی کمال ہے

گیتا گواہِ حسنِ عمل اُس کی دیکھ لو | اُسکو ملاحظہ کرو اُسکو پڑھو گنو
آنکھوں سے دل کی غور کرو قول و فعل کو | رہبر بنا کے اُس کے قدم بر قدم چلو

اوصاف گر بشر کے ہوں درکار اُسمیں ہیں
فوق البشر جو چاہو تو اطوار اُسمیں ہیں

جناب مرتضیٰ احمد خانصاحب اڈیٹر جریدۂ افغانستان فرماتے ہیں ؎

کان ابتک سُن رہے ہیں بانسری کی وہ صدا | دل جو اہلِ درد کا متھرا میں تڑپاتی رہی
شعلۂ عرفاں تھی۔ برقِ زندگی افروز تھی | اہلِ سوز و ساز کی مجلس کو گرماتی رہی
کنس کو اور کوروؤں کو ظلم کی دیکر سزا | تیری حق بینی سدا باطل کو ٹھکراتی رہی
اے کنھیا۔ دیکھ پھر ڈوبی ہے کشتی ہند کی | زورِ طوفاں میں تھپیڑے موج کے کھاتی رہی
اس غلام آباد میں۔ حالت یہ اپنی ہو تو ں | خون کے آنسو ہمیں تقدیر رُلواتی رہی

تیری رہنمائی کا پھر ہندوستاں محتاج ہے
اور اُس نے کی حقیقت کا جہاں محتاج ہے

غرضکہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ نہ صرف سری کرشن جی کو بلکہ ہر اُس بزرگ کو جس نے اپنی قوم کو ہدایت راہِ حق کی دی۔ رسول یا مہاپُرش ماننے کو تیار ہے اس لئے کہ اسلام نیا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف یہ بتانے آیا ہے۔ کہ دُنیا میں جتنے ملک ہیں۔ حتیٰ کہ جتنی قومیں ہیں۔ وہاں ہر قوم میں ان کو صحیح راستہ دکھانے والا پیغمبر بھیجا گیا ہے۔ اور قرآن یہ بھی کہتا ہے۔ کہ جہاں تک رسالت کا تعلق ہے سب نبی برابر ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِ (ہم رسولوں میں کوئی تفریق یا امتیاز نہیں کرتے) غرضکہ اُن رسولوں کے علاوہ جن کے نام قرآن کریم میں درج ہیں مُسلمان اُن سب نبیوں کو مانتے ہیں جنکے مبارک ناموں کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے۔ اور اُن کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اُن پر نازل ہوئی ہیں۔ اور راہ حق دکھاتی ہیں۔ کاش دنیا کی قومیں سچے ہادیوں کی ہدایت کے حقیقی معنی سمجھکر اس وحدت ایمانی کے پُرسکون معبد میں آکر اپنے اختلافات کو مٹادیں اور اصلی وحدانیت کو سمجھیں +

۹۔ جنگِ مہابھارت

جب پنجاب سے ملک کو ناکافی پاکر آریوں نے آگے قدم بڑھایا۔ تو گنگا و جمن کے وسیع و زرخیز میدان اُن کے خیر مقدم کے لئے موجود تھے۔ گنگا کے کنارے کنارے جو شہر آباد کیا گیا۔ اُسکا نام ہستناپور رکھا گیا۔ اور اُس سے ستاون میل جنوب مشرق کو دوسرا شہر اندر دیوتا کے نام پر اندر پرستھ (دہلی) قرار پایا۔ یہ وہی سرزمین ہے۔ جو تمدن ہندوستان کی ہمیشہ سے راجدھانی رہی ہے۔ اور سیکڑوں قوموں کے عروج و زوال کو دیکھ چکی ہے +

یوں تو آریہ قوم ہند کے اصلی باشندوں سے ہمیشہ برسرپیکار رہی۔ لیکن

اُنکی آپس کی لڑائی جسکا تذکرہ رزمنامہ مہابھارت ہے۔ خاص طور پر یادگار زمانہ ہے۔ اس تاریخی جنگ کے افسانے عرصہ تک زبان زدِ خلائق رہے اور صدیوں تک شاعر اور داستان گو راجاؤں کی سبھاؤں عوام کی مجلسوں اور اپنے خاندانوں میں اُن واقعات کو دہراتے رہے۔ جو ہندوؤں کے نزدیک نہایت محبوب اور روح پرور ہیں۔

اس جنگ کے سیکڑوں برس بعد غالباً کسی راجہ کے حکم سے مہابھارت قوم کے کارناموں کو نظم کا لباس پہنایا گیا۔ اور اس جنگ کو زندہ جاوید بنا دیا گیا۔ گویا یہ کتاب ہندوستان کی الیڈ ہے۔ اور جسطرح ایران میں رستم۔ اور یورپ میں آرتھر اور شارلیمن سے ہر اُس قصہ کو نسبت دی جاتی تھی۔ جسمیں بہادری اور جرات اور مروت کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اسی طرح ہندوستان میں مہابھارت بہت سی نظموں اور افسانوں کا مرکز بن گئی۔ چونکہ یہ رزمنامہ بہت زیادہ مشہور و مقبول ہو گیا تھا۔ اس لئے ہر زمانہ کے شاعروں نے اُسمیں کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا شروع کر دیا اور قانون۔ اخلاق و مذہب کے مضامین اسمیں بھر دئے گئے۔ اور رزمنامہ کا اصلی جوہر قصوں۔ افسانوں۔ اساطیر۔ کلام و قانون کے پردہ میں روپوش ہو گیا۔

ظہورِ مسیح کے کچھ صدیوں بعد کوشش کی گئی۔ کہ رزمنامہ کے شروع میں چند اشعار بڑھا دئے جائیں جن میں مختلف مضامین رزمنامہ درج ہوں اور اشعار کی تعداد بھی لکھ دی جائے اس طرح کل پچاسی ہزار شعر تھے۔ لیکن پھر بھی اضافہ ہوتا رہا۔ اور جو کتاب کلکتہ سے شائع ہوئی ہے۔ اسمیں علاوہ اُس تتمہ کے جو ہری کی نسل سے متعلق ہے۔ نوّے ہزار اشعار زائد ہیں۔

مہابھارت کی جنگ ایسے راجاؤں کے درمیان ہوئی تھی۔ جو ایک ہی دادا کی اولاد تھے۔ جسکا نام کرو تھا۔ دھرت راشٹر اور پانڈو دونوں جو ویاس کے

بیٹے تھے۔ ویاس کے مرنے کے بعد ان دونوں کی پرورش ان کے چچا بھیشم نے کی تھی۔ جب یہ سن بلوغ کو پہنچے۔ تو باوجودیکہ دھرت راشٹر بڑا لڑکا تھا۔ لیکن پیدائشی نابینا تھا۔ اس لئے سلطنت سے محروم کردیا گیا۔ اور راج پاٹ پانڈو کو ملا۔ ذیل میں آسانی کیلئے متحاربین کا شجرہ درج ہے؛

ویاس

دھرت راشٹر
(اس نے گندھارا کے راجہ کی لڑکی گندھاری سے شادی کی)
دریودھن اور ۹۹ بیٹے
یہ سو بھائی کورو کہلاتے تھے

پانڈو
(اس نے کنتی اور مادری سے شادی کی)
یدھشٹر بھیم ارجن نکل سہدیو
یہ پانچ بھائی پانڈو کہلاتے تھے

شجرہ سے معلوم ہوگا۔ کہ کورو اور پانڈو چچازاد بھائی تھے۔ اور ایک ہی گرو کی تربیت میں ہستناپور کے راج محل میں تربیت پاتے تھے۔ اس طرح بچپن ہی سے اُن میں تفاخر اور مسابقت کا مادہ پیدا ہوگیا تھا۔

پانڈو کے مرنے کے بعد دھرت راشٹر نے اپنے بیٹوں کی مدد سے ہستناپور کی گدی پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور انھوں نے یہ بھی کوشش کی تھی کہ یدھشٹر کے مکان میں آگ لگا کر پانڈوؤں کو تباہ کردیں۔ لیکن وہ کسی طرح بچ کر نکل گئے اور مدتوں آوارہ وطن رہے۔

اس درمیان میں پانچال قوم کے راجہ دروپد نے قنوج (کام پلیہ) سے اعلان کیا کہ میں اپنی بیٹی دروپدی کا سوئمبر کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی جو شخص تیراندازی کے

مقابلہ میں سب سے زیادہ ماہر ہوگا اُس کے ساتھ دروپدی کی شادی کی جائیگی مقابلہ ہوا۔ اور ارجن نے جملہ راجکماروں کو شکست دے کر دروپدی کو حاصل کر لیا اس طرح پانچال قوم کے راجہ کی حمایت میں پانڈووُں کا اقتدار بڑھ گیا۔ اور نیک نیت دھرت راشٹر نے اپنے بھتیجوں کے ساتھ انصاف سے کام لیا۔ اور ہستناپور میں بلا کر اپنی نصف سلطنت پانڈووُں کو دیدی۔ اور جمنا کے کنارے اُنھوں نے اندر پرستھ (دہلی) کی بنیاد ڈالی۔ لیکن کوروؤں کو ہوس ملک وجاہ نے پھر آمادہ کیا۔ کہ پانڈووُں کو زک دیں اس لئے ایک سبھا کی گئی جس میں یدھشٹر بلائے گئے۔ اور وہ جوئے کے داؤں پر راج پاٹ۔ مال و دولت۔ حتیٰ کہ رانی دروپدی کو بھی ہار گئے۔ چودہ سال کا بن باس ہوا۔ مصیبتیں اُٹھائیں تکلیفیں سہیں۔ اور آخرکار جلاوطنی کا زمانہ ختم کر کے پانڈووُں نے اپنی سلطنت واپس مانگی۔ کوروؤں نے غداری اور عہد شکنی کی اور وعدہ پورا کرنے سے انکار کر دیا۔

اس موقعہ پر سری کرشن جی کا ظہور ہوتا ہے یہ یادوؤں کے قبیلہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور یہ قبیلہ کوروؤں اور پانڈووُں کا رشتہ دار تھا۔ اس لئے کرشن جی نے مناسب سمجھا۔ کہ خونریزی نہ ہو۔ اور آریہ قوم کے افراد ایک دوسرے کو تباہ کر کے متحدہ قومیت میں رخنہ نہ ڈالیں۔ لہٰذا اُنھوں نے جلاوطن اور مظلوم پانڈووُں کی طرف سے سفارت کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اور دھرت راشٹر کے دربار میں گئے۔ اور کوروؤں کو بہت سمجھایا کہ انصاف کو نہ چھوڑیں اور پانڈوؤں کو صرف پانچ گاؤں رہنے کے لئے دیدیں۔ لیکن مغرور اور غاصب کوروؤں نے امن و آشتی کے راستے پر چلنے سے انکار کر دیا۔ اور در پردہ یہ کوشش کی کہ سری کرشن جی کو بھی گرفتار کر لیں۔ لیکن قضا و قدر نے اُنکا ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔

غرضکہ جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اور دونوں طرف معاونت کے لئے بڑے بڑے راجہ معہ اپنی فوجوں کے آموجود ہوئے۔ چونکہ کرشن دونوں کے

رشتہ دار تھے۔ اسلئے جب دریودھن اور ارجن نے آپ سے امداد طلب کی تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں دونوں کا رشتہ دار ہوں۔ اس لئے میں کسی کی طرف سے نہ لڑونگا۔ اور نہ اس جنگ میں ہتھیار اُٹھاؤں گا۔ اس لئے میں آپ دونوں کو اجازت دیتا ہوں۔ کہ خواہ مجھے اپنی طرف لینا پسند کیجئے۔ یا میری فوج کو لے لیجئے۔ دریودھن نے انتخاب میں غلطی کی اور کرشن جی کی فوج کی مادی قوّت کو خود کرشن کی اخلاقی اور روحانی طاقت پر ترجیح دی۔ اور تنہا کرشن جی معہ اپنی روحانی فوجوں کے ارجن کے مددگار بن گئے۔ اور وہی نتیجہ ہوا۔ جو بھگوت گیتا کے خاتمہ پر درج ہے یعنی "جہاں کہیں یوگ کا مالک کرشن ہے اور جہاں کہیں پارتھا (ارجن) تیر انداز ہے۔ وہاں یقیناً خوشحالی۔ فتحمندی۔ اور مسرت ہے"

مہا بھارت کی جنگ کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ سو کے سو کورو مارے گئے۔ اور پانڈوؤں کے پانچ بھائیوں کے علاوہ اُن کے جملہ عزیز و رفیق بھی قتل ہو گئے۔ اس کے بعد دھرت راشٹر نے کل سلطنت پانڈوؤں کے سپرد کر دی۔ اور خود اپنی بیوی کو لیکر جنگل کی راہ لی۔ لیکن جب وہ دُنیا کو ترک کر کے فقیروں کی زندگی بسر کرنے جا رہا تھا تو اُس وقت پانڈوؤں کی ماں نے بھی ترک دنیا کا فیصلہ کیا اور دھرتا راشٹر کے ساتھ ساتھ چلی گئی۔ اور آخر کار یہ سب لوگ کسی جنگل میں جل کر مر گئے۔ جب پانڈوؤں نے ۳۶ سال بعد یہ خبر سُنی کہ کرشن کا انتقال ہو گیا تو اُنھیں سخت افسوس ہوا۔ اور انھوں نے بھی سلطنت چھوڑ کر اپنی بیوی دروپدی اور ایک وفادار کتے کو ساتھ لیا۔ اور اِندر کی بہشت کی تلاش میں کوہ ہمالیہ کا راستہ لیا۔ راستہ میں سب ایک ایک کر کے مر گئے۔ صرف یدھشٹر معہ اپنے کتے کے بہشت کے دروازے تک پہنچا۔ لیکن جب اندر نے بہشت میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ تو اُس نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں اُس وقت تک اندر نہ جاؤنگا۔ جبتک کہ میرے بھائی اور بیوی بھی نہ داخل کئے جائیں یدھشٹر کی دعا قبول ہوئی

لیکن چونکہ کتے کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ اس لیئے اُس نے پھر بہشت میں جانے سے انکار کر دیا۔ اور بہشت کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد دوزخ میں ڈال دیا گیا۔ یہاں اُس نے اپنے پُرانے رفقا کو موجود پایا۔ اور باوجودیکہ دوزخ میں بہت زیادہ تکلیف تھی۔ لیکن بہشت کا تنہا لطف اُٹھانے پر اپنے دوستوں کو مصیبت میں شرکت کو زیادہ پسند کیا۔ اور دلی مسرت کا اظہار کیا۔ جب وہ اس امتحان میں بھی پورا اُترا۔ تو اُسے ظاہر ہو گیا۔ کہ یہ جنگ وجدل زندگی و موت۔ جنت وجہنم سب دھوکا (مایا) تھا۔ اور حقیقت آشنا ہو کر مع اپنی کل جماعت کے بہشت میں داخل ہو گیا۔ یعنی اُسے فراغت کاملہ حاصل ہو گئی۔ اور سب اندر کے ساتھ اطمینان قلب کے ساتھ رہنے لگے۔

یہ ہے مختصر تاریخ اُسوقت تک کی جبکہ سری کرشن جی پانڈوؤں کی مدد کو تشریف لائے اور بحیثیت ارجن کے رتھبان کے جنگ میں شریک ہوئے۔ اور وہ معرفت الٰہی کی تعلیم دی جو بھگوت گیتا میں محفوظ ہے۔

اس خاص لڑائی کے علاوہ مہابھارت میں بہت سے لطیف افسانے بھی ہیں۔ جو جمالیاتی نقطۂ نظر سے نہایت بلند پایہ ہیں ہر ایک قصہ میں کوئی نہ کوئی اخلاقی پہلو روشن ہے۔ ان میں "نل اور دمینتی" اور "ساوتری اور ستیا وان" کے قصے خاص طور پر جاذب توجہ ہیں۔ مہابھارت کی زبان نہایت ہی سلیس۔ سادہ اور غیر مصنّع ہے۔ اس میں تشبیہہ و استعارے بہت کم ہیں۔ اور جو ہیں بھی وہ نہایت فطری اور سادہ ہیں کہیں جنگ آزماؤں کے حملہ کو جنگلوں میں ہاتھیوں کی دوڑ سے تشبیہہ دی گئی ہے کہیں تیروں کی سنسناہٹ کو پرندوں کے اُڑنے سے۔ اور کہیں کسی حسین دوشیزہ کے حسن شاداب کو نیلگوں نیلوفر سے اسکا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے اور جس طرح یورپ والوں کو ایلیڈ اور اوڈیسی پر ناز ہے۔ اُسی طرح ہندوستانیوں کو بجا طور پر یہ

فخر ہے۔ کہ رزمنامہ مہابھارت اور رامائن نہ صرف مشرق کے لئے بلکہ کُل عالم کیلئے
ایک لطیف وپاکیزہ سرمایۂ علم وادب۔ فلسفہ واخلاق۔ مذہب وتاریخ ہے اور
حقیقت بھی یہی ہے کہ علم کسی خاص قوم کی ملکیت نہیں۔ بلکہ انسانیت کا
جائز ورثہ ہے۔

مسٹر رومیش چندر دت نے کافی تحقیق کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے
کہ مہابھارت کی جنگ درحقیقت پنچالہ کے راجہ اور کوروؤں کے درمیان ہوئی
تھی۔ لڑائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ فریقین میں سے صرف آٹھ آدمی زندہ بچے
تھے تین کورو اور سات پانڈو اور چھتری قوم شمالی ہندوستان
سے نیست ونابود ہوگئی۔ پانڈو راج کے مالک ہوئے لڑائی کے بعد ۳۶ سال
تک یدھشٹر نے راج کیا۔ اور اس کے بعد ارجن کے پوتے کو راجہ بنا کر
پانچوں بھائی تارک الدنیا ہوگئے۔

علاوہ ان بہادروں کے جنہوں نے چھتریوں کے دھرم کے مطابق
پورا عمل کر دکھایا۔ مہابھارت میں جن عورتوں کا تذکرہ ہے وہ بھی دھرم
کی دیویاں اور چھتری بہادروں کی مائیں بننے کے قابل تھیں۔ دروپدی
جب ملکہ سے لونڈی بنائی گئی تو اس نے جس استقلال کا ثبوت دیا وہ
وہ اس کے شایان شان تھا۔ کنتی نے بھی جو پیغام اپنے بیٹوں کو بھیجا
تھا وہ بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ "اپنے باپ کا راج حاصل
کرو۔ ورنہ اس کوشش میں مر جاؤ"۔ یہ حکم اس غرض سے نہیں دیا
گیا تھا کہ راج حاصل کرکے وہ آرام کریگی۔ بلکہ جب سلطنت حاصل
ہوئی تو وہ اپنے خاوند کے بھائی دھرت راشٹر کے ساتھ تارک الدنیا ہو کر
جنگل کی طرف روانہ ہوگئی۔

مہابھارت کے آخری چار اشلوک جو اس کے سبق آموز افسانوں کا

لب لباب ہیں اُنکا مفہوم یہ ہے۔

"اس دنیا میں ہزاروں آدمی آتے جاتے رہتے ہیں۔ ہزاروں رنج و راحت کے موقع بھی آتے رہتے ہیں۔ لیکن خوشی اور رنج ان ہی پر اثر کرتے ہیں جو اس دنیا کی حقیقت سے نا واقف ہیں۔ جو حقیقت کو جانتا ہے اُسکے لئے شادی وغم برابر ہے دولت نیکی ہی کا نتیجہ ہے۔ لہذا لوگوں کو نیک ہونے کی کوشش کیوں نہ کرنی چاہئے۔ خوشی۔ خوف یا لالچ سے نیکی کو نہ ترک کرنا چاہئے۔ اگر زندگی بھی نیکی کے لئے دینی پڑے تو دریغ نہ کرنا چاہئے۔ نیکی ہی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ رنج وراحت تو آنے جانے والی چیزیں ہیں"۔

بھگوت گیتا

۱۔ تمہید

بھگوت گیتا ایک نظم ہے۔ جو ہندو رزمیہ شاعری کی بحر میں لکھی گئی ہے۔ اور رزمنامۂ مہابھارت کے چھٹے باب کا ایک حصہ ہے۔ دُنیا کے ادبیات میں گیتا کا درجہ نہایت ہی پُرشوکت اور بلند ہے۔ اور اس کا یہ درجہ اُسوقت تک قائم رہیگا۔ جبتک انسان ان چیزوں پر غور کرتے رہینگے جو اُس کے تجربہ۔ احساسات اور مادّے سے بالاتر ہیں۔ جبتک دُنیا میں روح اور روحانیت کا چرچا ہے۔ اُسوقت تک خُدا کا نام لینے والے یقیناً اس تقریر آتشیں اس ترانۂ سرمدی اور اس جلوہ نمائے خداوندی کا مطالعہ کرتے رہینگے۔

ایک طرف کوروؤں کے ساتھ راجا مہاراجا اپنی اپنی فوجوں کے پرے جمائے جنگ کے لئے تیار ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ خود سری کرشن جی کی فوج معہ اپنی جملہ مادی قوتوں کے کوروؤں کی مدد کے لئے دے دی گئی ہے۔ دوسری طرف پانڈوؤں کی فوج ہے جسمیں خود وشنو نے کرشن کا اوتار لیکر شرکت کرنا مناسب سمجھا ہے۔ لیکن یہ طے کر لیا ہے۔ کہ خود کسی مادی قوت کا استعمال نہ کرینگے۔ بلکہ اپنی روحانی واخلاقی طاقت سے پانڈوؤں کی مدد اور رہبری کرینگے۔

ارجن پر وہ تذبذب وارتعاش طاری ہے۔ جو اکثر متلاطم جذبات اور متضاد فرائض کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ کہ عملی زندگی میں قدم رکھا جائے۔ اور اپنے عزم اور ارادوں پر استقلال سے قائم رہ کر جادہ مستقیم سے قدم نہ ڈگے۔ کمزوروں کا ذکر نہیں۔ مضبوط قلب اور استوار ارادہ رکھنے والے کتنے انسان ہیں جو فرض کا صحیح احساس کر کے راہ راست پر چل سکیں اور انھیں لغزش نہ ہو۔ جب دو نصب العین دو مطمح نظر۔ دو راستے سامنے ہوں۔ اور بظاہر دونوں منزل مقصود تک لے جانے والے ہوں۔ تو یقیناً ایک عالم اضطراب طاری ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات نیک نیتی سے وہ راستہ اختیار کر لیا جاتا ہے۔ جو غلط ہوتا ہے اور پُر خطر۔ یہ عقل و جذبات کا تصادم۔ یہ ارادے اور احساس کی آویزش۔ جب غلط راستہ پر لیجاتی ہے۔ تو اُسے اجتہادی غلطی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

وہ لمحہ جس میں انسان فیصلہ کن عملی قدم بڑھاتا ہے۔ نہایت عجیب اور خطرناک ہوتا ہے۔ وہ لمحہ۔ وہ فیصلہ کی گھڑی۔ وہ ارادے کی عمل کے لئے تیاری۔ بسا اوقات پیش خیمہ ہوتی ہے۔ ایک انقلاب عظیم کا۔ اس کشمکش و پیچ اور اضطراب کی حالت کا مطالعہ کرنا ہو۔ تو ارجن کو دیکھئے

میدان جنگ ہے۔ فوجیں ہیں اور فیصلہ کا لمحہ سر پر موجود ہے۔ ادھر عزیز۔ اُدھر قریب۔ اِدھر بھائی۔ اُدھر چچا اور اُستاد۔ اِدھر وہ جنکے واسطے سلطنت کی تلاش ہے۔ اُدھر وہ جنکے بغیر سلطنت تو کیا زندگی ہی بے سود ہے۔ فرض کیا ہے؟ عزت کسے کہتے ہیں۔ دھرم اور ادھرم کی کشمکش میں جذبات محبت کا کیا درجہ ہے؟ عزت کے لئے اپنے عزیز و اقارب سے جنگ بہتر ہے یا خونریزی اور قطع رحم سے بچکر ذلیل پسپائی؟ یہ خیالات تھے جو بہ یک وقت اُس فیصلہ کُن لمحہ میں ارجن کے دل و دماغ کو اپنے پیہم حملوں کا آماجگاہ بنائے ہوئے تھے۔

لیکن نوحؑ و یونسؑ کا خدا۔ اسمٰعیلؑ کو خنجر سے اور ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے بچانیوالا خدا۔ وہ خدا جس نے موسیٰ کو فرعون سے بچا کر بنی اسرائیل کا آزاد کنندہ بنایا۔ وہ خدا جس نے ابرہہ کی فوج کو معمولی سی وبا سے پامال کر دیا۔ وہی خدائے قدوس ہمیشہ اپنے بندوں کی بیچارگی اور کم مائیگی کا اندازہ اُن کی فروتنی۔ رضاجوئی اور توکل سے کرتا ہے۔ اور اپنے پرستار۔ اپنے بھگت کو مغموم و مجبور دیکھ کر اِنّ اللہ مع الصابرین (اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے) کے وعدہ کو پورا کرتا ہے۔ اور ارجن کو یزدانی نور کی روشنی میں راہِ عمل صاف صاف دکھلاتا ہے۔

القا کہئے۔ الہام سے تعبیر کیجئے۔ ضمیر کی آواز بتائے۔ یا دنیا والوں کی زبان میں ارادہ کی فتح کہئے۔ غرضکہ ہوا یہ کہ ادھرم کو دھرم نے فطری جذبہ کو فطری جذبہ ہی نے شکست دی۔ عقل نے عقل سلیم ہی کی بات سنی۔ اور کرشن کی مادی صورت تھی۔ یا روحانی فیضان۔ یا خود ارجن ہی نے وجود کرشن یا جوہر مردی میں فنائیت کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ کہ وہ ایسے نتیجہ پر پہنچا۔ جو بظاہر جذبات حواس اور تعقل سے بالاتر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ جو چیز عوام کی کوتہ بین نگاہوں میں فنا اور عدم کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ قلوب معرفت شناس کے سامنے بقا ہے اور وجود کامل *

ارجن سپاہی تھا۔ ایک سچا سپاہی۔ جو طبعی طور پر چھل کپٹ سے دور تھا اور اپنے فرائض کی کشمکش میں ایک مستقل فیصلہ کا عادی تھا۔ وہ سپاہی تو تھا ہی لیکن ایک مکمل انسان بھی تھا۔ لہٰذا سری کرشن جی کی تعلیم کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ انسان غالب آئے سپاہی پر۔ اور انسانیت فتح حاصل کرے بہیمت اور عسکریت پر۔ اور روحانیت کی فیروزمندی۔ مادیت کو پردۂ فنا میں منہ چھپانے پر مجبور کرے۔

۲۔ تاریخ تصنیف

زمانہ تصنیف کے متعلق تاریخی شہادتیں مشکل سے ملتی ہیں۔ اس لئے کہ قدیم ہندوستان میں تاریخ در روایات میں بہت زیادہ امتزاج کر دیا جاتا تھا۔ اور اس بات کو حقیقتاً کوئی اہمیت بھی نہیں ہے کہ واقعہ کب ہوا۔ دیکھنا صرف یہ ہے۔ کہ اگر ہوا تو کس طرح ہوا۔ اور اُس سے انسانیت نے کیا سبق لیا۔

اس میں تو ذرا بھی شبہ نہیں کہ مہابھارت کی جنگ ضرور ہوئی۔ اور اسمیں آریہ قوم ہی کے دو گروہ ایک دوسرے سے لڑے۔ رزمنامہ کی قدیم ترین تاریخ تصنیف کے متعلق یہ اندازہ لگایا جاتا ہے۔ کہ یہ اس وقت کی تصنیف ہو سکتی ہے جبکہ اتھروید اپنشدیں تصنیف ہوئی تھیں۔ یہ زمانہ حضرت مسیح سے ایک ہزار سال قبل کا مانا جاتا ہے۔ لیکن پروفیسر مکڈانل کا خیال ہے۔ مسیح سے ۵۰۰ (پانسو) سال قبل کے قریب اسکی تصنیف ہوئی ہے۔ اور اسمیں بعد کو بہت سے اضافے کئے گئے جو سنہ عیسوی تک ہوتے رہے۔ بہرحال یہ تو یقینی ہے۔ کہ مہابھارت کی لڑائی کے سیکڑوں برس بعد رزمنامہ کی تصنیف کی گئی اور یونانی مورخوں اور کتبات وغیرہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح سے چار صدی پہلے یہ کتاب موجود تھی۔ (دیکھئے انڈین سٹوڈن جلد دوم صفحہ ۱۶۱) اور پہلی یا دوسری صدی قبل مسیح تک اسمیں اضافوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا

کہ گیتا کو نظم کا جامہ پہنانے کے بعد کس وقت مہا بھارت میں ضم کیا گیا۔

مہا بھارت کی تصنیف کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ ہندوؤں کے مذہبی خیالات میں جو انتشار و اختلاف پیدا ہو گیا تھا وہ دور ہو جائے۔ اور سب ہندو مل کر بدھ مذہب کا مقابلہ کر سکیں۔ اس خیال کی تائید مہا بھارت کی عبارت اور مضامین سے ہوتی ہے۔ لیکن لڑائی کا اصل واقعہ گوتم بدھ کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ مہا بھارت کی لڑائی حضرت مسیح سے ۱۲ سو یا ایکہزار سال پہلے ہوئی تھی۔ اور گوتم بدھ کے مذہب کا رواج سنہ عیسوی سے ۵۴۳ سال پہلے ہوا ہے۔ اور ایک ہزار سال تک برہمنوں کے مذہب کے رقیب رہنے کے بعد نویں صدی عیسوی میں اس مذہب کے پیرو کل ہندوستان میں قتل کر دئے گئے۔ اور باقی ماندہ ہندوستان چھوڑ کے فرار ہو گئے۔

مہا بھارت میں جو اضافے کئے گئے ہیں ان کے متعلق یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ کہ اشوک کے جانشین کمزور تھے اور ۱۸۴ قبل مسیح میں سنگون نے تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ ہندو تھے۔ اور بدھ مذہب کا تنزل اور ہندو مذہب کی ترقی اس زمانہ سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ اہل تحقیق کا خیال ہے کہ ہندو ادبیات کو سنگوں کی حکومت نے بہت مدد دی۔ اور اسی دور میں مہا بھارت میں کافی اضافے کئے گئے۔ اور ترقی کر کے ۸۸۰۰ اشعار سے ہزار اشعار ہو گئے۔ بہت ممکن ہے کہ فلسفہ عمل سکھانے اور بدھ مذہب کے فلسفہ بے عملی و مایوسی کو مٹانے کے لئے کسی ہندو بزرگ نے ہندو مذہب اور ہندو فلسفہ کے عملی پہلو کو اس طرح ایک جگہ جمع کر دیا ہو۔ اور رزمنامہ میں اس کا اضافہ اس لئے کیا ہو۔ کہ یہی عوام الناس کی ایک مقبول کتاب تھی۔ اور اس کا مطالعہ ہر جگہ اور ہر سوسائٹی میں ہوتا تھا۔

بہر کیف تاریخی حیثیت سے کچھ بھی ہو۔ لیکن ادبی شہادت اس نظریہ کیلئے

کافی ہے کہ شاعر نے جس عنوان سے گیتا کو مہابھارت میں ضم کیا ہے۔ اسمیں ایسی صنعت گری سے کام لیا ہے۔ جو اُس کامل الفن اُستاد کے شایان شان ہے جو کسی بے نظیر ہیرے کو کسی زریں و مرصع تاج میں جڑ کر دونوں کی عزت و آبرو بڑھا دیتا ہے۔ موقع عظیم الشان تھا مسئلہ عمل پیچیدہ اگر عظیم تر تھا۔ لیکن اسکا حل عظیم ترین تھا۔ اب کسی کی مجال ہے کہ یہ کہہ سکتے۔ کہ گیتا کا نگینہ مہابھارت کی انگشتری میں جمالیاتی حیثیت سے بے محل ہے +

۳۔ طرز انشا

محققین کی رائے ہے۔ کہ گیتا ایک باقاعدہ نظم ہے اور اس قسم کی کتاب ہے جیسے قدیم اپنشدین۔ طرز بیان سادہ ہے مرکبات کا استعمال بہت کم ہے۔ اسلوب انشا سادہ اور فطری ہے۔ صنعت تجنیس کی کوشش اور مرکبات کا استعمال (جیسا کہ کالیداس اور بانا وغیرہ نے کیا ہے) اس نظم میں نہیں پایا جاتا۔ سنسکرت کے کلاسکل لٹریچر میں وزن کی پابندی نہایت سختی سے کی گئی ہے۔ لیکن گیتا اور اس سے قدیم تصنیفات میں یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ اکثر اشعار کھینچ تان کر بھی مقررہ بحر میں نہیں آتے۔

گیتا میں جو ذاتوں کا بیان ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادارہ بھی ہنوز ابتدائی حالت میں تھا۔ اور جس طرح منو نے مختلف ذاتوں کے فرایض بتائے ہیں وہ بات گیتا میں نہیں پائی جاتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گیتا نہایت قدیم تصنیف ہے اور اُس زمانہ میں ذاتیں موروثی نہ تھیں۔

۴۔ گیتا اور ذاتیں

برہمنوں کا جو درجہ سماج میں ہے کیا گیتا اُسکی تائید کرتی ہے؟ اس سوال کا جواب خود گیتا میں یہ ہے کہ "قربانی۔ صدقہ و خیرات اور زہد کو ترک نہ کرنا چاہیئے" (۵/۱۸) جن تین فرایض کا اس شعر میں ذکر ہے۔ وہ تینوں ذاتوں یعنی چھتری۔ ویش اور شودر میں سے کسی ایک تک محدود نہیں ہیں۔ البتہ قربانی مخصوص طور پر برہمنوں کا فرض ہے۔ لیکن خود گیتا سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ مختلف قسم کی قربانیوں کو ۲۵/۴ سے ۳۲/۴ تک بتایا گیا ہے ممکن ہے کہ ویدوں کی تعلیم کے مطابق قربانی صرف برہمنوں تک محدود کر دی گئی ہو لیکن معرفت الٰہی بھگتی اور ضبط نفس سے دوسری ذاتوں کو نہیں روکا گیا۔ موروثی ذات پات کی گیتا نے سختی سے ممانعت کی ہے! ور کہا ہے کہ چار قسم کے انسان اپنے ذاتی خصوصیات اور اپنے اعمال سے پہچانے جاتے ہیں۔ بعض فطرتاً نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں بعض جوش و حرکت کو پسند کرتے ہیں اور بعض سستی کاہلی اور بے عملی کو اس طرح ہر ایک انسان اپنی ذاتی صفات کے لحاظ سے یا تو سپاہی ہوگا یا عالم صوفی۔ یا تاجر ہوگا یا ادنیٰ خدمتگار بہر حال یہ کہا گیا ہے۔ کہ جس جماعت سے بھی تم متعلق ہو۔ تمہارا فرض ہے کہ اُسی جماعت کا فرض انجام دو۔ یہ نہ کرو کہ ہو تو تم سپاہی مگر خواہ مخواہ فلاسفہ اور حکما کی صحبت میں دخل در معقولات کرو اور اپنا کام چھوڑ بیٹھو۔ اور سوسائٹی میں رخنہ اور بد نظمی پیدا کرنے کا باعث ہو۔

۵۔ گیتا اور وید

گیتا میں بعض اشعار ایسے ہیں جنکے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں۔ کہ وہ ویدوں

کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ مثلاً ۲/۴۵ ۲/۴۶ ۲/۵۳ - ۹/۱۶ - ۹/۲۱ ۸/۲۸ ۱۱/۴۸-۵۳ - ۱۵/۱۸
میں تین خیالات کا اظہار کیا گیا ہے:-

(۱) ویدوں کے حقیقی مفہوم کو اکثر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اور عوام ویدوں کے صحیح معنی نہیں سمجھتے ۔

(۲) بعض لوگ اپنی کج فہمی سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ویدوں سے واجب الوجود کا علم نہیں ہوتا۔ اور

(۳) بعض کا یہ خیال ہے کہ وید فانی لذات کی تعلیم دیتے ہیں۔

ان سب خیالات کا یہ منشا ہے کہ ویدوں کا سطحی مطالعہ کرنا بے سود ہے۔ گہرے مطالعہ سے علم حاصل ہوتا ہے۔ جس سے مدارج تصوف وعرفان طے ہو سکتے ہیں لیکن وہ لوگ جو صرف الفاظ کو پڑھ کر اُسکی تہ تک نہیں پہنچتے اُن کو چاہئے کہ وہ گیتا کو پڑھیں۔ اس لئے کہ اُسمیں ویدوں کی تعلیم کا عطر ہے۔ اور عام فہم طریقہ سے اُس تعلیم کو بھی جمع کر دیا گیا ہے۔ جو فلسفۂ ویدانت۔ سانکھ اور یوگ سے متعلق ہے حقیقت یہ ہے۔ اسمیں ویدوں سے انحراف کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ اُس زمانہ میں ہندوستان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ مذاہب فلسفہ کی بے شمار شاخیں ہو گئی تھیں اور ہندو سوسائٹی میں بدھ مذہب اور دہریوں (لوکا یتاک) کے اصولوں کی ترویج کی وجہ سے حقیقی ویدک تعلیم سے عوام دور ہوتے جاتے تھے۔ گیتا کا خود قول ہے کہ جب ادھرم ترقی پر ہوتا ہے۔ اور دھرم گھٹنے لگتا ہے۔ تو خدا اپنے اوتاروں (یا پیغمبروں) کے ذریعہ سے انسانوں کی حالت درست کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں یہ ماننا پڑیگا۔ کہ ویدوں کی تعلیم ایک خاص زمانہ تک درست تھی۔ لیکن جب سوسائٹی میں بے عملی اور بے دینی پیدا ہو گئی تو گیتا کے ذریعہ سے خدائی مذہب یا فطری مذہب کی تعلیم دنیا والوں کو دی گئی۔ اور ویدوں کی تعلیم سے بلند۔ یا کم از کم ترقی یافتہ سوسائٹی کے اعتبار سے زیادہ واضح معقول اور صحیح تعلیم

کا لب لباب بھگوت گیتا میں ہے۔ ویدوں کے زمانہ میں ہندوستان کے باشندے

ابتدائی دور تمدن میں تھے۔ اور اُن کے مختلف ادارے درجہ کمال کو نہ پہنچے تھے۔ اُن کی زندگی بھی جنگ و جدل کی وجہ سے ایک کشمکش کی حالت میں تھی لیکن جب وہ فاتح کی حیثیت سے ہندوستان کے زرخیز خطوں پر قابض ہو گئے۔ اور امن امان کے لازمی نتیجہ یعنی فلسفہ نے عوام کی فرصت کی زندگی پر قبضہ کر لیا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عوام کے خیالات میں پریشانی اور مذہب میں انتشار پیدا ہو گیا۔ گیتا ان کی اصلاح کے لئے وہ مذہبی اور اخلاقی تعلیم ہے جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ میں موجود ہے ۔

۶۔ گیتا اور نجات

تناسخ سے نجات حاصل کرنے کے مختلف طریقے گیتا نے بتائے ہیں۔ اوّل بذریعہ عمل (کرم) دوم بذریعہ عرفان (گیان) اور سوم بذریعہ عشق حقیقی (بھکتی) ان تین طریقوں کا گیتا میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ چوتھا طریقہ عنایتِ مرشد (گرو کرپا) ہے۔ اس آخری طریقہ کے لئے گیتا میں صرف اشارات ہیں۔ تفصیل نہیں ہے سری یامن اچاریہ (المتوفی ۱۰۴۱ء) سری رامانج کے مرشد تھے۔ انھوں نے مندرجہ ذیل طریقہ پر نجات حاصل کرنے کے طریقوں کی تصریح کی ہے:۔

(۱) عمل (کرم) کے ذریعہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایسے اعمال کی ضرورت ہے جیسے قربانی (مال۔ وقت اور قوت کی) خیرات۔ ریاضت۔ عبادت تیرتھ جاترا۔ معمولی ریاضتیں۔ روزے۔ ندی اشنان۔ مقدس عہد۔ اکل حلال مقدس کتابوں کا پڑھنا۔ مقدس دعوت طعام۔ صدقہ و خیرات وغیرہ ۔

(۲) معرفت کے ذریعہ سے نجات کا یہ ذریعہ ہے کہ نفس و حواس کو زیر

کر لیا جائے۔ اور علم روحانی کے ذریعہ سے معرفت الٰہی حاصل کی جائے۔ اور اتنی ترقی کی جائے کہ آتما (نفس انسانی) پرماتما (روح اعظم) یا برہم کا مراقبہ عہد دراز تک کر سکے۔

(۳) عشق حقیقی (بھگتی) کے ذریعہ سے نجات حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ خدا کا خیال ہر وقت دل میں رہے۔ اُسکی عبادت کی جائے۔ اُسکی حمد کے بھجن فضا کو معمور کردیں اور پھولوں کے ہار اُس کے سامنے پیش کئے جائیں۔ گیتا کا یہ مقصد ہے کہ عشق حقیقی پیدا کیا جائے۔ سری کرشن جی نے اپنے آپ کو محبت کا دیوتا بتایا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ خدا (آتما) تک پہنچنے کا بہترین اور یقینی ذریعہ عشق حقیقی (بھگتی) ہے۔

گیتا کی تعلیم

سری کرشن جی کی زبان معرفت ترجمان سے جو تعلیم ارجن کو دی گئی ہے۔ وہ دنیا کیلئے ایک پیغام عمل ہے۔ اسے یوگ کہتے ہیں۔ یوگ کے لغوی معنی وصال کے ہیں۔ یعنی روح کا ذات الٰہی سے واصل ہو جانا یوگ ہے۔ بھگوت گیتا کا مقصد وحید یہ ہے کہ انسان تربیت نفس کرنے کے بعد بالآخر ذات صمدی سے واصل ہو جائے۔ اور اس طرح تناسخ سے نجات حاصل کر کے فراغت کاملہ حاصل کرے۔ یہ فراغت جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جبکہ انسان گیتا کے بتائے ہوئے طریقہ پر عملی زندگی اس طرح بسر کرے کہ اپنے فرائض کو پورے طور پر انجام دے۔ اور نتائج کی

ذرہ برابر پرواہ نہ کرے۔ یعنی جو کام کرے اُسمیں خودی کا شائبہ بھی نہ ہو۔ اور ایثار ہی ایثار ہو۔ یہ حالت صرف عشق حقیقی سے حاصل ہو سکتی ہے ۔

۱۔ فلسفۂ ہنود کے بنیادی اصول

گیتا میں اور عام طور پر مذہب ہنود میں نجات کا مخصوص مفہوم یہ ہے۔ کہ دنیا میں بار بار پیدا ہونے سے نجات حاصل کرنا ہی نجات کامل ہے۔ اس خیال کی بنیاد فلسفہ کے دو اصولوں پر ہے۔ اول تناسخ اور دوم کرم۔ عقیدۂ تناسخ یہ ہے۔ کہ جملہ روحیں خدا کی ذات سے خارج ہوئی ہیں یہ شرارے ہیں جو مرکزی آتشکدہ سے خارج ہو کر مختلف قالبوں میں پھیل گئے ہیں یہ قطرے ہیں جو دریائے وحدت سے نکل کر کثرت کا جلوہ دکھا رہے ہیں۔ اسی طرح یہ روحیں اپنے مرکز حقیقی سے دور ہو کر مسلسل قالبوں کو بدلتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ جانوروں اور پودوں اور درختوں کی صورت میں بھی ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ یہ دور پیدائش اسوقت تک جاری رہتا ہے۔ جبتک کہ روح کو کوئی ایسا ذریعہ نہ مل جائے۔ کہ وہ دوبارہ پیدا ہونے کی مُصیبت سے نجات حاصل کرے۔ دور تناسخ سے چھوٹنے کے لیے روح کا وصال ذات باری تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ اسی کا نام نجات یا فراغت ہے۔ مسلمانوں میں تناسخ کا عقیدہ نہیں ہے لیکن خلیفہ مطیع اللہ بن مقتدر کے زمانہ میں ۹۲۳ھ میں ایک قوم تناسخیہ ظاہر ہوئی تھی اور ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علی کی روح مجھ میں حلول کر آئی ہے اور اسکی عورت نے دعویٰ کیا تھا کہ بی بی فاطمہؓ کی روح مجھ میں حلول کر آئی ہے۔ اسی طرح ایک شخص جبریل بن گیا تھا۔ لیکن جب مار پڑی تو یہ تاویل کی کہ ہم سید ہیں۔ معز الدولہ نے ان کو چھوڑ دیا ۔

مولانائے روم کا یہ شعر بہت مشہور ہے جس سے تناسخ ثابت کیا جاتا ہے یعنی

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

مسلمانوں سے پہلے بھی یونانیوں کے فلسفہ میں تناسخ کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ اور علامہ شمس الدین شیرازی نے فلسفہ یونان کے تناسخ کو باطل کرنے کی بہت کچھ کوشش کی ہے لیکن ویدانت کے تناسخ کے سمجھنے میں یہ وقت ہے کہ فلسفہ ویدانت کی رو سے عمل کے لحاظ سے جسم ملتا ہے۔ لیکن جب سب سے پہلے جاندار کو جسم عطا کیا گیا تو وہ کس عمل کے صلہ میں ملا۔ اس لئے کہ بغیر جسم کے روح کوئی عمل کرنے کے قابل نہیں تھی یعنی عالم بے عملی میں تھی۔ پھر یہ سلسلۂ تناسخ شروع ہوا تو کیونکر اسکا جواب ذرا مشکل ہے۔

بہر حال یہ ماننا پڑیگا۔ کہ تناسخ کا عقیدہ نہ صرف ہندوؤں میں بلکہ قدیم یونان اور موجودہ زمانہ کی بعض اقوام میں پایا جاتا ہے۔ اور مولانا نے بھی جمادات سے انسان اور انسان سے بتدریج اُس ذات تک جو وہم میں نہیں آسکتی۔ ترقی کے درجے اسطرح بتائے ہیں ؎

از جمادی مردم و نامی شدم — وز نما مردم بہ حیواں سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم کے ز مردم کم شدم
حملۂ دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک بال و پر
از ملک ہم بایدم جستن ز جو — کل شئی ہالک الا وجہہ
بار دیگر از ملک قربان شوم — انچہ در وہمت نیاید آں شوم

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون
گویدم کا نا الیہ راجعون

تناسخ کا عقیدہ نتیجہ ہے کرم کے عقیدے کا۔ کرم کے لغوی معنی عمل

کے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں وہ اعمال ہیں۔ جو گذشتہ زندگی کے اعمال کی جزا یا سزا میں موجودہ زندگی میں روح کو کرنے پڑتے ہیں۔ ہر عمل صالح روح کو اس دنیا سے آزادی کی طرف لیجاتا ہے۔ اور ہر ایک برائی روح کو اس دنیا سے اور زیادہ وابستہ کرتی ہے۔ جسکا لازمی نتیجہ مسلسل پیدا ہونا ہے۔

کرم کا عقیدہ غالباً اس لئے پیدا ہوا تھا۔ کہ خدا کو عادل ثابت کیا جائے مخلوقات کی عدم مساوات۔ اور بظاہر غیر منصفانہ تقسیم کو جائز اور منصفانہ ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ یہ مان لیا جائے۔ کہ جو مخلوق اس دنیا میں مصیبت زدہ اور ذلیل ہے۔ وہ اُن بداعمالیوں کی سزا میں ہے جو اُس سے گذشتہ زندگی میں سرزد ہوئے تھے۔ اس سوال کا جواب کہ کارکنان قضا و قدر نے کسی کو شاہ کسی کو گدا۔ کسی کو تندرست۔ کسی کو بیمار۔ کسی کو قبول صورت۔ کسی کو کریہ المنظر کیوں بنایا عقیدۂ کرم سے حل سکتا ہے۔ یعنی جسکی جو حالت ہے وہ اُس کی گذشتہ زندگی کا نتیجہ ہے۔

بہرحال ان دونوں عقائد کا ہندو سماج۔ اخلاق۔ مذہب اور فلسفہ پر گہرا اثر پڑا۔ ان ہی اصولوں کی وجہ سے ذاتیں موروثی ہوگئیں اور اُن پر سختی سے قیام کرنا لازمی ہو گیا۔ یعنی کسی ذات میں پیدا ہونا گذشتہ زندگی کی جزا یا سزا ہے اس لئے اس کا پابند رہنا ضروری ہے۔ اسی بنیاد پر جانوروں سے بھی ہمدردی شروع ہو گئی۔ یہی اصول ادائے فرض کے بھی محرک ہوئے۔ اور حق کے لئے جان دینا نہایت آسان ہو گیا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے۔ کہ جب یہ یقین ہو کہ آئندہ زندگی موجودہ زندگی سے بہتر ہوگی۔ تو کون ایسا بزدل ہو گا جو حق کیلئے جان دینے سے گریز کرے۔

کرم کے عقیدے کا خاص طور پر جو برا اثر پڑا وہ یہ ہے۔ کہ بیواؤں کی دوبارہ شادی کو بُرا سمجھا جانے لگا۔ اس لئے کہ بیوہ ہونا بھی گذشتہ

زندگی کے اعمال کی سزا سمجھی گئی۔ اور لاکھوں بیواؤں کو مردوں کی زبردستی اور تنگ نظری کی وجہ سے اپنی تلخ اور بے کیف زندگی پر قناعت کرنی پڑی۔ حالانکہ موجودہ زمانہ میں ایسے مصلحان قوم بھی پیدا ہو گئے ہیں جو اس حرکت کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اور اسکی اصلاح کر رہے ہیں۔ جو زیادہ قرین انصاف و عقل ہے کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو فیصلہ بیواؤں کے لئے کیا جاتا ہے۔ وہ مردوں کے لئے نہیں کیا جاتا۔ یعنی جب کسی مرد کی عورت مر جائے تو اُسے بن بیاہا رہنے کا کیوں حکم نہیں ہے۔

۲۔ ویدانت

اگر آپ ہندو فلسفہ کا بلند ترین تخیل دیکھنا چاہیں۔ تو بلاشبہ فلسفہ ویدانت میں نظر آئیگا۔ گیتا اسی فلسفہ کی تفسیر ہے۔ فلسفہ ویدانت اَدوئیت یا وحدت وجود کی تعلیم دیتا ہے اسے اُتر مانس بھی کہتے ہیں۔ اور اسکا بانی ویاس جی کو بتایا جاتا ہے۔ گو یہ نظام فلسفہ عقل پر مبنی ہے۔ لیکن اس کا ماخذ ویدوں کو بتایا جاتا ہے۔ تت توم اسی یعنی "تو" (یا میری روح) "وہ" (یا ذات خداوندی) ہے۔ بہ الفاظ دیگر روح اور خدا ایک ہی ہیں دو نہیں۔ اور محدود روح جب فریب ہستی (مایا) سے نجات حاصل کر لیتی ہے۔ تو وہ خدا (برہم) میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور تناسخ سے نجات حاصل کر لیتی ہے۔

اس کے مخصوص عقائد یہ ہیں۔ کہ خدا حاکم مطلق اور خالق عالم ہے۔ انفرادی روحیں اُسی کُل کا ایک جزو ہیں۔ اور اُس سے خارج ہو کر پھر اُسی میں داخل ہوتی رہتی ہیں۔ اور چونکہ روح خدا کا ایک جزو ہے اس لئے غیر محدود۔ لافانی۔ صاحب شعور اور حقیقی ہے۔ یہ عمل کر سکتی ہے۔

حالانکہ اسکی فطری حالت سکون ہے ۔ بخلاف اس کے پراکرتی (قدرت) غیر حقیقی ہے ۔ اور محض دھوکا ہے ۔ برہم روح ہے ۔ جسے معرفت برہم حاصل ہے وہ خود برہم ہے ۔

یہ نظام فلسفہ بخلاف دیگر مذاہب فلسفۂ ہنود کے مادّہ کی ازلیت کا قائل نہیں ہے ۔ اسکی دو شاخیں ہیں ۔ ایک کہتا ہے ۔ کہ خدا نے اپنے جوہر سے دُنیا کو پیدا کیا ہے دوسرے کا قول ہے کہ جتنی چیزیں ہیں سب خدا ہی میں ہیں ۔ اور سوائے اُس کے کوئی موجود نہیں ہے ۔ یعنی اوّل الذکر کا عقیدہ "ہمہ از وست" ہے اور آخر الذکر کا مسلک "ہمہ اوست" ہے پہلے عقیدہ کے متعلق برہم (خدا) اور جیو (روح) دو الگ الگ چیزیں ہیں ۔ اور جیو کا فرض ہے کہ برہم کی عبادت کرے دوسرے عقیدے کے مطابق جیو آتما اور پرماتما میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ یعنی روح انسانی مخلوق نہیں ہے ۔ بلکہ اپنی خدائی کی اصلیت سے ناواقف ہے اس لئے زمان و مکان میں محدود ہے صرف اسی ہستی ہی کو جان لینا نجات ہے ۔

اس فلسفہ کو ویدانت کہتے ہیں ۔ اسکی بہترین شرح شنکراچاری نے کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم نیست ہست نما ہے ہم اپنی کوتاہ فہمی سے اسے ہست سمجھتے ہیں ۔ جس نے اپنی ہستی کو جان لیا وہ اس فریب ہستی سے چھوٹ گیا ۔ اسی کا نام نجات یا وصال الٰہی ہے ۔ اسی مسئلہ کو حدیث شریف میں من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا) کہا ہے ۔ اور قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے وفی انفسکم افلا تبصرون (اور تمہارے نفسوں ہی میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے)

غالب نے کیا خوب ہے ؎

ہاں کھائیو مت فریب ہستی ۔۔۔ ہر چند کہیں کہ ہے ۔ نہیں ہے

اور مولانا فرماتے ہیں ؎

این جہاں دام است و دانش آرزو
در گریز از دامہا ئے آرزو

(مثنوی دفتر ششم)

لیکن یہاں وہی شبہ پیدا ہوتا ہے جو راجچندر جی نے اپنے اُستاد وششٹھ سے کیا تھا یعنی جب برہم سے جیو جدا نہیں تو جیو (روح) نے اپنے آپ کو خدا سے جدا کیوں تصوّر کر لیا ؟

۳- سانکھ اور یوگ

علاوہ ویدانت کے فلسفہ سانکھ اور یوگ کے اصول بھی گیتا میں بیان کئے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ترے گُن یا صفات ثلاثہ کا ذکر ہے (یعنی ستوگن روشنی- رجوگن- جوش- اور تموگن تاریکی) جو قدرت کی تین مخصوص صفات ہیں - اور ان صفات سے آٹھ ذہنی صفات ماخوذ ہیں جو اچھی بھی ہیں اور بری بھی- لیکن گو نظام سانکھ کا بانی کپل خدا کا منکر ہے - اور کہتا ہے - کہ قدرت غیر شعوری طور پر عمل کرتی رہتی ہے - روح کو اُس سے فوائد حاصل ہوتے رہتے ہیں اور یہ ارتقائے عالم خود بخود جاری ہے - تاہم اُسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جذبات مسرت والم قدرت کی غلامی کا نتیجہ ہیں - اور روح ان سے آزاد ہونا چاہتی ہے - اور علم کے ذریعہ سے نجات حاصل ہو سکتی ہے - اسی لئے بھگوت گیتا کے مصنف نے فلسفۂ سانکھ کے عمدہ اصولوں "خذ ما صفا" کے قاعدہ سے لے لیا ہے - لیکن پاتنجلی (جو یوگ کا بانی) روح اعظم یعنی خدا کا قائل ہے - اور علاوہ مراقبہ کے (جو فلسفۂ سانکھ میں بھی ذریعہ نجات ہے

اس کا قول ہے بھکتی یا عشق حقیقی سے بھی نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ طریقہ اُن لوگوں کے لئے بتایا گیا ہے۔ جو علوم و فنون کی باریکیوں سے نابلد ہیں۔ مثلاً کسان۔ مزدور۔ عورتیں اور شودر وغیرہ پاتنجلی نے بالتفصیل اُن جسمانی اور دماغی ورزشوں کا بھی حال لکھا ہے۔ جو اب تک یوگیوں اور صوفیوں کے ایک گروہ میں رائج ہیں۔

غرضکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ گیتا کا فلسفہ ویدانت. سانکھ اور یوگ کا نچوڑ ہے اور اسمیں سب کی خوبیاں موجود ہیں۔ جو بے لوثی سے عمل کرنے اور عشق الٰہی کی تعلیم دیتی ہیں ۔

۴۔ تصوف اسلام

تصوف اسلام میں توحید کے مختلف مدارج ہیں مثلاً ایمانی۔ علمی اور حالی توحید الٰہی۔ اور اہل توحید کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً وجودی۔ شہودی اور محقق ان میں سے وجودی اور شہودی ویدانت کی دو شاخوں سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً وجودی وہ ہیں جو وحدت وجود کے قائل ہیں یعنی توحید ذاتی کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں جتنی ذاتیں نظر آتی ہیں وہ سب ایک ہی ہیں۔ سوائے خدا کے کوئی دوسری چیز موجود نہیں ہے۔ صورت میں فرق ہے۔ مگر حقیقت سب کی ایک ہی ہے یعنی ہمہ اوست کے قائل ہیں۔ اس حالت میں سالک کا نور خداوندی نور کے عالم افروز جلوہ میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور شاہد و مشہود کی دوئی اُٹھ جاتی ہے۔ یہ فرقہ اپنے مسلک کے ثبوت میں قرآن کی یہ آیت پیش کرتا ہے (ان اللذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ) (اے رسول جنہوں نے تیری بیعت کی انھوں نے اللہ کی بیعت کی) یا (وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی) یعنی

اے محمدؐ وہ خاک جو تو نے کفار کی طرف پھینکی ہے۔ وہ باوجود پھینکنے کے تو نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے۔

دوسرا عقیدہ وحدت شہود کا ہے۔ یہ توحید عالمی کا نتیجہ ہے۔ یعنی بندہ یہ یقین کرے کہ موجود حقیقی صرف ذات باری ہے۔ انسان کی آنکھوں سے بعض حجاب دور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ ہر جگہ خدا ہی کا جلوہ ہے (ہو معکم اینما کنتم) یعنی قرآن کہتا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔ چونکہ عشق غالب ہوتا ہے اس لئے ہر جگہ خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ لیکن سالک میں یہ احساس باقی رہتا ہے۔ کہ خدا اور بندہ الگ الگ ہے۔ اسے ہمہ از دوست بھی کہتے ہیں اور اسے توحید فعلی سے متعلق ہونا بتاتے ہیں۔ یعنی خدا کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے۔ وہ مختار و قادر مطلق ہے اور سب مجبور ہیں۔

۵- گیتا اور جنگ

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ گیتا میں جو کوروؤں اور پانڈوؤں کی جنگ دکھائی گئی ہے۔ وہ محض تمثیلی حیثیت رکھتی ہے۔ اور حقیقت میں یہ انسان کے اندرونی جذبات کی کشمکش کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تاریخی ارجن اور تاریخی کرشن ضرور تھے مگر گیتا میں جس کرشن کا ذکر ہے وہ تاریخی کرشن نہیں ہیں بلکہ اُن کے پردہ میں مکمل کرشن کی تصویر کھینچی گئی ہے یعنی گیتا جنگ کی تعلیم نہیں دیتی۔

محمد عزیز اللہ صاحب حسینی نے ۱۹۰۵ء کے دکن ریویو میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ اس سے پہلے بھی ہٹھ یوگ کے مذاق پر ایک شرح لکھی جا چکی ہے۔ جسمیں

یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ کوروؤں اور پانڈوؤں میں جو لڑائی ہوئی تھی۔ اس میں کوروؤں کا بادشاہ اندھا تھا۔ اور اپنے رتھبان سے اس قصہ کو سنتا تھا۔ یہاں بادشاہ سے مراد دل ہے۔ جو حقیقت میں اندھا ہے۔ اور رتھبان حواس ہیں جنکے بغیر دل کچھ نہیں کر سکتا۔

غرضکہ اسی قسم کے مفروضات سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ انسان کے نیک و بد جذبات کی جنگ کے علاوہ اور کسی جنگ کا تذکرہ گیتا میں نہ سمجھنا چاہئے۔ اور اس اندرونی جنگ میں ہر انسان کو ارجن کی طرح برے جذبات کو قتل کر ڈالنا چاہئے تاکہ کامل سکون۔ اور وصال الٰہی حاصل ہو۔

لیکن میری ناچیز رائے میں گیتا سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے۔ اسلئے کہ:۔

(۱) مصنف نے مہا بھارت کی تاریخی جنگ کو بطور نمونہ کے سامنے رکھا ہے۔ اگر وہ قتل و خونریزی کو برا سمجھتا۔ اگر ایذا رسانی کو غیر ضروری جانتا اور اگر اسکا مذہب ہندو نہ ہوتا بلکہ بودہ یا جین مذہب کی طرح جان لینے کو ایذا رسانی سمجھتا۔ تو ممکن تھا کہ وہ کسی اور چیز کو نمونہ بناتا۔ بلکہ سرے سے مہا بھارت ہی کو ناجائز قرار دیتا۔

(۲) دوسری عجیب تر چیز یہ ہے۔ کہ اگر یہ اندرونی جذبات کی کشمکش کا نتیجہ ہوتا۔ تو مصنف کا یہ ظاہر کرنا کہ ارجن اپنے برے جذبات کو برا نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ انھیں قائم رکھنا چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس پر بھی تیار تھا کہ ان برائیوں کی پیروی میں ساری زندگی ختم کردے اور بھیک مانگ کر زندگی بسر کرے۔ کچھ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ بدترین شرابی اور چور بھی شراب اور چوری کو برا سمجھتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ارجن اپنے برے جذبات کو اچھا سمجھتا۔ کم از کم یہی کہہ دیتا کہ یہ جذبات برے تو ضرور ہیں لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ ان پر فتح حاصل کروں۔ لیکن واقعہ یہ نہیں ہے۔ درحقیقت اس کتاب میں اندرونی جذبات کی کشمکش نہیں۔ بلکہ معمولی جسمانی جنگ دکھائی گئی ہے۔ اور یہ کتاب تمثیل نہیں ہے۔ بلکہ مہا بھارت

کو نمونہ کے طور پر پیش کرتی ہے۔ اور ہر شخص کو ایسی حق کی لڑائی کے لئے دعوت دیتی ہے۔

مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ گیتا میں شروع سے اخیر تک ارجن کو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جنگ کرو۔ اس لئے کہ یہ تمہارا فرض ہے۔ اگر ایسا نہ کروگے تو دنیا بھر میں رسوا اور ذلیل ہو جاؤگے۔ ارجن کہتے ہیں کہ بھائی بندوں کو قتل کرکے جو سلطنت حاصل ہوگی اُس سے تو بھیک مانگنا بہتر ہے۔

سری کرشن جی فرماتے ہیں۔ کہ نہ کوئی مارنے والا ہے۔ نہ مرنے والا ہے۔ جو کچھ کارکنان قضا و قدر نے طے کر دیا ہے۔ وہی ہوگا۔ اور انسان مجبور محض ہے۔ جو کچھ خدا کرتا ہے وہی وہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ تو خود اپنی فطرت سے مجبور ہو کر وہی کریگا۔ جو ہونے والا ہے۔ آتما نہ مرتی ہے نہ مارتی ہے۔ اس لئے کھڑا ہو۔ اور جنگ کر۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنگ کرنا نہ صرف اچھی چیز ہے۔ بلکہ بعض موقعوں پر فرض ہے۔ غور فرمائیے کہ کچھ ظالم جمع ہو کر ڈکیتی اور قتل کے درپے ہوں۔ عورتوں کو بے آبرو کرنا چاہیں اور دیگر مظالم پر آمادہ ہوں۔ تو ایسی صورت میں مدافعت کرنا نہ صرف مستحسن ہے۔ بلکہ فرض ہے۔ ارجن کو دھوکا دیکر اُس کا حق چھین کر۔ سلطنت اور تاج و تخت سے محروم کر دینا کوئی اچھی بات نہ تھی۔ اُس پر طرّہ یہ کہ معمولی گزارہ دینے پر بھی کورو تیار نہ تھے۔ لیکن سب سے زیادہ قابل نفرت اور ذلیل حرکت یہ تھی۔ کہ کوروں نے دروپدی کو برسر دربار ذلیل و رسوا کیا ایسی صورت میں عزت اور دھرم کی حفاظت کرنا اور غاصبوں سے ملک اور قوم کو نجات دلوانا پانڈوؤں کا فرض تھا۔ سری کرشن جی نے جو تعلیم دی تھی اُسکا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ اگر دھرم کے لئے بے لوث ہو کر۔ ثمرہ عمل کی پرواہ نہ کرکے۔ اپنی ذاتی

اغراض کو چھوڑ کر۔ حتیٰ کہ یہ بھی پروانہ کرکے کہ فتح ہوگی یا شکست۔ تخت ملیگا یا تختہ اتنے ایثار اور بے نفسی کے ساتھ جو شخص میدان کارزار میں اپنا فرض انجام دے۔ وہی سچا بہادر دھرمی اور باعزت انسان ہے۔ انھوں نے تو یہ تعلیم تک دی۔ کہ ماں۔ باپ۔ بھائی بند۔ دوست اور گرو۔ غرضکہ عزیز ترین اور قریب ترین ہستیوں کی بھی پروانہ کی جائے۔ اور ضرورت پڑے تو خود اپنے ہاتھ سے انھیں قتل کر دیا جائے۔ لیکن حق کو نہ چھوڑا جائے۔ اور ذاتی اغراض سے پاک ہوکے یہ بھی نہ پروا ہو کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ اور کیا نہ ہوگا۔

اتنی زبردست اخلاقی تعلیم۔ اتنے بلند اور رفیع فلسفہ کو اگر محض یہ خیال کرکے ترک کر دیا جائے کہ قتال یا جنگ سے ایذا رسانی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ قابل قبول نہیں ہے۔ یا اس کی تاویل اس طرح کی جائے کہ گیتا میں صرف اندرونی جذبات کی کشمکش سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے پیرایہ میں دکھائی گئی ہے۔ تو میری ناچیز رائے میں یہ نتیجہ سراسر عقل اور تواریخ کے خلاف ہوگا۔
اس کے بعد ذرا اس پر غور فرمایئے کہ گیتا کے قابل احترام مؤلف نے مہابھارت کی جنگ کو بطور نصب العین کے اپنے سامنے رکھا ہے۔ وہ اس لڑائی کو جسمیں واقعی ایک انسان نے دوسرے انسان کا گلا کاٹا تھا اور جس میں ہزارہا انسانوں کا خون بہ گیا تھا۔ اور عرف عام میں بہتوں کو ایذا پہنچی تھی۔ ایسی جنگ کو بطور معیار حیات اور آئیڈیل کے پیش کرنا۔ کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ ویاس جی اور اس زمانہ کے فلسفی اس قسم کی جنگ کو اچھا ہی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ چاہتے تھے کہ عوام الناس اس سے سبق حاصل کریں اور اس نمونہ پر عمل کریں۔ اگر ان سب باتوں سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔ اور واقعات کو واقعات کی طرح نہ دیکھا جائے تو شاید ممکن ہو کہ ہم جنگ اور حق کی جنگ کو جسے مسلمان "جہاد" اور ہندو دھرم یدّھ کہتے ہیں بُرا سمجھنے لگیں ؟

ایذا یا دکھ کیا ہے

اذیت یا دکھ کی تعریف کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ دُکھ کیا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ دُکھ سے افعال وحرکات میں سُستی اور کمی ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے راحت سے انکی ترقی ہوتی ہے۔ اس نظریہ کو نہ صرف متقدمین نے مانا ہے۔ بلکہ آجکل کے ماہرین علم نفس بھی اس کے قائل ہیں۔ (دیکھئے فلسفۂ جذبات۔ ریبو صفحہ ۸۲) اور ہر شخص یہ بھی جانتا ہے۔ کہ ایذا رسانی کیا ہے۔ مثلاً کسی کا مال چھین لینا۔ یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالنا یا کسی کو جھوٹی خبر مرگ سُنانا یہ سب ایذارسانی ہے۔

اس حقیقت سے تو کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ بلاوجہ اور بلا ضرورت کسی جاندار کو ایذا پہنچانا انصاف کے خلاف ہے۔ اور جو چیز انصاف کے خلاف ہے وہ یقیناً بداخلاقی سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اخلاقیات کے ماہرین جانتے ہیں کوئی چیز فی نفسہ اچھی یا بُری نہیں ہوتی۔ بلکہ فاعل کی نیت اور فعل کے نتیجہ پر اس فعل کی اچھائی یا بُرائی کا دارومدار ہے۔ ہاتھ کاٹنا ایذارسانی ہے۔ بُرا ہے۔ اور اخلاقاً مذموم ہے یا نہیں۔ اسکا بھی وہی جواب ہوگا جو اس سوال کا ہوگا کہ قتل کرنا بُرا ہے یا نہیں۔ ہوسکتی اگر ہاتھ کاٹنے سے کسی مریض کا مرض کم ہو سکتا ہے۔ یا اُسکی جان بچ سکتی ہے۔ تو ڈاکٹر اور تیماردار اخلاقاً ملزم نہیں بشرطیکہ انھوں نے خوش نیتی سے یہ فعل کیا ہو اسی طرح قتل کرنا۔ یا اور اسی قسم کے افعال جو بظاہر تکلیف پہنچانے والے معلوم ہوتے ہیں۔ قطعی جائز ہیں بشرطیکہ نیک نیتی سے ایسے افعال کئے جائیں۔ ایسی حالت میں گو کسی فرد واحد یا جماعت کو بظاہر اذیت پہنچے گی۔ لیکن

اسمیں اُن ہی کا فائدہ ہوگا۔ یا اُن کے جزئی نقصان کے بدلے میں انسانیت کو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ اسی اصول کے ماتحت دنیا قائم ہے۔ ایک چیز کی فنا دوسری چیز کی بقا بن جاتی ہے۔ جمادات سے نباتات کو۔ نباتات سے حیوانات کو اس طرح فائدہ پہنچتا ہے کہ ایک چیز بہ ظاہر مٹ جاتی ہے اور دوسری چیز کو زندگی بخشتی ہے۔ لیکن اگر نظر غائر سے دیکھا جائے۔ تو یہ سلسلہ حیات و ممات صرف سطحی ہے۔ اور واقعتاً یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر چیز جسے ہم مردہ سمجھتے ہیں وہ قدرت کے کارخانہ میں ایک خاص حیات کا درجہ رکھتی ہے۔ اور ہر لمحہ بلند تر زندگی کی طرف جا رہی ہے۔

جب ہم موجودات پر اس حیثیت سے نظر ڈالیں کہ جزئیات کو چھوڑ دیں اور کل ہماری نظر میں ہو۔ وحدت کائنات کو پیش نظر رکھیں اور غور کریں تو دکھ۔ سکھ۔ اذیت و راحت۔ مسرت و الم یہ سب چیزیں عارضی حالتیں۔ یا گزرنے والی کیفیتیں معلوم ہونگی اور حقیقی اور اصلی چیز اور آخری چیز صرف روح رہ جائیگی۔ جو نہ مرتی ہے۔ نہ مارتی ہے۔ یعنی جسم کا مرنا روح کا مرنا نہیں ہے۔ وہ تو اس ظاہری موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے بھی اگر ہم ایذا رسانی کے مسئلہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ایذا رسانی کوئی چیز نہیں ہے۔ اور ایسی ایذا رسانی جو اخلاقاً ضروری ہو۔ اور جسمیں مخلوقات کا بھلا ہو۔ تو وہ ایک معنی سے ایذا رسانی ہی نہیں بلکہ وہ تو راحت رسانی ہوئی۔

لہذا ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ جسے عرف عام میں ایذا رسانی کہتے ہیں وہ بعض اوقات اخلاقی حیثیت سے راحت رسانی ہے۔ اور اسطرح جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ کہ اس طرح کی ایذا رسانی کی جائے لیکن وہ ایذا رسانی جسکی بنیاد ظلم پر ہو یقیناً قابل نفرت و ملامت ہے۔

عدم ایذارسانی کا نتیجہ

اگر کوئی شخص عدم ایذارسانی کے یہ معنی سمجھے کہ کسی حالت میں بھی کسی کو ایذا نہ پہنچائی جائے خواہ اسکی ضرورت ہی کیوں نہ ہو تو ایسی صورت میں اُسمیں چند ایسی مذموم صفات پیدا ہو جائیں گی جو قدرت کے خلاف ہیں۔ مثلاً وہ حد سے زیادہ رحم دل ہو جائیگا۔ جو بزدلی کے درجہ تک اُسے پہنچا دیگی۔ وہ اعمال کو قطعی ترک کرنے کی کوشش کریگا۔ اس لئے ہر ایک عمل میں کسی کو سکھ یا کسی کو دکھ پہنچانا ضروری ہے عدم ایذارسانی کا خیال گوتم بدھ کے زمانہ میں زیادہ ترقی پر تھا۔ جسکا لازمی نتیجہ بے عملی اور کاہلی تھا۔ غالباً اس بے عملی کو عمل سے سکون کو حرکت سے۔ بزدلی کو ہمت سے اور انفرادی اعمال کو اجتماعی اعمال سے تبدیل کرنے کے لئے گیتا کے عملی فلسفہ کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ وہ حالت جو ملک کے نوجوانوں میں مہاتما بدھ کی تعلیم سے نہیں۔ بلکہ اُنکے پیرووں کی تعلیم سے پیدا ہو گئی تھی۔ آزاد کیا جائے جنہوں نے عدم ایذارسانی کو درجہ اعتدال یا درجہ وسط سے گرا کر تفریط کے درجہ پر پہنچا دیا تھا۔ اور ملک میں بے عملی اور کاہلی کو ترقی دے دی تھی۔ اور اسمیں اس قدر غلو ہو گیا تھا کہ جانور تو کیا درختوں کی شاخوں کا توڑنا۔ زمین پر چلنا۔ اور سانس لینا بھی ہنسا ہو گیا تھا۔ یہ چیز نہ تو قوانین قدرت کے مطابق ہے۔ نہ عامۃ الناس کو اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ عدل و انصاف کے مطابق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گیتا کی تعلیم محبت کی تعلیم ہے۔ اور جو شخص محبت والا دل رکھتا ہے وہ ہرگز کسی کو ایذا پہنچا نا پسند نہ کرے گا۔ اسی کے ساتھ ساتھ گیتا کی تعلیم فطری تعلیم ہے۔ جس طرح محبت کا قانون ایک بنیادی اور

عالمگیر قانون ہے۔ اُسی طرح یہ بھی ایک عالمگیر قانون ہے کہ ہر جاندار کو اپنی فطرت کے مطابق اور قوانین قدرت کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے اور اعتدال کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے بہ الفاظ دیگر اعمال وعبادات میں حد سے زیادہ بڑھ جانے کو گیتا نے صاف صاف بُرا کہا ہے۔ مثلاً سترھویں مکالمہ کے پانچویں اور چھٹے اشلوکوں کو ملاحظہ فرمایئے ۔

"جو لوگ سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔ جنکی اجازت الہامی کتابوں میں نہیں ہے۔ وہ غرور وخودی میں مبتلا ہو کر اپنی خواہشات وجذبات سے مجبور ہیں (۵)" "جو بے عقل ہیں اور اُن عناصر کو ایذا پہنچاتے جن سے جسم مرکب ہے حتیٰ کہ مجھ کو بھی ایذا پہنچاتے ہیں جو اُن کے جسم میں جاگزیں ہوں۔ ان کو اپنے ارادوں میں شیطانی سمجھ"

۶۔ بھگتی یا عشق حقیقی

گیتا کی تعلیم کا لب لباب کیا ہے۔ اور نجات کس طرح حاصل ہو سکتی ہے اسکے متعلق گیتا نے تین طریقے بتائے ہیں۔ اوّل یہ کہ اعمال اس طرح کئے جائیں کہ ثمرۂ عمل کی خواہش نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ علم کے ذریعہ سے معرفت الٰہی حاصل کی جائے۔ تیسرے یہ کہ بھگتی یا عشق حقیقی کے ذریعہ سے نجات حاصل کی جائے۔ ان میں سے ہر ایک طریقہ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہی بہترین طریقۂ نجات ہے۔ لیکن خود سری کرشن جی نے عشق حقیقی کو بلند ترین درجہ دیا ہے۔ نویں مکالمہ میں شاہی علم اور شاہی راز کا یوگ بتایا گیا ہے۔ اسمیں بھگتی کے نغمہائے شیریں روح کو محبت کے پاکیزہ اور بے لوث بنا دینے والے سروں میں محو کر دیتے ہیں۔ محبت ہی ذریعہ نجات ہے۔ اور محبت ہی ایسی چیز ہے جو اس

دنیا میں بے لوث خدمت کرا سکتی ہے اور آدمی کو انسان بنا سکتی ہے میرے خیال میں عشق حقیقی ہی وہ چیز ہے جس کے لئے گیتا نے مختلف طریقوں سے انسان کو راغب کرنے کی کوشش کی ہے۔ عدم ایذا رسانی کیا ہے، محبت کا دوسرا نام ہے۔ معرفت الٰہی کیا ہے۔ محبت ہی ہو سکتی ہے۔ عمل کرنا لیکن اس طرح کہ ثمرہ عمل کی پروا نہ کی جائے۔ یہ چیز بھی سوائے محبت کے حاصل نہیں ہو سکتی خودی۔ تکبر اور خود غرضی۔ محبت ہی کی آگ میں جل کر فنا ہو سکتے ہیں میں اس مضمون کو مندرجہ مشہور اشعار پر ختم کرتا ہوں۔ جو مولانائے رومی کے سچے جذبات کا نتیجہ ہیں۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما
عاشق صنع خدا باقی بود   عاشق مصنوع آں فانی بود

اور حضرت واعظ فرماتے ہیں ؎

در خاطر شان ز خاص و ز عام
یکساں شدہ آفرین و دشنام
چوں نیک و بد از خدائے دیدند
رو از ہمہ خلق در کشیدند

از قلم عرفان رشم

جناب حکیم حافظ مولانا محمد الفاروقی، فاضل مصری

مسلمانوں کی تمدنی خصوصیت ہمیشہ یہی رہی ہے۔ کہ ان کی فاتحانہ مہمات مال و دولت سے زیادہ مفتوح قوموں کے علوم و فنون پر اپنا قبضہ کیا کرتی تھیں خود خلیفہ ثانیؓ کے دفاتر اجنبی کاتبوں سے محض اسی لئے معمور تھے۔ کہ اجنبی علوم مسلمانوں میں منتقل ہو جائیں۔ بنو امیہ باوجود انتہائی عصبیت کے اپنے درباریوں کو اجنبی فضلاء سے ہمیشہ مزین رکھتے تھے۔ ہسپانیہ کی علمی ترقیاں اور لامحدود علوم و معارف کی اشاعت اسی طرز عمل کی مرہون منت تھی۔ بغداد کا دربار اسحاق بن سرافیوں کے سے اجنبی اور غیر مسلم فضلاء سے آراستہ تھا۔ اور حکیم بیدپا کے اخلاقی حکم۔ بطلیموسی ہیئت۔ افلاطونی الہیات یونانی طب۔ حکومت کی سرپرستی میں صرف منتقل ہو کر نہیں آئی۔ بلکہ مسلمانوں نے انھیں اتنی زینت بخشی کہ آج وہ بالکل نئے اور جداگانہ اسلامی علوم معلوم ہوتے ہیں۔ یہ خصوصیت محض عربوں ہی کی فتوحات میں نہ تھی۔ بلکہ اُن جملہ اقوام نے بھی، جو اگرچہ چنگیزی خاندان سے تھیں لیکن اسلام کے سرچشمہ سے سیراب ہو چکی تھیں جب کبھی فتوحات کیں، وہاں کے علوم و فنون اپنی زبان میں منتقل کر لئے۔ داراشکوہ فیضی اور بہت سے دیگر مسلمان ہندوستان میں بھی اسی علمی ذوق سے بہرہ اندوز تھے۔ بد قسمتی سے ڈیڑھ سو برس کے موجودہ تمدن نے ہندوستانیوں کے دماغوں کو اس طرح غلط راستہ پر لگا دیا۔ کہ ملت مسلمہ کے افراد آج افلاطون الٰہی کے نام پر تو سر نیاز جھکا دیتے ہیں لیکن ہندو فلسفہ اور تصوف کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ قابل مبارکباد ہیں وہ

لوگ جو الحکمۃ ضالۃ المومن (حکمت مسلمانوں کی گم شدہ چیز ہے۔ اسے جہاں پاؤ لے لو) پر آج بھی عمل کر رہے ہیں۔ میرے دوست فاضل مترجم ان ہی مغتنم ہستیوں میں ہیں۔ جو اس دور جہالت میں بھی حقیقی انسانی وسعت قلب کے ساتھ ہر ایک شیریں چشمہ سے اپنی لذت کو سیراب کرنا چاہتے ہیں۔ فاضل موصوف کا ترجمہ گیتا معہ فاضلانہ مقدمہ کے میں نے دیکھا۔ میرے نزدیک جس تبحر علمی کے ساتھ انھوں نے گیتا پر نظر ڈالی ہے۔ وہ انکی غیر معمولی علمی قابلیت کی دلیل ہے۔ مجھ ایسا کم بضاعت آدمی ہرگز اسکی صلاحیت نہیں رکھتا کہ وہ اس مقدمہ پر تبصرہ کر سکے۔ بہر کیف حسب استطاعت چند خیالات گیتا کے متعلق تحریر کرتا ہوں۔

فاضل موصوف نے گیتا کی تاریخی اور فلسفیانہ حیثیت پوری طور پر واضح کرتے ہوئے تصوف اسلام اور قرآن کی روشنی میں جو اظہار رائے کیا ہے۔ وہ دقیق خیالات و حقائق پر مبنی ہے تناسخ کے متعلق فاضل موصوف نے جو اشعار مثنوی کے لکھے ہیں۔ ان میں مولانا نے جن ارتقائی مدارج کا تذکرہ کیا ہے ان سے سلوک کے وہ مختلف مقامات مراد لئے ہیں۔ جن پر سالک کا درجۂ وصال تک پہونچنے سے پہلے گزر ہوتا ہے۔ نفس کی مختلف کیفیات جو ان مقامات پر گذرتے وقت اس پر طاری ہوتی ہیں۔ جمادیت۔ حیوانیت اور ملکیت سے تعبیر کی جاتی ہیں۔ جب یہ مقامات طے ہو جاتے ہیں۔ تو وصول الی اللہ یا وصال وجود حقیقی کا مرتبہ آتا ہے۔ جسکو عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ مرتبہ "لاقیدؔ" یا "لابشرط شیئی" کا ہے۔ قائلین وحدت الوجود صرف ایک وجود کے قائل ہیں۔ جسکے مختلف حصے، مختلف تعینات سے وابستہ ہوکر احساسات کے سامنے ایک مستقل وجود کی مغالطانہ صورت پیدا کر دیتے ہیں اور مختلف اوصاف سے مزین ہوکر سطحی نظر والوں کے لئے اختلاف مناظر کا

باعث ہوتے ہیں جو آنکھیں حقیقت رس نہیں ہوتیں۔ وہ کسی چیز کو خوشنما اور کسی کو کریہہ المنظر سمجھتی ہیں۔ جب حقیقت حال تک رسائی ہو جاتی ہے۔ تو سکون اور راحت ابدی حاصل ہو جاتی ہے۔ جسے جنت الفردوس کہئے یا "نروان" سے تعبیر کیجئے۔ اور یا مولانا کی زبان سے اسے "عدم ارغنون" کہئے۔

کرشن جی نے بھی سولھویں مکالمہ میں پہلے صفات خداوندی بیان کی ہیں۔ جو تفرقہ اور تعینات کا مرتبہ ہے۔ اس کے بعد ارجن سے کہا ہے "رنج نہ کر اس لئے کہ تو یزدانی صفات کے ساتھ پیدا ہوا ہے" اس حقیقت کو اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ (ترجمہ بیشک اللہ کے دوستوں کو خوف و غم نہ کرنا چاہیئے) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (ہم اللہ ہی کی طرف یقیناً واپس جائینگے) اسی مرتبہ عدم کو جو کمال انسانی ہے۔ اور جس میں تمام قیود اٹھ جاتی ہیں تعبیر کیا گیا ہے ؎

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند
در حقیقت نسب عاشق و معشوق یکیست
بوالفضولان صنم و برہمنے ساختہ اند"

وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ

فاضل مترجم نے اوتار کے نظریہ پر بھی مختصر روشنی ڈالی ہے۔ اگر اوتار کسی ایسے شخص کو کہتے ہیں۔ جسمیں صفات خداوندی (جنکا تذکرہ مجملاً گیتا میں آیا ہے اور تفصیلاً قرآن کی کثیر آیتوں میں مذکور ہے) جلوہ گر ہوں۔ اور وہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مظہر ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ صفات عبدیت کا بھی حامل ہو۔ تو ایسا شخص اسلامی نقطۂ نظر سے رسول کہا جائیگا۔ اور

اس طرح اوتار اور رسول میں کوئی فرق نہ سمجھا جائیگا۔ لیکن ایسا نہ ہو تو وہ اسلامی نقطۂ نظر سے رسول نہیں ہو سکتا۔

فاضل مترجم نے "گیتا اور نجات" کے عنوان سے جو مختصر اور دلچسپ مقالہ ناظرین کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ بالکل فطری اور دین فطرت کے مطابق ہے۔ صرف تین آئتیں اس سلسلہ کی پیش کرتا ہوں۔

۱۔ عمل = فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ (جو ذرا بھی نیکی کریگا اسکی جزا پائیگا۔ اور جو تھوڑی سی بھی بدی کریگا وہ اُسکے آگے آئیگی)

۲۔ عرفان = لایستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون (اہل علم اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے)

۳۔ محبت = الذین اٰمنوا اشد حباً للّٰہ (ایمان والے خدا سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں)

ان مختصر الفاظ کے ساتھ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا ابنائے ملت اور اہل وطن کو سچائی کی تلاش کی توفیق دے۔ اور اچھوں کے اعمال کی پیروی کرنے کا جذبہ اُن کے دلوں میں پیدا کر دے۔ اھدنا الصراط المستقیم ہ صراط الذین انعمت علیھم

خاکسار محمد الفاروقی

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کی رقم کا   حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن   آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا

بھگوت گیتا

یا

نغمہ یزدانی

تو جو کہتا ہے کہ خالق کو تو دیکھا ہی نہیں   یہ تو بتلا وے کہ تو نے ابھی دیکھا کیا ہے

اُسکا ہونا نہیں واجب۔ تو نہیں کچھ ممکن   اور جب کچھ نہیں ممکن تو یہ جھگڑا کیا ہے

هُوَ الکُل

بھگوت گیتا

نغمۂ خداوندی یا ترانۂ سرمدی

مکالمہ

ارجن وشاد (دکھ) یوگ یعنی ارجن کا غم و یاس۔

دھرت راشٹر[1] نے کہا:۔

۱۔ اے سنجے[2] مجھے بتاؤ۔ کہ اس پاک سرزمین میں جسے کوروکھشیتر (کوروکا میدان) کہتے ہیں۔ جنگ کرنے کی خواہش سے جمع ہو کر میرے اور پانڈو کے بیٹوں نے کیا کیا؟

سنجے نے جواب دیا:۔

۲۔ اے دھرت راشٹر۔ جب راجہ دُریودھن نے (اپنے مقابل) پانڈوؤں کی فوج کو صف آرا پایا۔ تو وہ اپنے گرو (درونا چارج) کے پاس جا کر یوں گویا ہوئے۔

۳۔ گرو! پانڈو کے بیٹوں کی زبردست فوج کو ملاحظہ فرمائیے جسے آپ کے ہوشیار شاگرد درو پد کے بیٹے نے مرتب کیا ہے۔

۴۔ یہ نبرد آزما مشہور تیر انداز ہیں۔ جو بھیم اور ارجن کی طرح جنگ کر سکتے ہیں۔

---

[1] لغوی معنی حکومت رکھنے والا۔ دُریودھن کے والد کا نام۔ [2]۔ دھرت راشٹر کا وزیر۔ ایلچی اور رتھ بان

مثلاً یویودھان ۔ وراٹ اور مہارتھ (بڑی رتھ والے)[1] درو پد۔

۵۔ دھرشٹکیتو ۔ چیکتیان اور کاشی کا بہادر راجہ ہے ۔ پروجیت ۔ کنتی بھوج اور آدمیوں میں سانڈ (یعنی قوی) شیبیہ بھی ہے ۔

۶۔ مضبوط یودھامینو ۔ بہادر اوتم اوجس (ابھی منیو) سوبھدرا۔ اور دروپدیا بھی ہیں ۔ جو سب کے سب مہارتھ[2] ہیں ۔

۷۔ اے اونچی ذات والوں میں بہترین انسان ! اب ہماری فوج کے سرداروں کے نام سنئے ۔ آپ کی اطلاع کے لئے اب میں اپنے لشکر کے افسروں کے نام گنتا ہوں۔

۸۔ آپ خود ۔ اور بھیشم اور کرن اور کرپ فاتحان جنگ ۔ اشوتھاما ۔ وکرم اور سوم دت کے بیٹے ۔

۹۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے سورما ہیں جو میرے لئے اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہیں ۔ جو کمانوں اور مختلف قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہیں ۔ اور فنون جنگ میں ماہر ہیں ۔

۱۰۔ تاہم ہماری فوج ناکافی معلوم ہوتی ہے ۔ گو اُس کے سردار بھیشم ہیں ۔ اور اُن کی فوج کافی و قوی معلوم ہوتی ہے چونکہ اُس کے افسر بھیم ہیں ۔

۱۱۔ (دریودھن نے کہا) لہٰذا تم میں سے ہر ایک کا فرض ہے ۔ کہ اپنے اپنے دستوں میں استقلال سے قدم جمائے ۔ حتیٰ کہ جتنے افسر ہیں وہ بھیشم کی حفاظت کریں ۔

۱۲۔ تب کوروؤں کے بزرگ یعنی پر عظمت بھیشم نے اُن کے دلوں کے بڑھانے کے لئے بلندی پر کھڑے ہو کر شیر کی گرج کی مانند سنکھ بجایا ۔

۱۳۔ پھر تو فضا میں سامعہ شگاف سنکھوں ۔ ڈھولوں ۔ نرناؤں ۔ نفیریوں اور گہونگھوں کی صدائیں گونجنے لگیں ۔

---

[1] وہ اکیلا دس ہزار تیر اندازوں سے لڑ سکے ۔

۱۴۔ تب مادھو (سری کرشن) اور پانڈو (ارجن) نے جو اپنے جنگی رتھ میں بیٹھے ہوئے تھے (جس میں سفید گھوڑے جتے ہوئے تھے) اپنے خداوندی سنکھوں کو بجایا۔

۱۵۔ ہریشی کیش[۱] نے پنج جنیہ[۲] سنکھ بجایا۔ اور دھننجے[۳] نے دیودت (خدا کا بخشا ہوا) سنکھ بجایا۔ خوفناک کام کرنے والے بھیم نے پونڈرا نام کا زبردست سنکھ بجایا۔

۱۶۔ اور راجہ یدھشٹر (کنتی کے بیٹے) نے اپنا اننت وجے[۴] سنکھ بجایا۔ اور نکل و سہدیو نے اپنا اپنا سوگھوش[۵] اور منی پشپک[۶] بجایا۔

۱۷-۱۸۔ اے دنیا کے آقا (دھرت راشٹر) بڑی کمان والے کاشی راج۔ مہا رتھ شکھنڈی۔ دھرشٹ دیومن۔ وراٹ کے راجا۔ اور ناقابل تسخیر ساتیکی۔ درو پد اور دروپدی کے پانچوں بیٹوں نے۔ اور سبھدرا کے بہادر بیٹوں نے اپنے سنکھ بجائے۔

۱۹۔ اس شور و ہنگامہ نے جس سے زمین و آسمان لرزنے لگے کوروؤں کے دلوں کو ہلا دیا۔

۲۰۔ جب سب کورو جنگ کے لئے تیار ہو کر رزمگاہ میں کھڑے ہو گئے۔ اور تیروں کی بارش ہونے ہی والی تھی۔ کہ ارجن نے دھنک اٹھالی۔ وہ ارجن جس کے جھنڈے پر بندر کا نشان ہے۔ اور ہریشی کیش (سری کرشن جی) سے یوں ہمکلام ہوئے۔ ارجن نے کہا:۔

---

[۱] وشنو بھگوان کا نام یعنی حواس کا حکمران۔ [۲] یہ سنکھ پنج جن دیو کی ہڈیوں سے بنا تھا۔ [۳] لغوی معنی دولت کو فتح کرنے والا۔ یعنی ارجن۔
[۴] لامتناہی فتح۔ [۵] نغمۂ شیریں۔
[۶] جواہر غنچہ

۲۱۔ آقائے عالم۔ اَچْیت[1]! میری رتھ کو دونوں فوجوں کے درمیاں میں لے چلئے۔
۲۲۔ تاکہ میں یہ دیکھ سکوں کہ جنگ کرنے کے لیئے کون کون آیا ہے۔ اور جب جنگ شروع ہو جائے گی تو مجھ سے کون کون لڑے گا۔
۲۳۔ اور میں دیکھ سکوں کہ وہ کون لوگ ہیں جو جنگ کے لئے تیار ہو کر جمع ہوئے ہیں۔ تاکہ بدعقل دھرت راشٹر کے بیٹے کو لڑائی میں خوش کریں۔

سنجے بولے۔

۲۴۔ اے بھارت (دھرت راشٹر) جب گُڈاکیش[2] نے ہریشی کیش سے یہ کہا۔ تو انھوں نے اس پرشوکت رتھ کو دونوں فوجوں کے درمیان کھڑا کر دیا۔
۲۵۔ (سری کرشن نے رتھ کو اس طرح کھڑا کیا کہ) رتھ کو بھیشم درون اور دوسرے سردار اور راجہ دیکھ سکیں۔ اور کہا: "پارتھ! (ارجن) ان کوروؤں کو دیکھ جو جمع ہوئے ہیں"۔
(۲۶) تب پارتھ نے دیکھا کہ وہاں چچا۔ دادا۔ گرو۔ ماموں۔ بھائی بیٹے۔ پوتے اور دوست سب جمع ہیں۔
۲۷۔ جن میں خسر بھی ہیں۔ مربی بھی ہیں۔ جو دونوں فوجوں میں شریک ہیں۔ ان عزیزوں کو اس طرح صف آرا دیکھ کر کنتی کے بیٹے (ارجن) کا دل رحم سے معمور ہو گیا اور وہ غمگین ہو کر کہنے لگے:۔

ارجن نے کہا:۔

۲۸۔ اے کرشن!۔ ان عزیز واقربا کو دیکھ کر جو صف آرا ہیں اور جنگ کے مشتاق۔
۲۹۔ میرے اعضا نے جواب دیدیا ہے۔ میرا منہ خشک ہے۔ میرا جسم لرزتا ہے۔

---

[1] نہ بدلنے والا۔ [2] ارجن (نیند کا آقا)

اور رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔
۳۰۔ گانڈیو (ارجن کی کمان) میرے ہاتھوں سے چھٹی جاتی ہے۔ میرا بدن جل رہا ہے۔ پاؤں کانپتے ہیں اور سر چکراتا ہے۔
۳۱۔ کیشو۔ میں برے شگونوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے اپنے عزیزوں کی خونریزی میں کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا۔
۳۲۔ اے کرشن! نہ تو مجھے فتح کی ضرورت ہے۔ نہ راج اور مسرت کی۔ اے گووندا سلطنت اور مسرت تو کیا مجھے زندگی تک کی تمنا نہیں ہے

۳۳۔ وہی لوگ جن کے لئے ہم سلطنت لذات ونشاط کی خواہش کرتے ہیں۔ وہی زندگی اور دولت پر لات مار کے جنگ کے لئے تیار ہیں

ما زیاران چشم یاری داشتیم
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
(حافظ)

۳۴۔ آستاد۔ باپ۔ بیٹے اور دادا۔ ماموں خسر۔ پوتے۔ سالے اور دوسرے اعزار موجود ہیں۔
۳۵۔ اے مدھوسودن! انھیں قتل کرنے کی خواہش مجھ میں نہیں ہے۔ ہاں میں خود قتل ہو سکتا ہوں۔ تینوں عالموں کی سلطنت کے بدلے بھی یہ نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ صرف اس دنیا کی سلطنت کے لئے۔
۳۶۔ اے جناردن (فنا کرنے والے!) ہمیں دھرت راشٹر کو قتل کر کے کیا خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ ان جانبازوں کو قتل کرنا گناہ مول لینا ہے۔
۳۷۔ ہاں۔ ہم ہرگز دھرت راشٹر کے بیٹوں کو جو ہمارے عزیز ہیں۔ نہ ماریں گے اے مادھو! اپنے خاندان کا خون کر کے ہم کیسے خوش رہ سکتے ہیں
۳۸۔ اگرچہ یہ لوگ حرص کے پھندے میں پھنس کر اپنی نسل کو مٹانے کے خطرے کا احساس نہیں کرتے اور نہ یہ دوستوں سے بیوفائی کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔

۳۹۔ آخر ہم خود کیوں نہ اس گناہ سے بچیں۔ حالانکہ ہم اُس خطرے سے واقف
ہیں جو ایک نسل کے مٹانے میں مضمر ہے۔

۴۰۔ خاندان کے تباہ ہونے سے خاندان کی قدیم روایات (دھرم) بھی تباہ ہو جاتی
ہیں اور رسم و رواج کی تباہی سے آئین خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔

۴۱۔ غیر آئینی (آدھرم) کے باعث۔ اے کرشن۔ خاندان کی خاتونیں خراب
ہو جاتی ہیں۔ اور جب عورتیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اے ورشنے! تو ذاتیں مخلوط
ہو جاتی ہیں۔

۴۲۔ خاندان اور قاتلان خاندان کو یہ اختلاط جہنم میں لے جاتا ہے۔ اس لئے کہ
ان مورثوں کو پنڈ[1] پانی اور دوسری نذریں نہیں پہنچتیں۔

۴۳۔ خاندان کے قاتلوں کے اُن زشت افعال کی وجہ سے جن سے ذاتیں مخلوط
ہوتی ہیں۔ قدیم ذات کی رسمیں اور خاندانی روایات فنا ہو جاتی ہیں۔

۴۴۔ اس لئے کہ جن لوگوں نے اپنے خاندان کی رسموں کو فراموش کر دیا ہے اے جناردن!
وہ لوگ ضرور جہنم میں رہیں گے۔ ایسا ہی ہم نے سنا ہے۔

۴۵۔ آہ۔ ہم ایک پُر معصیت کام کرنے میں مصروف ہیں۔ سلطنت کی ہوس اور اُس
کی مسرتوں کے لئے ہم اپنوں کا خون کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔

۴۶۔ دھرت راشٹر کے بیٹے، اگر مسلح ہو کر
مجھے اس طرح قتل کر دیں کہ میں نہتا اور غیر
متشدد ہوں تو میرے لئے زیادہ اچھا ہو۔

سنجے نے کہا:۔

من از بازوئے خود دارم بسے شکر
کہ زور مردم آزاری ندارم

۱؎ ہندو رواج کے مطابق مرنے کے بعد چاول کے لڈو روحوں کو نذر کئے جاتے
ہیں اسے پنڈ کہتے ہیں۔

۴۷۔ میدان جنگ میں یہ تقریر کر کے ارجن رتھ کی نشست پر دونوں لشکروں کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور دھنک بانا اُن کے ہاتھ سے گر گیا۔ اور اضطراب دل سے بے چین ہو گئے۔

اوم تت ست

اس طرح نغمۂ خداوندی کے اُپنشدوں میں علم الٰہی میں یوگ شاستر کی بابت شری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں ارجن کے غم و یاس یوگ نام کا

پہلا مکالمہ ختم ہوتا ہے۔

دوسرا مکالمہ

سانکھیہ یوگ یا ماہیت روح

اس مکالمہ میں کرشن جی نے بتایا کہ اضطراب فضول ہے۔ اوائے فرض کے سامنے کسی چیز کی پرواہ نہ کرو۔ جنگ کرنا چھتری کا دھرم ہے۔ لڑائی سے بھاگنا بدنامی مول لینا ہے۔ جو موت سے بدتر ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ نیک عمل کرے اور کشمکش و رنج میں نہ پڑے بلکہ خواہشات کو فرائض پر قربان کردے۔ تاکہ یکسوئی حاصل ہو۔ اور جو شخص دنیوی لذتوں کے فریب سے بچ کر سکون حاصل کر لیتا ہے وہی وصال الٰہی سے فیضیاب ہوتا ہے۔

سنجے نے کہا:۔

۱۔ مدھوسودن[1] نے ارجن کو اس طرح غمگین و چشم نم دیکھکر کہا۔

۲۔ ارجن۔ یہ کیسا بے وقت کا رنج ہے۔ جو بھلے آدمیوں (آریوں) کے لئے ناز یبا۔ اور جنت کا راستہ بند کرنے والا ہے۔ اور تیری بدنامی کا باعث ہے۔

۳۔ پارتھ! کمزوری کو راہ نہ دو۔ تم پر یہ زیبا نہیں ہے۔ اس پست کمزوری قلب کو چھوڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اے پرنتپ[2]۔

ارجن نے کہا:۔

۴۔ میں بھیشم اور درون پر تیروں سے کس طرح حملہ کر سکتا ہوں۔ یہ لوگ تو قابل پرستش و احترام ہیں۔ اے دشمنوں کے قاتل!

۵۔ ان فراخدل اور حریص بزرگوں کو قتل کر کے دولت اور خواہش کی خون آلود

خاطر ان شوخ زبس نازکست نالہ دل بے اثرم آرزوست	شاہ محمد حسین الہ آبادی

---

[1] مدھو کے قاتل (جو ایک دیو تھا)۔ [2] دشمنوں کو فتح کرنے والا

مسرت کو حاصل کرنے سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ بھیک مانگ کے ٹکرے کھاؤں۔

۶۔ دھرت راشٹر کی وہ فوج ہمارے مقابل ہے جسے قتل کر کے ہم بھی زندہ رہنا نہیں چاہتے اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم فاتح ہوں یا ہمارے مخالف۔

بے اثری مجھے قبول۔ ایسے اثر کو کیا کروں
اب تو خدا اثر نہ دے آہ جگر گداز میں
(فانی)

۷۔ رحم نے میرے دل کو کمزور کر دیا ہے۔ میرا دل فرض شناسی (دھرم) کے متعلق شش و پنج میں ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کرنا بہتر ہوگا مجھے قطعی طور پر بتائیے۔ میں آپ کا چیلا ہوں۔ آپ سے عاجزانہ التماس ہے کہ مجھے تعلیم دیجئے۔

۸۔ گو میں بلا شرکت غیرے اس زرخیز دنیا کا مالک ہو جاؤں۔ گو میں فرشتوں تک پر حکمراں ہو جاؤں۔ تاہم میں وہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ جو میرے حواس سوز رنج کو کم کر سکے۔

سنجے نے کہا:۔

۹۔ دشمنوں کو مغلوب کرنے والے گڈاکیش نے حواس پر قابو رکھنے والے ہریشی کیش سے مندرجہ بالا باتیں کہنے کے بعد کہا "میں نہ لڑوں گا"۔ یہ کہا اور خاموش ہو گئے۔

۱۰۔ اے بھارت! ہریشی کیش نے یہ سن کر مسکراتے ہوئے یہ الفاظ ان سے کہے (جو دونوں لشکروں کے درمیان غمزدہ حالت میں تھے)۔

مقدس آقا نے فرمایا:۔

۱۱۔ تو ان چیزوں کے لئے غمزدہ ہے جن کے لئے غم کرنا مناسب نہیں۔ اور عالموں کی سی باتیں کرتا ہے۔ لیکن عقلمند (یا صاحب عرفان) نہ تو زندوں کے لئے غم کرتے

ہیں نہ مردوں کے لئے۔

۱۲۔ میں کبھی عدم موجود نہ تھا نہ تو۔ نہ یہ راجہ غیر موجود تھے۔ اور نہ ہم میں کوئی اس کے بعد فنا ہوگا۔ ہم سب غیر فانی ہیں[۱]۔

گاہے بفلک مہر درخشاں بودم
گاہے بہوا ذرۂ پویاں بودم
گاہے دل گاہے تن گہ جاں بودم
زیں پس ہمہ آں شوم کہ ہم آں بودم

۱۳۔ جس طرح (موجودہ) جسم میں بچپن۔ جوانی اور بڑھاپا آتا ہے۔ یا روح پر اثر کرتا ہے۔ اسی طرح وہ دوسرے جسم[۲] میں منتقل ہوتا ہے۔ عقلمند انسان اس پر رنج نہیں کرتا۔

۱۴۔ اے کنتی کے بیٹے! مادہ کا لمس[۳] جس سے گرمی سردی۔ لذت والم پیدا ہوتے ہیں یہ آنے جانے والی۔ غیر مستقل چیزیں ہیں۔ اے بھارت انھیں استقلال سے برداشت کرو۔

۱۵۔ جس شخص کو یہ باتیں تکلیف نہیں دیتیں[۴]۔ جو دکھ سکھ میں اپنا توازن قائم رکھتا ہے۔ اور مستقل مزاج رہتا ہے۔ وہی غیر فانی ہونے کا مستحق ہے۔

---

[۱] نظم کے اس حصہ سے روح کا غیر فانی اور قدیم ہونا معلوم ہوتا ہے۔ فلسفۂ سانکھ کا بانی کپل تھا۔ وہ بھی یہی کہتا ہے۔ کہ روح غیر فانی ہے لیکن یہ خدا کا منکر ہے۔ لیکن مدرسہ سانکھ کی وہ شاخ جس کا بانی پاتنجلی ہے اُسے یوگ کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کا اقرار کرتا ہے۔ [۲] یہ عقیدہ تناسخ کے متعلق ہے جو ہندو فلسفہ کا ایک بہت بڑا رکن ہے یعنی مادی جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن روحانی جسم روح کے ساتھ باقی رہتا ہے اور یہ مختلف قالب بدلتی رہتی ہے حتیٰ کہ نجات یعنی وصال الٰہی حاصل ہو جائے [۳] یعنی حواس خمسہ کے ذریعہ سے روح پر مادہ کا جو اثر ہوتا ہے [۴] یہاں یوگ یا فلسفۂ پاتنجلی کا بیان ہے۔ یعنی روح حالت استغراق اور محویت الٰہی میں دنیاوی چیزوں کو بھول جاتی ہے۔

۱۶- جو شخص غیر حقیقی ہے (لا وجود) اُس کا وجود ہی نہیں اور جو حقیقی ہے (با وجود) وہ کبھی فنا نہیں ہوتی۔ جو لوگ عارف ہیں وہ ہی دونوں کے انداز سے سے واقف ہیں۔

آئینۂ عدم ہی میں ہستی ہے جلوہ گر
ہے موجزن تمام یہ دریا حباب میں
ہر جزو کو کل کے ساتھ بمعنی ہے اتصال
دریا سے دُر جدا ہے پہ ہے غرق آب میں
(خواجہ میر درد)

۱۷- جس نے اِن سب چیزوں کو پھیلایا ہے اس ذات[۱] کو لافانی سمجھ۔ کوئی بھی اُس ذات لا متناہی کو فنا نہیں کر سکتا۔

۱۸- یہ جسم جو روحوں کے گھر ہیں۔ فانی ہیں۔ روح غیر فانی اور لا متناہی ہے۔ اس لئے اے ارجن لڑو۔

۱۹- جو اس روح کو فنا کرنے والی سمجھتے ہیں۔ اور وہ جو اس کو فنا ہونے والی سمجھتے ہیں۔ دونوں جاہل ہیں۔ اس لئے کہ نہ تو روح قتل کرتی ہے اور نہ قتل ہو سکتی ہے۔

۲۰- وہ نہ کبھی پیدا ہوتی ہے نہ کبھی مرتی ہے۔ نہ وہ عالم وجود میں آکر فنا ہوگی۔ وہ غیر پیدا شدہ ہے۔ دائمی ہے۔ قدیم ہے اور ازلی ہے۔ جسم کے قتل ہونے سے وہ قتل نہیں ہوتی۔

۲۱- اے پارتھ! بھلا وہ شخص جو روح کو لافانی۔ دائمی۔ غیر پیدا شدہ۔ اور نہ مرنے والی سمجھتا ہو۔ وہ شخص کیسے قتل کر سکتا ہے۔ یا قتل کرا سکتا ہے۔

۲۲- جس طرح کوئی پرانا لباس اُتار کر نیا لباس پہنتا ہے۔ اسی طرح جسم میں رہنے والی (یعنی روح) پرانے جسموں کو چھوڑ کر نئے جسموں میں داخل ہو جاتی ہے۔

۲۳- نہ ہتھیار اُسے زخمی کر سکتے ہیں۔ نہ آگ اُسے جلا سکتی ہے۔ نہ پانی اُسے تر کر سکتا ہے۔ نہ ہوائیں اُسے خشک کر سکتی ہیں۔

۲۴- وہ ناقابل قطع۔ نہ جلنے والی۔ نہ خشک و تر ہونے والی شے ہے۔ وہ دائمی ہے۔

---

[۱] آتما - روح -

ہر جگہ موجود ہے۔ مستقل ہے۔ غیر متحرک ہے اور قدیم ہے۔

۲۵۔ نہ حواس اُسے محسوس کرسکتے ہیں۔ نہ خیال اُس کا تصور کرسکتا ہے۔ وہ غیر مبدل ہے۔ لہذا اُسے ایسا سمجھ کر تجھے اُس کے واسطے غم نہ کرنا چاہیئے۔

۲۶۔ اور اگر تو سمجھتا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ (جسم کے ساتھ) پیدا ہوتی اور مرتی ہے تب بھی تیرے لئے زیبا نہیں ہے کہ تو اُس کے لئے رنج کرے۔ اس زبردست مسلح۔

۲۷۔ اس لئے کہ جو پیدا ہوا ہے وہ یقیناً مرے گا۔ اور جو مرے گا وہ یقیناً پیدا ہوگا لہذا تیرے لئے ایسی چیز پر رنج کرنا فضول ہے جو کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

۲۸۔ ابتدائی حالت میں جملہ ہستیاں غیر مشہود ہوتی ہیں۔ اے بھارت۔ اور درمیانی حالت میں مشہود (ظاہر) ہوتی ہیں۔ اور آخرت میں وہ پھر غیر مشہود ہو جاتی ہیں۔ اس میں رنج کی کیا بات ہے۔

ما عدم بودیم و آخر در عدم خواہیم رفت
ایں تماشائے جہاں را مفت می بینیم ما

۲۹۔ کوئی تو اسے (روح کو) عجیب شے سمجھتا ہے۔ کوئی عجیب شے کہتا ہے۔ کوئی سنتا ہے کہ یہ عجیب شے ہے۔ لیکن ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اسے سنکر سمجھ سکے۔

۳۰۔ اے بھارت! اس جسم کی رہنے والی (روح) ہمیشہ ناقابل فنا ہے۔ لہذا کسی جاندار کے لئے غم نہ کر۔

ترس اجل و بیم فنا ہستی نیست
ورنہ ز فنا شاخ بقا خواہد رست
من از دم عیسوی شدم زندہ بجاں
مرگ آمد و از وجود من دست بشست (خیام)

۳۱۔ اپنے فرض کو (بحیثیت چھتری کے) مدنظر رکھ کر بھی تیرے لئے لغزش کرنا مناسب نہیں۔ اس لئے کہ چھتری کے لئے مقدس جنگ سے زیادہ ثواب کی کوئی چیز نہیں۔

۳۲۔ اے ارجن! وہ چھتری قابل مبارکباد ہیں۔ جنھیں بغیر جستجو کے ایسی جنگ کا موقعہ مل جائے۔ اُن کے لئے جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

۴۳۔ لیکن اگر تو نے اس جہاد کو جاری نہ کیا۔ تو اپنا فرض (دھرم) اور اپنی عزت دونوں کو برباد کر کے گناہ کا مرتکب ہو گا۔

۴۴۔ اس وقت انسان تیری دوامی بدنامی کا اعلان کریں گے۔ اور شریف آدمی کے لئے رسوائی موت سے بدتر ہے۔

۴۵۔ بڑے بڑے جرنیل یہ خیال کریں گے کہ تو خوف کی وجہ سے جنگ سے بھاگ گیا۔ اور تو جو کہ اُن کی آنکھوں میں معزز تھا۔ اُن کی نظروں سے گر جائے گا۔

۴۶۔ تیرے دشمن تیرے خلاف بہت سے خراب الفاظ استعمال کریں گے۔ تیری طاقت کی کم وقعتی کریں گے۔ بھلا اس سے زیادہ تکلیف دہ کیا بات ہو سکتی ہے۔

۴۷۔ مقتول ہو کر تو جنت حاصل کرے گا۔ فاتح ہو کر تو دنیا کا لطف اُٹھائے گا۔ لہذا اے کنتی کے بیٹے! جنگ کے لئے کھڑا ہو جا۔

۴۸۔ رنج و راحت۔ نفع و نقصان۔ فتح و شکست سب کو مساوی سمجھ کر جنگ کے لئے کمر باندھ۔ گناہ سے بچنے کا یہی طریقہ ہے۔

۴۹۔ یہ تعلیم فلسفۂ سانکھ کے مطابق ہے۔ اب فلسفۂ یوگ کے مطابق سن۔ اس تعلیم کو حاصل کرنے کے بعد تو عمل کی زنجیروں کو توڑ ڈالے گا۔

۵۰۔ اس (مذہب فلسفہ) میں نہ تو کوششیں ضائع ہوتی ہیں اور نہ کوئی نقصان ہوتا ہے۔ اس مقدس علم سے بڑے بڑے خطرے دور ہو جاتے ہیں۔ گو وہ علم تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

گنجائش خیال طلسم جہاں کہاں
آنکھوں میں جسکے جلوۂ حق ہو لبا ہوا
نیازؔ

۵۱۔ اے کوروؤں کے لئے باعث مسرت! یہ مذہب عقل مستقل فطرت رکھتا ہے۔ لیکن غیر مستقل۔ یقین والوں کی عقل متعدد اور لاتناہی شاخیں رکھتی ہے۔

۴۲ - اے پارتھ! ناداں نہایت رنگین تقریریں کرتے ہیں۔ اور صرف ویدوں کے الفاظ میں خوش ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے"۔

اسرار ازل بادہ پرستاں دانند
قدر مئے و جام تنگدستاں دانند
گر چشم تو حال من بداند نہ عجب
شکر لیست کہ حال مست مستاں دانند (خیام)

۴۳ - (یہ وہ لوگ ہیں) جن کے دل شہوات سے پر ہیں - جن کا مقصد بہشت ہے۔ وہ اعمال کی جزا میں (دوبارہ) زندگی کو پیش کرتے ہیں۔ اور مسرت و حکومت حاصل کرنے کے لئے مختلف رسمیں بتلاتے ہیں -

۴۴ - ان لوگوں کے عقائد جو لذت و نشاط اور قوت کو اپنا مقصد سمجھتے ہیں۔ اور جنکے دل ان الفاظ کی بھیر میں ہیں - وہ کسی ارادے پر استقلال سے قائم نہیں رہ سکتے -

۴۵ - ویدوں میں تین گنوں[۱] (صفات) کا ذکر ہے - تو ان تینوں صفات سے بالاتر ہو جا - ضدین[۲] سے آزاد ہو جا - ہمیشہ ستو گن پر قائم رہ - مقبوضات کی پروا نہ کر - ہمیشہ روحانیت میں غرق رہ -

تو و طوبیٰ - و ما و قامت یار
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست
(حافظ)

۴۶ - جس طرح اُس مقام کے لئے جہاں چاروں طرف چشمہ ہی چشمہ ہوں تالاب غیر ضروری ہے - اُسی طرح عارف برہمن کے لئے وید غیر ضروری ہیں -

---

[۱] صفات سہ گانہ یا تین گن یہ ہیں :-
(۱) ستو گن - یکسانیت - سکون - روشنی
(۲) رجو گن - حرکت عمل - جوش
(۳) تمو گن - ظلمت - حماقت

[۲] رنج و راحت - بیماری و تندرستی - سردی و گرمی -

۴۷۔ تیرا کام عمل کرنا ہے ۔اس کے ثمرہ سے تجھے کوئی واسطہ نہیں ۔عمل کے ثمرہ کو اپنا مقصد نہ بنا۔ تاہم جامد و ساکن بھی نہ ہو جا۔

۴۸۔ اے دولت کو محکوم بنانے والے ! اپنے اعمال کو بے لوث ہو کر ۔ اور یوگ میں قائم ہو کر انجام دے ۔کامیابی اور ناکامی میں یکساں رہ۔ اس توازن ہی کا نام یوگ ہے ۔

۴۹۔ اے ارجن ۔عقل مطمئنّہ کے مقابلہ میں محض عمل نہایت ہی ناچیز ہے ۔صرف عقل مطمئنّہ ہی میں پناہ لے ۔جو لوگ ثمرۂ اعمال کو مقصد بناتے ہیں ۔ وہ قابل رحم ہیں ۔

۵۰۔ جو اس عقل متوازن میں قائم ہو گئے ہیں ۔ وہ نیک و بد اعمال کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ لہذا یوگ پر عامل ہو جا ۔اعمال میں خوبی پیدا کرنے ہی کا نام یوگ ہے ۔

۵۱۔ اس لئے کہ عقلمند ۔یوگی ۔ثمرۂ اعمال کو ترک کر کے ۔ اور اسی دنیا میں تناسخ سے نجات پا کے فراغت کاملہ حاصل کرتے ہیں ۔

گھر کو اپنی ہستی کے ویراں کر نیازؔ
ہستی سے حق کی پھر وہ رہیگا بسا ہوا
(نیازؔ)

۵۲۔ جب تیرا نفس اس دھوکے کے گورکھ دھندے سے چھوٹ جائے گا ۔ تب تو اُس چیز سے بے پروا ہو جائے گا جو سُن چکا ہے ۔ یا آئندہ سنے گا ۔

۵۳۔ جب تیری بُدّھی (عقل) جو ویدوں میں پریشان ہے مستحکم قیام اختیار کرے گی ۔ اور مراقبہ میں محو ہو جائے گی ۔تب تو یوگ حاصل کریگا

غافل تو کدھر بھٹکے ہے کچھ دل کی خبر لے
شیشہ جو بغل میں ہے اُسی میں تو پری ہے
(دردؔ)

ارجن بولے :۔

۵۴۔ اے کیشو ! اُس شخص کی کیا پہچان ہے ۔جس کا دل مطمئن ہو ۔ اور مراقبہ میں محو ہو ۔مطمئن قلب والے کس طرح بولتے ہیں ۔کس طرح بیٹھتے ہیں ۔ اور کیونکر چلتے ہیں ۔

سلہ مقدس خداوند نے فرمایا:-

۵۵-اے پارتھ! جب کوئی شخص اپنی تمام دلی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے۔ اور روح ہی میں مطمئن رہتا ہے۔ تو اُسے مطمئن عقل والا کہتے ہیں۔

۵۶-جو دکھ سے دکھی نہ ہو۔ اور سکھ کی تمنا نہ رکھتا ہو۔ اور محبت۔ خوف اور غصّہ سے خالی ہو اُسے مطمئن عقل والا عارف کہتے ہیں۔

۵۷-وہ جس کے چاروں طرف کوئی تعلقات نہ ہوں۔ جو بھلی یا بری چیز پا کر نہ خوش ہوتا ہو نہ رنجیدہ۔ ایسے شخص کی عقل مطمئن ہوتی ہے۔

۵۸-جس طرح کچھوا اپنے اعضا کو سمیٹ لیتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے حواس کو اشیائے حواس سے بچاتا ہے۔ وہی عقل مطمئن رکھتا ہے۔

۵۹-پرہیزگار آدمی سے اشیا رحواس دور ہو جاتی ہیں۔ لیکن اُن کا ذائقہ باقی رہتا ہے۔ خدا کے مشاہدے کے بعد یہ بھی فنا ہو جاتا ہے۔

۶۰-اے کنتی کے بیٹے! عقلمند آدمی کے بھڑکتے ہوئے احساسات نہایت تیزی سے اُس کے نفس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

۶۱-اُن سب (خواہشات) کو ضبط کر کے اُسے مستغنی ہو جانا چاہیئے "یس مجھے" اپنا مقصد بنائے۔ اس لئے کہ جس کے حواس خمسہ قابو میں ہیں اُسی کی عقل متوازن ہے۔

چاک کن جامۂ ہستی کہ شود داو پیدا
تا گریباں نہ درد گل نکند بو پیدا

۶۲-جب کوئی شخص اشیائے حواس پر غور کرتا ہے تو اُن سے اُنس ہو جاتا ہے۔ اس سے خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور خواہش سے غصّہ پیدا ہوتا ہے۔

سلہ یہ اٹھارہ اشلوک مہاتما گاندھی کے یہاں روز پڑھے جاتے ہیں۔

۶۳- غصہ سے دھوکا- اور دھوکے سے ذہن پریشان اور عقل برباد ہو جاتی ہے عقل کی بربادی اُس کی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔

۶۴- لیکن وہ جو اشیائے حواس کا مقابلہ ایسے حواس سے کرتا ہے۔ جو محبت و نفرت سے پاک ہیں۔ اور جس کا نفس قبضہ میں ہے۔ اور جس کی روح منظم ہے۔ وہ سکون حاصل کرتا ہے[1]۔

۶۵- سکون حاصل ہونے کے بعد سب دکھ دور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ جس کا نفس سکون حاصل کر لیتا ہے۔ اُس کی عقل مستحکم اور متوازن ہو جاتی ہے

اب دل ہے اور فراغ محبت کی لذتیں
تشویش زندگانی و فکر اجل گئی
(حسرت)

۶۶- کسی غیر متوازن شخص کے لئے عقل محض نہیں ہوتی۔ اور نہ غیر متوازن شخص کو توازن حاصل ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ اور جسے سکون نہیں اُسے مسرت کہاں ؟

۶۷- اس لئے کہ جو شخص منتشر حواس کی پیروی کرتا ہے۔ وہ اپنی عقل کو برباد کرتا ہے جس طرح کہ ہوا جہاز کو بہا لے جاتی ہے۔

۶۸- لہذا اے مسلح بہادر! جس کے حواس مکمل طور پر اُس کے قبضہ میں ہیں اور جس نے اپنے حواس کو اشیائے حواس سے الگ کر لیا ہے۔ اُس کی عقل خوب متوازن ہے۔

۶۹- جو چیز دوسری ہستیوں کیلئے شب ہے۔ وہ ایک متوازن شخص کے لئے بیداری کا وقت ہے۔ اور حق بین عارف کیلئے وہ وقت خواب ہے جو دوسروں کیلئے بیداری کا وقت ہے۔

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھتے ہیں
وہ جاگتے ہیں جو دنیا کو خواب سمجھتے ہیں

---

[1] جو عقل کو راہبر بناتا ہے۔ اُس کی روح سکون پاتی ہے۔ اور وہ خدا اور حقیقت کے مراقبہ میں مصروف ہو جاتا ہے (سقراط - فیڈو - دفعہ ۷۵)

۷۰- وہی شخص سکون حاصل کرتا ہے جسمیں
جملہ خواہشات اس طرح سما جاتی ہیں جس
طرح سمندر میں دریا سما جاتے ہیں - جو
باوجودیکہ پانی سے بھرا ہوا ہے لیکن ساکن
رہتا ہے - نہ کہ وہ جو خواہشات کا شکار
ہے -

ہر کہ در خوابست بیداریش بہ
ہست غفلت عین ہشیاریش بہ
در طریق عشق بیداری بد است
باخودی تو لیک مجنوں بیخود است
ہر کہ بیدار است او در خواب تر
ہست بیداریش از خوابش بتر

الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا

(حدیث)

۷۱- وہ تمام خواہشات کو ترک کر دیتا ہے
اور بغیر حرص و ہوا کے آگے بڑھتا ہے - جو خود
غرضی اور غرور سے خالی ہے - وہی سکون
حاصل کرتا ہے -

نہ کچھ فنا کی خبر ہے نہ ہے بقا معلوم
بس ایک بیخبری ہے سو وہ بھی کیا معلوم (اصغر)
بیخودی سے بڑھ کے آگے ہے فنا کا مرتبہ
رہرو راہ محبت آخری منزل میں ہے (حسرت)

۷۲- اے پارتھ کے بیٹے! یہ حالت برہم (فنا فی اللہ) کہلاتی ہے - جو اس حالت پر
پہنچ جاتا ہے - اُس کی عقل کے پردے اٹھ جاتے ہیں - اگر حالت نزع میں بھی یہ حالت
میسر آئے - تو وہ برہم میں نروان حاصل کرتا ہے -

اوم - تت سیت
طرح ختم ہوتا ہے
نغمہ خداوندی
کا
دوسرا مکالمہ جسے سانکھیہ یوگ یا ماہیت روح
کہتے ہیں
جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں تعلیم عرفان ہے

تیسرا مکالمہ

کرم یوگ یا راہ عمل

یہ مکالمہ اس سوال سے شروع ہوتا ہے کہ اگر علم بہتر ہے عمل سے۔ تو مجھے اپنے عزیزوں سے جنگ کرنے کا کیوں حکم دیا جاتا ہے۔ کرشن جی جواب دیتے ہیں۔ کہ علم و عرفان یعنی نجات حاصل کرنے کا ذریعہ صرف عمل ہے۔ اسی سے صفائی قلب ہوتی ہے۔

ارجن نے کہا:۔

۱۔ اے جناردن! جب آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ علم عمل سے افضل ہے۔ تو کیوں اے کیشو! مجھے اس ہولناک عمل کا حکم ہوتا ہے؟

۲۔ ان پیچیدہ الفاظ سے آپ نے میری عقل کو پریشان کر دیا ہے مجھے قطعی طور پر بتائیے کہ میں کیا کروں کہ جس سے میرا بھلا ہو؟

جسم آزادی میں پھونکی تو نے مجبوری کی روح
خیر جو چاہا کیا۔ اب یہ بتا ہم کیا کریں
(فانی)

مقدس خداوند نے فرمایا:۔

۳۔ اے معصوم شخص اس دنیا میں دو راستے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں سانکھیوں کے لئے عرفان کا یوگ ہے۔ اور یوگیوں کے لئے عمل کا یوگ (یا راہ عمل) ہے

۴۔ وہ شخص جو عمل نہیں کرتا۔ وہ عمل سے آزادی نہیں حاصل کرتا۔ اور نہ وہ درجہ کمال تک صرف ترک عمل سے پہنچ سکتا ہے

۵۔ نہ کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی بھول رہ سکتا ہے۔ اس لئے کہ مجبوراً ہر شخص ان صفات (گنوں) کی وجہ سے جو قدرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ عمل کی طرف جاتا ہے۔

۶- جو شخص اپنے حواس کو ضبط کر لیتا ہے لیکن اپنے دل میں اشیائے حواس کو جگہ دیتا ہے۔ اُس گمراہ کو ریاکار کہتے ہیں۔

بادہا خوردن وہشیار نشستن سہل است
گر بدولت برسی مست نگردی مردی

۷- لیکن وہ جو حواس کو اپنے قبضہ میں رکھ کر اعضائے عمل سے عملی یوگ کرتا ہے اور اپنا تعلق کسی سے نہیں رکھتا۔ وہ افضل ہے۔

۸- لہذا تو عمل صالح کر۔ کیونکہ عمل بہتر ہے ترک عمل سے۔ اور بغیر عمل کئے جسم تک کو زندہ رکھنا ناممکن ہے۔

ابی ثعلبہ سے حدیث مروی ہے کہ:- عمل نیک وہ ہے جس سے انسان کی روح کو سکون ہوتا ہے۔ اور دل میں اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ اور گناہ وہ ہے جس سے نہ انسان کی روح کو سکون ہوتا ہے۔ نہ دل میں اطمینان۔

۹- دنیا عمل کی زنجیروں میں بندھی ہوئی ہے۔ سوائے اس عمل کے جو قربانی کے لئے کیا جائے۔ اے کنتی کے بیٹے! قربانی کے لئے عمل کر۔ مگر بے نیاز ہو کر۔

۱۰- جب خالق اعظم نے مخلوق کو قربانی کے ساتھ پیدا کیا۔ تو اُس نے کہا۔ اسی سے تمھاری نسل بڑھے گی اور جو چاہو گے ہو جائے گا۔

قربانی سے مطلب ایثار ہے

۱۱- اسی قربانی سے دیوتاؤں کی خدمت کرو۔ اور دیوتا تمھاری خدمت کریں۔ اور ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہوئے تم خیر اعظم حاصل کرو گے۔

۱۲- دیوتا قربانی سے پرورش پا کر تمھیں حسب خواہش خوراک دیں گے۔ وہ شخص

چور ہے۔ جو اُن چیزوں کو کھا تو لیتا ہے (جو اُسے دی جاتی ہیں) مگر نذر کے طور پر اُنھیں واپس نہیں کرتا۔

۱۳۔ جو صالح شخص قربانی کا پسماندہ کھاتا ہے۔ سب گناہوں سے نجات پاتا ہے۔ لیکن وہ بدکار جو صرف اپنے لئے خوراک تیار کرتے ہیں۔ وہ غذائے معصیت کھاتے ہیں۔

۱۴۔ خوراک سے جاندار پیدا ہوتے ہیں۔ بارش سے خوراک پیدا ہوتی ہے۔ قربانی سے بارش ہوتی ہے۔ اور قربانی عمل سے ہوتی ہے۔

۱۵۔ جان لے کہ عمل برہم (قدرت) سے پیدا ہوتا ہے۔ اور برہم (قدرت) کا وجود لافانی خالق سے ہے۔ لہذا ازلی اور عالمگیر ہستی (برہما) ہمیشہ قربانی میں موجود ہے۔

۱۶۔ اس دنیا میں جو شخص اس دور مسلسل کی پیروی نہیں کرتا۔ وہ معصیت میں زندہ رہ کر اپنی شہوات کو پورا کرتا ہے اور بے فائدہ زندگی بسر کرتا ہے۔

۱۷۔ لیکن وہ جو اپنے نفس میں مسرور اور اپنی روح سے خوش ہے۔ اور اپنی ذات پر قناعت کئے ہوئے ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اُسے کچھ کرنا نہیں ہے۔

۱۸۔ اس لئے کہ ایسے شخص کو ایسی باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے کہ اُس نے کیا کام کیا اور کیا نہیں کیا۔ نہ اُس کی کوئی غرض کسی جاندار سے ہے۔

۱۹۔ لہذا بے لگاؤ ہو کر ہمیشہ عمل صالح کرتا رہ۔ یہی فرض ہے۔ اس لئے کہ بغیر لگاؤ کے عمل کرنا ہی خدا تک پہنچاتا ہے۔

۲۰۔ جنک اور دوسرے لوگوں نے عمل کے ذریعہ سے کمال حاصل کیا۔ لہذا حصول نیکنامی کے خیال سے بھی تجھے عمل کرنا چاہیئے۔

۲۱۔ جو بڑے آدمی کرتے ہیں۔ اُسی کی تقلید دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں۔ جو معیار وہ مقرر کرتے ہیں۔ عوام اُسی پر عمل کرتے ہیں۔

۲۲۔ اے ارجن! میرے لئے تینوں عالموں میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں

کروں۔ نہ کوئی ایسی غیر حاصل شدہ چیز ہے جسے میں حاصل کرنا چاہوں پھر بھی میں عمل میں مشغول ہوں۔

۲۳۔ اس لئے کہ میں ہمیشہ انتھک طریقہ پر مصروف عمل نہ رہوں تو عوام میری پیروی نہ کریں گے۔ اے پرتھا کے فرزند!

۲۴۔ یہ دنیائیں تباہی میں ڈوب جائیں۔ اگر میں عمل نہ کروں تو میں (ذاتوں میں[1]) اختلاط کی بنیاد ڈالوں۔ اور میں اس نسل انسانی کے مٹانے کا باعث ہو جاؤں۔

۲۵۔ اے بھارت! جس طرح انجان انسان پھنساوٹ میں پڑ کر کام کرتے ہیں۔ اسی طرح عارف بے لوث ہو کر عمل کرتے ہیں۔ تاکہ دنیا کا بھلا ہو۔

۲۶۔ کسی عقلمند آدمی کو یہ نہ چاہیے کہ وہ انجان لوگوں کے دلوں کو جو عمل سے محبت رکھتے پریشان کرے۔ لیکن اُس کو چاہیئے کہ اُن کے ساتھ عمل کر کے اعمال کو خوشنما بنائے۔

کلم الناس علیٰ قدر عقولھم
(انسان سے اُن کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرو)

پندے و ہمت اگر بمن داری گوش
از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش
عقبیٰ ہمہ روزہ است۔ دنیا یکدم
از بہر دمے ملک ابد را نہ فروش
(خیام)

۲۷۔ جتنے اعمال ہیں سب قدرت کی صفات سے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن نفس خودی سے دھوکا کھا کر یہ سمجھتا ہے کہ "کرنے والا میں ہوں"

۲۸۔ لیکن اے مسلح شخص! وہ جو صفات کی تقسیم ماہیت سے واقف ہے۔ اور جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ صفات اپنے افعال کرتی رہتی ہیں۔ وہ تعلقات میں نہیں پھنستا۔ وہی شخص بے لوث ہے۔

---

[1] ہندو پنڈتوں کے نزدیک ذاتوں کا اختلاط سب سے بڑا گناہ ہے۔ مگر یہاں غالباً بے عملی جو انتشار پیدا ہوگا اُس سے مراد معلوم ہوتی ہے۔

۲۹- مادے کی صفات سے دھوکا کھا کر جو لوگ ان صفات کے اعمال سے محبت کرتے ہیں مکمل علم والے انسان کو چاہیئے ان نادانوں کے علم کو پریشان نہ کرے۔ جو علم میں نامکمل ہیں۔

۳۰- جملہ اعمال کو مجھ پر چھوڑ کر تو اپنے خیال کو نفس اعظم پر جما دے۔ علائق دنیوی اور خودی سے آزاد ہو جا۔ اس ذہنی بخار سے نجات پا کر جنگ کر۔

۳۱- جو لوگ میری اس تعلیم پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جن کے دل ایمان سے معمور اور شبہات سے پاک ہیں وہ بھی کرم (عمل) سے نجات پائیں گے۔

۳۲- جو لوگ میری تعلیم کو سنتے ہیں۔ اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ مدہوش ہیں اور علم میں دھوکا کھا رہے ہیں۔ انھیں تباہ سمجھو۔

۳۳- عالم بھی اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ سب جاندار اپنی فطرت کی پیروی کرتے ہیں۔ اس سے باز رہنے سے کیا فائدہ؟

۳۴- اشیائے حواس سے محبت یا نفرت حواس ہی میں موجود ہے۔ خبردار کوئی ان کے قابو میں نہ آئے۔ یہ راستے کو روکنے والی چیزیں ہیں۔

۳۵- بہتر یہی ہے۔ کہ انسان اپنا فرض انجام دے۔ خواہ وہ قابل تعریف نہ ہو۔ بمقابلہ اس کے کہ کسی دوسرے شخص کا فرض انجام دے خواہ وہ کتنی ہی خوبصورتی سے ادا کیا جائے۔ اپنے فرض کی ادائیگی میں موت بدرجہا بہتر ہے دوسرے کا فرض خطرے سے بھرا ہوا ہے۔[۵۱]

---

۵۱ فرض ترجمہ ہے دھرم کا۔ مقصد یہ ہے۔ کہ جو شخص جس ذات سے متعلق ہے اسکو ویسا ہی کرنا چاہیئے۔ دوسرے کا فرض یا دوسری ذات کا کام بہتر نہیں ہے۔ چونکہ ہر ذات کا کام علیحدہ علیحدہ ہے۔ یہاں ارجن کو سمجھایا گیا ہے کہ تو چھتری ہے۔ اور تیرا دھرم جنگ کرنا ہے یعنی جو شخص سپاہی ہے۔ اسے میدان جنگ میں جرنل کے حکم پر عمل کر کے لڑنا۔ زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ جو احکام میں اپنی رائے کو دخل دے۔

ارجن نے کہا:-

۳۶- لیکن- ایک دارشنئے! وہ کیا شے ہے۔ جو انسان کو برانگیختہ کرکے اپنی مرضی کے خلاف گناہ کراتی ہے۔ گویا کہ کوئی طاقت اُسے مجبور کر رہی ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا:-

۳۷- یہ شہوت ہے۔ یہ خشم ہے۔ جو حرکت (رجوگن) کی صفت سے پیدا ہوتا ہے۔ سب کو جلانے والا ہے۔ سب کو ناپاک کرتا ہے۔ اسی کو دنیا میں اپنا دشمن سمجھ۔

خشم و شہوت مرد را احول کند
زاستقامت مرد را مبدل کند } (رومی)

من بادہ خورم ولیک مستی نکنم
الا بقدح دراز دستی نکنم
دانی غرضم ز مئے پرستی چہ بود
تا ہمچو تو خویشتن پرستی نکنم } (خیام)

۳۸- جس طرح شعلہ دھوئیں میں شیشہ گرد و غبار میں یا بچہ رحم مادر میں پوشیدہ رہتا ہے۔ اسی طرح یہ روح اُس سے لپٹی ہوئی ہے۔

۳۹- عارفوں کی مستقل دشمن شہوت ہے۔ جس میں عرفان چھپ جاتا ہے۔ یہ خواہش اُس شعلہ کی طرح ہے جو کبھی بجھ نہیں سکتا۔

۴۰- حواس خمسہ- نفس اور عقل اس کے مقامات ہیں۔ عقل کو چھپا کر یہ جسم کے باشندے (روح) کو حیران و پریشان کر دیتی ہے۔

۴۱- لہذا- اے بھارتوں کے برگزیدہ! پہلے حواس کو قبضہ میں لا- اس کے بعد اس ناپاک شے کو ہلاک کردے جو عقل و عرفان کو تباہ کرتی ہے۔

۴۲- کہتے ہیں- کہ حواس بہت لطیف ہیں- ان سے بھی لطیف نفس ہے۔ نفس سے زیادہ لطیف عقل ہے۔ لیکن جو ذات عقل سے بھی زیادہ لطیف ہے وہ آتما (وہ ذات) ہے

اے غنی فات تو از اقرار و از انکار ما
بے نیاز از ما و از پیدائی و اظہار ما
خارج از عقل و قیاس و فہم جملہ خاص و عام
دور از حد یکہ باشد حیطۂ ادکار ما (نیاز)

۴۳۔ اس طرح "اس ذات" کو عقل سے بزرگ تر سمجھ کر اور اپنے نفس پر یقین سے قابو حاصل کر کے۔ اے زبردست انسان! اس دشمن کو قتل کر جسے شہوت کہتے ہیں۔ جس پر غالب آنا بہت مشکل ہے۔

اوم۔ تت۔ ست۔

اس طرح ختم ہوتا ہے

نغمہ خداوندی

کا

تیسرا مکالمہ کرم یوگ یا راہ عمل

جو

سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں تعلیم عرفان ہے

چوتھا مکالمہ

گیان یوگ یا طریق عرفان

اس مکالمہ میں جس فلسفہ کی تعلیم ہے اُس کی تعلیم کرشن جی نے وَیْوَشوَت کو دی تھی۔ ارجن نے تعجب سے پوچھا اُس وقت آپ کہاں پیدا ہوئے تھے۔ کرشن جی نے جواب دیا کہ دنیا میں جب کبھی ظلم و طغیان بڑھ جاتا ہے تو میں (یعنی خدائی طاقت) حق کی حفاظت کے لئے ظاہر ہوتا ہوں۔ اور گناہ کو مٹا کے اخلاقی توازن قائم کر دیتا ہوں۔ یہاں ذاتوں کا بھی بیان ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ہر شخص کو خدا تک پہنچنے کا مساوی حق ہے۔

مقدس آقا نے فرمایا:۔

۱۔ یہ غیر فانی یوگ میں نے وِیْوَسْوان (سورج) کو بتایا۔ اُنھوں نے منو۔ اور منو نے اکھشواکو کو سکھایا۔

۲۔ اسے سلسلہ بہ سلسلہ راج رشیوں نے جانا۔ لیکن اے پرنتپ! زمانہ گزرنے کی وجہ سے اس دنیا میں (علم) تنزل پذیر ہو گیا ہے۔

۳۔ اس قدیم یوگ کو آج میں تجھے بتاتا ہوں چونکہ تو میرا بھگت اور دوست ہے یہ یوگ سب سے بڑا راز ہے۔

ارجن نے کہا:۔

۴۔ آپ تو بعد میں پیدا ہوئے۔ وِیوسوان آپ سے بہت پہلے پیدا ہو چکا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آپ نے کس طرح پہلے اس کی تعلیم دی۔

مقدس خداوند نے فرمایا:۔

۵۔ اے ارجن! تیرے اور میرے بیشمار جنم گزر چکے ہیں۔ میں اُن سب کو جانتا ہوں۔ لیکن تو نہیں جانتا۔

۶۔ اگرچہ میں نہ پیدا ہونے والا۔ نہ فنا ہونے والا جوہر اور سب مخلوقات کا مالک ہوں تاہم میں اپنی فطرت کے سہارے اپنی قدرت سے دنیا میں جنم لیتا رہتا ہوں۔

۷۔ اے بھارت! جب کبھی دھرم کمزور ہو جاتا ہے۔ اور ادھرم ترقی پر ہوتا ہے تو میں خود جنم لے لیتا ہوں۔ (اوتار دھارن کرتا ہوں)

۸۔ نیکوں کی حفاظت۔ اور بدوں کی بیخکنی کے لئے نیز نیکی (دھرم) کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے۔ میں ہر زمانہ میں اپنا ظہور کرتا رہتا ہوں۔

۹۔ وہ جو اس طرح میری خدائی آفرینش اور کرم (عمل) سے آگاہ ہے۔ اور اس راز کو جانتا ہے۔ وہ جب جسم کو چھوڑتا ہے۔ تو دوبارہ جنم نہیں لیتا۔ بلکہ اے ارجن! وہ میرے پاس چلا آتا ہے (یعنی آواگون سے چھوٹ جاتا ہے۔)

۱۰۔ شہوت۔ خوف اور خشم سے آزاد ہو کر۔ میرے ہی خیال میں محو ہو کر۔ مجھ میں پناہ لے کر۔ عرفان کی ریاضت کے ذریعہ سے پاک ہو کر۔ بہت سے آدمی میری ہستی میں داخل ہو گئے ہیں۔

۱۱۔ اے پارتھ! جس طرح لوگ میرا سہارا لیتے ہیں۔ اسی طرح میں اُن کو جزا دیتا ہوں۔ اس لئے کہ جو بھی راستہ وہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ مجھ تک پہنچتا ہے

ہمہ کس طالب یارند چہ ہشیار و چہ مست
ہمہ جا خانۂ عشق است چہ مسجد چہ کنشت

۱۲۔ جو لوگ اس دنیا میں ثمرۂ عمل چاہتے ہیں وہ دیوتاؤں (فرشتوں) کی پرستش کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس عالم انسانی میں یقیناً ثمرۂ عمل جلد حاصل ہوتا ہے۔

۱۳۔ صفات و اعمال (کرم) کی تقسیم کے مطابق میں نے چار قسم کے انسان پیدا کئے ہیں۔ ان کا پیدا کرنے والا ہونے پر بھی تو مجھے بے نہایت اور نہ عمل کرنے والا سمجھ۔

نوٹ۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذاتیں موروثی نہ تھیں۔

۱۴- نہ مجھ پر اعمال (کرم) اثر کرتے ہیں۔ اور نہ مجھے ثمرۂ عمل (کرم پھل) کی خواہش ہے جو مجھے اس طرح جانتا ہے۔ وہ عمل (کرم) میں نہیں پھنستا (یا محدود ہوتا)

۱۵- یہ جان کر ہمارے آبا و اجداد نے نجات کی طلب میں ہمیشہ عمل کیا۔ لہٰذا تو بھی عمل کر جس طرح زمانۂ قدیم میں ہمارے آبا و اجداد نے عمل (کرم) کیا ہے۔

۱۶- کرم (عمل) کیا ہے۔ اَکرم (بے عملی) کیا ہے۔ اس (سوال کے جواب) میں عقلمند بھی چکر میں ہیں۔ لہٰذا میں تجھے اس قسم کا عمل سکھاتا ہوں جس کے علم سے تو بدی سے نجات پائے گا۔

۱۷- عمل کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ اور منہیات اور عدم عمل کو بھی سمجھ لینا چاہیئے اعمال کا راستہ نہایت پر پیچ و خم ہے۔

۱۸- جو شخص عمل میں عدم عمل۔ اور عدم عمل میں عمل سمجھتا ہے۔ وہ انسانوں میں دانشمند ہے۔ وہ متوازن یوگی ہے۔ باوجودیکہ ہر ایک عمل انجام دے رہا ہے۔

۱۹- عقلمندوں نے صوفی اُسے بتایا ہے جس کے اعمال شہوات سے پاک ہیں۔ اور جس کے اعمال عقل کی آگ میں جل چکے ہیں۔

۲۰- جو ثمرۂ عمل کی محبت کو چھوڑ کر ہمیشہ قانع رہ کر وہ کہیں پناہ نہیں لیتا۔ وہ باوجودیکہ اعمال کر رہا ہے۔ لیکن کچھ بھی نہیں کرتا ہے[۱]

۲۱- جو امید نہیں کرتا۔ جو خودی کو قابو میں لا کر۔ طمع کو چھوڑ کر صرف جسم سے عمل کرتا ہے۔ وہ عمل کرتے ہوئے بھی اُس کے اثرات سے بری ہے۔

۲۲- وہ جو اُس چیز پر قناعت کرتا ہے جو بغیر کوشش کے حاصل ہو جاتی ہے۔

---

[۱] ثمرۂ عمل کی پرواہ کرنا۔ اور عمل نہ کرنا گویا ایک ہی چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص کرم کی زنجیروں سے چھوٹ جاتا ہے اور اپنے اعمال کی جزا یا سزا میں پھر پیدا نہیں ہوتا۔ یعنی تناسخ سے نجات پاتا ہے۔

جو ضدین[1] سے آزاد ہے اور حسد نہیں کرتا۔ جو شکست و فتح میں یکساں رہتا ہے۔ وہ اگرچہ عمل کرتا ہے لیکن اُس میں پھنستا نہیں ہے۔

۲۳۔ جو تعلقات کو توڑ کر (ہر حال میں) یکساں رہتا ہے۔ جس کے خیالات معرفت کی بنا پر قائم ہو جاتے ہیں۔ اُس کے افعال قربانیاں اور جملہ عمل (کرم) مٹ جاتے ہیں۔

۲۴۔ برہم صدقہ ہے۔ برہم قربانی کا گھی ہے۔ برہم ہی آگ ہے۔ اور ہَوَن کرنیوالا بھی برہم ہے جو شخص اپنے کام میں برہم کا دھیان رکھتا ہے۔ وہ برہم ہی میں داخل ہو گا۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گِل کوزہ۔ خود رند سبو کش
خود بر سرآں کوزہ خریدار برآمد۔ بشکست و رواں شد

۲۵۔ کچھ یوگی دیوتاؤں کے لئے قربانیاں کرتے ہیں۔ اور کچھ پرستار ایسے ہیں جو صرف برہم کی آگ میں قربانی پیش کرتے ہیں۔

کسے مرد تمام است و تمامی
کند با خواجگی کار غلامی

۲۶۔ کچھ ایسے ہیں جو قوت سامعہ اور دوسرے حواس کو ضبط نفس کی آگ میں قربان کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو اشیائے حواس اور آواز (الفاظ وغیرہ) کو حواس کی آگ میں قربان کرتے ہیں۔

۲۷۔ بعض ایسے ہیں جو وصل کی آگ میں جسے عقل نے روشن کیا ہے۔ اور جو ضبط نفس سے حاصل ہوئی ہے۔ اپنے جملہ حواس کے افعال اور مظاہر حیات کو بطور قربانی کے (اس آگ کی) نذر کرتے ہیں

کسانیکہ یزداں پرستی کنند
بہ آواز دُولاب مستی کنند

---

[1] رنج و راحت۔ سکون و اضطراب۔ شکست و فتح وغیرہ

۲۸- بعض دولت - ریاضت - اور یوگ کی قربانی کرتے ہیں - اور بعض خاموش مطالعہ اور عقل کی قربانی کرتے ہیں - یہ لوگ سنجیدہ اور عہد کے پکے ہیں -

۲۹- کچھ ایسے بھی ہیں جو باہر جانے والی سانس کو اندر آنے والی سانس میں بطور قربانی کے ڈالتے ہیں - اور اندر والی کو باہر والی میں - اور آنے جانے والی سانسوں کو ضبط کر کے بالکل ضبط انفاس (حبس[1] دم) میں محو ہو جاتے ہیں -

۳۰- کچھ ایسے لوگ ہیں - جو غذا میں اوقات کے پابند ہیں - اور قربانی کے طور پر اپنے انفاس حیات کو انفاس حیات میں داخل کرتے ہیں - یہ لوگ عالمان قربانی ہیں جسکے ذریعہ سے گناہوں کو فنا کرتے ہیں -

۳۱- قربانی کے پسماندہ کو ہی اپنی غذا بنانے کے واسطے جو مثل آب حیات کے ہے نہ بدلنے والی ابدی ہستی (برہم) تک پہنچ جاتے ہیں - یہ دنیا ایسے شخص کے لئے نہیں جو قربانی نہ کرے - چہ جائیکہ عالم بالا - اے کوروؤں کے برگزیدہ انسان -

۳۲- اس طرح کی کئی قسم کی قربانیاں ویدوں میں لکھی ہوئی ہیں - جان لے کہ یہ سب چیزیں کرم (عمل) سے پیدا ہوئی ہیں - اس طرح علم حاصل کر کے تو نجات حاصل کرے گا -

۳۳- اے ارجن! عمل کی قربانی اشیائے حواس کی قربانی سے بہتر ہے - اس لئے کہ مکمل طور پر جملہ اعمال آخر کار عقل میں آ کر ختم ہو جاتے ہیں -

۳۴- استاد کے قدموں میں بیٹھ کر تحقیقات خدمت اور عجز سے اس علم کو حاصل کرو - تب وہ دانشمند اور صاحب عرفان	قربانی عقل یعنی محبت کرنا عقل سے -

---

[1] پرانایام یا سانس کا روکنا - جو اہل تصوف کے نزدیک ریاضت کے ذریعہ سے عرفان کا ایک طریقہ ہے -

تجھے عرفان کی تعلیم دیں گے۔

۳۵۔اے پانڈو! یہ جاننے کے بعد پھر تجھے حیرانی نہ ہوگی۔ چونکہ اس علم کے ذریعہ سے تو جملہ مخلوق کو (بلا استثناء) اپنے نفس میں دیکھے گا۔ اور اس طریقہ سے مجھ میں دیکھے گا۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ
(جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اس نے خدا کو پہچانا)

۳۶۔اگر تو سب گناہگاروں سے بڑا گناہگار ہو۔ تب بھی تو تمام گناہوں سے معرفت کی کشتی سے عبور کر لے گا۔

۳۷۔جس طرح جلتی ہوئی آگ ایندھن کو راکھ میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اُسی طرح اے ارجن۔ آتش معرفت جملہ اعمال کو خاکستر بنا دیتی ہے۔

۳۸۔حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اس دنیا میں معرفت (عقل) کی مانند کوئی پاک کرنے والی چیز نہیں ہے۔ اور جو شخص یوگ میں مکمل ہے۔ وہ عرفان کو مناسب وقت پر اپنے اندر پا لیتا ہے۔

خاتم ملک سلیمان است علم
جملہ عالم صورت و جان است علم
(مثنوی)

۳۹۔جس کا ایمان مکمل ہے۔ وہ معرفت حاصل کرتا ہے اور وہ بھی جو اپنے حواس پر قابو رکھتا ہے۔ اور صاحب عرفان ہونے کے بعد وہ تیزی کے ساتھ سکون کامل میں داخل ہو جاتا ہے۔

۴۰۔لیکن انجان اور بدعقیدہ شخص شک میں مبتلا ہو کر تباہی کی طرف جاتا ہے۔ شک کرنے والے کیلئے نہ تو یہ دنیا ہے نہ آخرت۔ اور نہ مسرت۔

۴۱۔جس کسی نے اعمال کو یوگ کے ذریعہ سے چھوڑ دیا ہے جس نے معرفت کے ذریعہ سے شک کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ جس کی نفس پر حکومت ہے۔

اسے کرم (اعمال) پھنسا نہیں سکتے۔ اسے دھننجے۔

۴۲۔ لہذا۔ اسے بھارت! جہالت سے پیدا ہونے والے شکوک کو اپنی روحانی معرفت کی تلوار سے کاٹ۔ جو تیرے دل میں جاگزیں ہیں۔ یوگ میں قائم رہ۔ اور کھڑا ہو۔

اوم۔ تت ست

اس طرح ختم ہوتا ہے

نغمۂ خداوندی

کا

چوتھا مکالمہ گیان یوگ یا طریق عرفان

جو

سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم الہی ہے

پانچواں مکالمہ

کرم سنیاس یوگ، یا ترک عمل

اس مکالمہ میں کرشن جی کہتے ہیں۔ کرم یوگ اور سنیاس دونوں راستے ایک ہی مقصود کے لئے ہیں۔ لیکن کرم یوگ کا راستہ بہتر ہے۔ کرم سنیاس ثمرۂ اعمال کے ترک کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن کرم یوگ میں ثمرۂ اعمال یا نتائج کی پرواہ ہی نہیں کی جاتی۔ جو لوگ راضی برضا یا متوکل رہتے ہیں وہی نجات یا فراغت کاملہ حاصل کرتے ہیں۔

ارجن نے کہا:۔

۱-۱۔ اے کرشن! آپ ترک اعمال کی بھی تعریف کرتے ہیں اور ایسے اعمال کی بھی تعریف کرتے ہیں جو یوگ کے ذریعہ سے کئے جائیں۔ مجھے قطعی اور حتمی طور پر بتائیے کہ دونوں میں کون بہتر ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا:۔

۲۔ "ترک عمل" اور "عمل بذریعہ یوگ" دونوں سے مکمل طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ دونوں میں "ترک عمل" سے "عمل" بہتر ہے جو یوگ کے ذریعہ سے کیا جائے۔

۳۔ اے ارجن! جو شخص نفرت کرتا ہے نہ محبت، جو ضدین سے آزاد ہے اُسے دائمی سنیاسی (تارک اعمال) سمجھنا چاہیئے وہ بہت آسانی سے قید (اعمال) سے چھوٹ جاتا ہے۔

(سانکھیہ)

پردۂ ہستی بسوزی گر بنار لا الہ
از میاں بے پردہ بینی نور الا اللہ — خواجہ اجمیریؒ

تا در ہوس لعل و لب جام مئی
تا در پئے آواز دف چنگ و نئی
اینہا ہمہ حشو است خدا میداند
تا ترک تعلق نہ کنی ہیچ نئی — (خیام)

۴۔ نادان یہ کہتے ہیں کہ سانکھ اور یوگ میں اختلاف ہے۔ عالم ایسا نہیں سمجھتے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جو ایک کو اچھی طرح حاصل کر لیتا ہے وہ دوسرے کو بھی پا لیتا ہے۔[ف ۱]

۵۔ جو مرتبہ سانکھیوں کو حاصل ہوتا ہے وہی یوگیوں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ اصل میں وہی صاحب نظر ہے۔ جو سانکھ اور یوگ کو ایک ہی دیکھتا ہے۔

۶۔ لیکن اے قوی بازو! بغیر یوگ کے ترک دنیا (سنیاس) مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔ جو زاہد (منی) یوگ سے اصلاح پاتا ہے۔ وہ ذات ابدی تک تیزی سے پہنچتا ہے۔

ترک دنیا۔ ترک عقبیٰ۔ ترک مولیٰ۔ ترک ترک

۷۔ جو یوگ سے اصلاح یافتہ ہے۔ متقی ہے۔ اور جس کے حواس نفس قابو میں ہیں جس نے جملہ مخلوق کی روحوں کے ساتھ اپنی روح کی وحدت کو محسوس کر لیا ہے وہ باوجودیکہ عمل کرتا ہے۔ لیکن اس میں پھنستا نہیں۔

۸۔۹۔ عابد حقیقت شناس دیکھنے۔ سننے۔ سونگھنے۔ کھانے۔ چلنے۔ سونے۔ سانس لینے۔ بولنے چھوڑنے یا پکڑنے میں۔ آنکھیں کھولنے یا بند کرنے میں یہ خیال کرے کہ "میں کچھ نہیں کرتا۔ بلکہ صرف حواس اشیائے حواس میں مصروف ہیں"۔

قُل اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ (قرآن)

ف ۱ فلسفۂ ہنود کے چھ نظاموں میں ایک نظام فلسفہ سانکھ ہے۔ یہ نظام ارتقا سے بحث کرتا ہے۔ اور الحاد پر مبنی ہے۔ فلسفہ یوگ واجب الوجود کا قائل ہے۔ اور مراقبہ سے بحث کرتا ہے۔

۱۰۔ جو عمل کرتا ہے۔ لیکن اپنے جملہ اعمال کو اُس ذات ابدی کی طرف تفویض کر دیتا ہے اور تعلقات (دنیوی) کو ترک کر دیتا ہے۔ وہ گناہوں سے ایسا ہی پاک رہتا ہے۔ جیسے کنول کی پتی پانی کی لہروں سے

جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اُس کے لئے کافی ہے (قرآن)

۱۱۔ ثمرۂ عمل کی طرف سے بے پرواہ ہو کے جسم نفس عقل اور حواس سے یوگی عمل کرتے ہیں۔ تاکہ نفس پاک و صاف ہو جائے۔

۱۲۔ متوازن انسان ثمرۂ عمل کو ترک کر کے دائمی فراغت حاصل کر لیتا ہے لیکن غیر متوازن شخص خواہشات سے مجبور ہو کر ثمرۂ عمل میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔

آفت این در ہوا و شہوت است
ورنہ اینجا شربت اندر شربت است
} مثنوی

۱۳۔ جملہ اعمال کو دل سے ترک کر کے جسم کا شاہی مہمان (روح) سنجیدگی سے نو دروازوں[1] والے شہر (جسم) میں رہتا ہے۔ نہ عمل کرتا ہے نہ کراتا ہے۔

۱۴۔ دنیا کا مالک نہ تو قوت عمل پیدا کرتا ہے نہ اعمال۔ نہ اعمال و ثمرۂ اعمال کا تعلق پیدا کرتا ہے۔ لیکن یہاں محض فطرت کام کرتی رہتی ہے۔[2]

۱۵۔ خدا نہ تو کسی کی برائی کی ذمہ داری لیتا ہے نہ بھلائی کی۔ عقل بے عقلی کے پردے میں چھپ جاتی ہے۔ اور اس سے مخلوقات دھوکا کھاتی ہے۔

۱۶۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو لوگ جہل کو معرفت کے ذریعہ سے مٹا دیتے ہیں۔ اُن

---

[1] دو کان۔ دو ناک۔ دو آنکھ اور پاخانہ پیشاب کی دو راہیں اور منہ یہ نو دروازے جسم کے ہیں۔ [2] خدا کرم سے بالاتر ہے۔ وہ عمل نہیں کرتا۔

کی معرفت سورج کی تابندگی کی طرح ذات ابدی کو اُن میں ظاہر کر دیتی ہے۔

۱۷۔ اُس ذات کا خیال کرتے ہوئے۔ اُس سے واصل ہو کر۔ اُس میں قائم ہو کر اور کلیتہً اس میں محو ہو کر اُن کے گناہ معرفت کی وجہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ وہ ایسے مقام پر جاتے ہیں۔

خاموش ہو ترک گفتگو کر ؛ باطن کی صفا کی جستجو کر
حیرت میں وصال آرزو کر ؛ آئینہ دل کو روبرو کر
دیدار نصیب ہر نظر ہے
(درد)

۱۸۔ جو عالم صغیر میں عالم کبیر کو دیکھنے والے ہیں۔ وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ خواہ وہ عالم و منکسر مزاج برہمن ہو۔ یا گائے۔ ہاتھی۔ کتا۔ یا کتا کھانے والا انسان ہی کیوں نہ ہو۔ اور خواہ وہ چانڈال ہو۔

۱۹۔ جن کے مَن متوازن ہیں۔ وہ اس دنیا میں ہر چیز پر فتح حاصل کر لیتے ہیں وہ ذات دائمی متوازن ہے۔ بے عیب ہے۔ لہٰذا وہ لوگ اُس ذات دائمی میں مقیم ہو جاتے ہیں۔

۲۰۔ مستحکم اور غیر متذبذب عقل کے ساتھ ذات ابدی کا عارف۔ اُس ذات میں قائم ہو کر ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ نہ تو سرور انگیز چیزوں کے حصول سے خوش ہوتا ہے۔ نہ غم افزا چیزوں سے افسردہ و غمگین ہوتا ہے۔

۲۱۔ وہ جو خارجی تعلقات ترک کر دیتا ہے۔ اور اپنی ہی ذات میں مسرت محسوس کرتا ہے۔ اور اپنے نفس کو ذات سرمدی سے بذریعہ یوگ کے متوازن کر لیتا ہے۔ وہ نہ فنا ہونے والی مسرت کا لطف اُٹھاتا ہے۔

۲۲۔ جو لذتیں محسوسات سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ الم و کرب کی جڑیں ہیں۔ اے کنتی کے بیٹے! وجہ یہ ہے کہ اُن کی ابتدا اور انتہا ہوتی ہے۔ اُن سے عقلمند لطف اندوز نہیں ہوتے۔

۲۳۔ وہ شخص جو اس دنیا میں۔ جسم سے آزاد ہونے سے پہلے۔ شہوت و خشم سے

پیدا ہونے والے جذبات کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ وہ یوگی اور سکھی ہے۔

۲۴۔ جو دل میں خوش ہے اور مسرور ہے۔ جو داخلی طور پر روشن و منور ہے۔ وہی یوگی خود ذات سرمدی ہو کر برہم نروان (فراغت، فنا فی اللہ و نجات کاملہ) حاصل کرتا ہے۔

۲۵۔ وہ رشی دائمی نروان حاصل کرتے ہیں۔ جو جملہ ہستیوں کی بھلائی میں مشغول رہتے ہیں۔ اُن کے گناہ فنا ہو چکے ہیں۔ دوئی کا پردہ ہٹ جاتا ہے۔ اور اُن کے نفس قابو میں رہتے ہیں۔

۲۶۔ دائمی نروان اُن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ جو اپنی ہستی کو پہچانتے ہیں۔ جو شہوت و خشم کو ترک کر چکے ہیں۔ اپنی فطرت کو قبضہ میں رکھتے ہیں۔ اور اپنے خیالات کو پابند رکھتے ہیں۔

ہر کہ نفس خویش را دید و شناخت
اندر استکمال خود دو اسپہ تاخت
(مثنوی)

۲۷-۲۸۔ خارجی تعلقات کو ترک کر کے۔ اور اپنی نگاہ کو دونوں بھوؤں کے درمیان میں جما کر۔ اپنی آنے جانے والی سانسوں کو جو نتھنوں کے درمیان سے آتی ہیں۔ برابر کر کے۔ حواس، نفس اور عقل کو قابو میں کر کے۔ جو عارف مطلقاً نجات کا خیال کرتا ہے۔ وہ خشم و شہوت و خوف کو بالکل ترک کر کے یقیناً نجات پاتا ہے۔

۲۹۔ وہ میری بابت یہ جان کر۔ کہ میں قربانی اور ریاضت سے لطف حاصل کرتا ہوں۔ اور یہ کہ تمام عالموں کا حاکم اعظم ہوں۔ اور تمام جانداروں سے محبت کرتا ہوں۔ یہ باتیں جان کر

پتھر میں بھی عشق کا اثر ہے
اس آگ سے سوختہ جگر ہے
ہر سنگ میں دیکھ تو شرر ہے
(درد)

وہ سلامتی (نروان) حاصل کر لیتا ہے۔

اوم۔تت۔ست

اس طرح ختم ہوتا ہے

نغمۂ خداوندی

کا

پانچواں مکالمہ سنیاس یوگ یا ترک عمل

جو

سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم معرفت ہے

چھٹا مکالمہ

ادھیاتم یوگ یا ضبط نفس

اس فصل میں سچے سنیاسی اور یوگی کی تعریف کی گئی ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ معرفت الٰہی حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے فرائض انجام دیتے رہو۔ تاکہ عوام پیروی کریں۔ جو لوگ یوگ میں ناکمل ہیں وہ دوبارہ پیدا ہونے کی مصیبت میں گرفتار کئے جائیں گے۔ تاکہ موجودہ زندگی کی تربیت کی بنا پر ترقی حاصل کرسکیں اور آخرکار سکون یا نجات حاصل کریں۔

مقدس خداوند نے فرمایا:-

۱۔ وہ جو محض فرض سمجھ کر عمل کرتا ہے۔ اور ثمرۂ عمل کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہی زاہد (سنیاسی) ہے۔ وہی یوگی ہے۔ نہ کہ وہ جو اعمال کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اور آگ کو ہاتھ نہیں لگاتا[1]۔

۲۔ اے پانڈو! جسے سنیاس کہتے ہیں وہ یوگ کا دوسرا نام ہے۔ اور کوئی شخص یوگی نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ وہ قوت ارادی کو ترک نہیں کر دیتا۔

۳۔ ایسے طالب کے لئے جو یوگ کی تلاش میں ہے عمل کو ذریعہ کہتے ہیں۔ اُس طالب کے لئے یوگ حاصل کرتا ہے سکون (شانتی) ذریعہ کہا جاتا ہے۔

۴۔ اس لئے کہ جو جملہ ارادوں کو ترک کر دیتا ہے۔ اور اشیائے حواس اور عمل سے بے لوث رہتا ہے وہ کامل یوگی کہلاتا ہے۔

---

[1] سنیاسی پوجا اور قربانی کی آگ نہیں جلاتا۔ بلکہ ان سب رسوم سے آزاد ہو جاتا ہے حتیٰ کہ کھانا بھی نہیں پکاتا۔ اگر کہیں پکا ہوا کھانا مل جائے تو کھا لیتا ہے۔

۵۔ ہر شخص کو خود اپنے آپ کو بلند کرنا چاہیئے اور اپنے کو پست نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ خود ہی اپنا مددگار ہے اور خود ہی اپنا دشمن ہے۔

۶۔ وہ اپنا مددگار ہے جس نے خود اپنے نفس کو جیت لیا ہے۔ اور جس نے اپنے نفس کو نہیں جیتا وہ خود اپنا دشمن ہے۔

۷۔ جو شخص اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے اور گرمی۔ سردی۔ عزت و ذلت رنج و راحت میں یکساں رہتا ہے اُس کی آتما (نفس) پرماتما (ذات بلند) ہے۔

۸۔ وہ یوگی متوازن کہلاتا ہے۔ جو علم و عرفان کے ذریعہ سے مطمئن ہے۔ جو مستقل ہے۔ اور جس کے حواس قابو میں ہیں جسکے لئے مٹی کا ڈھیلا۔ پتھر اور سونا سب برابر ہیں۔

نزدیک و بعید ہے برابر
مت ہو دم یاس سے مکدر
آئینہ وہم ہے سراسر
مانند نگہ نکل تو باہر
تیرے تئیں تجھ تلک سفر ہے (درد)

۹۔ وہی برتری پاتا ہے جو عاشقوں۔ دوستوں اور دشمنوں۔ اجنبیوں۔ غیر جانبداروں۔ نفرت کرنے والوں اور رشتہ داروں۔ اور نیکوکاروں اور بدکاروں کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۱۰۔ یوگی کو چاہیئے کہ ہمیشہ یوگ میں مصروف رہے۔ خلوت میں اکیلا رہے۔ خیال و خودی کو قبضہ میں رکھے۔ اور امید اور ملکیت کے خیال سے الگ رہے۔

۱۱۔ پاکیزہ مقام میں۔ اپنی مقررہ نشست پر۔ جو نہ بہت زیادہ بلند ہو نہ بہت زیادہ پست۔ اور یہ نشست کپڑے اور کالے ہرن کی کھال اور کُش گھاس سے بنی ہو۔

۱۲۔ وہاں نفس (مَن) کو یکسو کرکے اور خیالات و حواس کو قبضہ میں کرکے اپنی نشست پر مستحکم ہو کر اُسے اپنے نفس کی پاکیزگی کے لئے یوگ پر عمل کرنا چاہیئے۔

۱۳۔ جسم۔ سر اور گردن کو مستقیم کرکے۔ غیر متحرک طور پر مستحکم ہو کر مستقل طور پر اپنی ناک کی نوک کو اس طرح دیکھنا چاہیئے کہ نگاہ کسی سمت نہ پھرے۔

۱۴۔ اپنے نفس کو مطمئن کر کے۔ بے خوفی اور برہم چریہ کے عہد پر استقلال سے قائم رہ کر۔ دل کو قابو میں کر کے صرف میرا دھیان کرے۔ اور متوازن ہو کر مجھ سے لو لگائے۔

۱۵۔ اس طرح یوگی ہمیشہ نفس سے متحد ہو کر۔ دل کو قابو میں کر کے سلامتی حاصل کرتا ہے۔ اور مکمل نروان حاصل کر لیتا ہے۔ جو مجھ میں موجود ہے۔

۱۶۔ اے ارجن! حقیقت یہ ہے۔ کہ یوگ اُس کے لئے نہیں ہے جو بسیار خور ہے۔ یا جو قطعی نہیں کھاتا۔ نہ یوگ اُس کے لئے ہے جو بہت زیادہ سوتا ہے۔ نہ یہ زیادہ بیدار رہنے والے کے لئے ہے۔

۱۷۔ یوگ اُس شخص کے کل مصائب کو دور کر دیتا ہے۔ جو کھانے اور تفریح کرنے میں افراط و تفریط سے بچتا ہے۔ جو اپنے اعمال اور خواب و بیداری میں احتیاط رکھتا ہے۔

۱۸۔ جب اُس کا منضبط خیال نفس پر جم جاتا ہے۔ اور خواہشات کی آرزوئیں دل سے نکل جاتی ہیں۔ اُس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص متوازن ہے۔

پنہاں تھیں تجھ میں حسن کی ساری حقیقتیں
ہر حرف شوق نعرۂ منصور ہو گیا
(سجاد انصاری)

۱۹۔ جس طرح چراغ ایسی جگہ نہیں جھلملاتا جہاں ہوا نہ ہو۔ اسی طرح وہ یوگی ہوتا ہے۔ جو اپنے خیالات کو ضبط کر لیتا ہے۔ اور نفس کے یوگ میں معروف رہتا ہے۔

۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴۔ جس چیز میں دل کو سکون ہو۔ اور یوگ کی مشق کرنے سے خاموشی حاصل ہو۔ وہ شئے جس میں وہ آتما (نفس)، کو آتما کے ساتھ دیکھ کر آتما میں مطمئن ہو۔ وہ شئے جس میں اُسے نشاط کامل حاصل ہو۔ ایسا نشاط جسے عقل حواس سے بالاتر معلوم کر سکے جس میں قائم ہو کر وہ شخص حقیقت سے دور نہ ہو۔ جس (حقیقت) کو پا کر وہ یہ سمجھے کہ اس سے زیادہ نفع کسی شئے میں نہیں۔ جس میں قائم ہو کر وہ کسی سخت صدمہ سے بھی متزلزل نہ ہو۔ اُسے یوگ کہنا چاہیئے (یعنی، یہ رنج و الم سے بے تعلقی (کا نام ہے)۔ اس یوگ کو

مضبوط ارادہ اور صاف دلی سے پکڑنا چاہیئے۔
۲۴-۲۵- جتنی خواہشات تصور سے پیدا ہوں یا دل سے۔ ان سب کو ترک کرکے اور ہر طرف سے حواس کو قطع کرکے۔ اُسے رفتہ رفتہ فراغت حاصل کرنا چاہیئے۔ اس طرح کہ عقل کو ہوشیاری سے قابو میں رکھے اور دل (من) کو آتما (نفس) میں قائم کرکے کسی دوسری چیز کا خیال نہ کرے۔

۲۶- جتنی دفعہ یہ متحکم اور متزلزل دل بہکے۔ اُتنی ہی دفعہ اُسے چاہیئے۔ کہ اُس دل کو لگام دیکر آتما (نفس) کی ماتحتی میں لائے۔

۲۷- مسرت کامل اُس یوگی کے لئے ہے جس کا دل مطمئن ہے جس کے جذبات پرسکون ہیں۔ جو معصوم ہے۔ اور ذات ابدی کی فطرت میں محو ہے۔

۲۸- وہ یوگی جو ہمیشہ اس طرح آتما کو متوازن رکھتا ہے۔ اور گناہوں کو دور کردیتا ہے۔ وہ آسانی سے وصال برہم (ذات سرمدی) کا لطف بے پایاں حاصل کرتا ہے۔

۲۹- وہ نفس جو یوگ سے اصلاح پاتا ہے۔ وہ جملہ ہستیوں میں اپنے کو دیکھتا ہے۔ اور اپنے میں جملہ ہستیوں کو پاتا ہے۔ وہ ہر جگہ وہی جلوہ دیکھتا ہے۔

۳۰- جو مجھے ہر جگہ دیکھتا ہے۔ اور ہر شے مجھ میں دیکھتا ہے۔ اُس کی گرفت نہ میں چھوڑ سکتا ہوں۔ نہ وہ میری گرفت چھوڑ سکتا ہے۔

فاش میگویم واز گفتۂ خود دلشادم
بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم
نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار
چہ کنم حرف دگر یاد نداد استادم
(حزیں)

۳۱- جو وحدت میں قائم ہوکر۔ میری پرستش اس طرح کرتا ہے۔ کہ مجھے ہر مخلوق میں دیکھے۔ وہ یوگی مجھ میں قائم ہے۔ چاہے وہ کہیں ہو اور کسی حالت میں ہو۔

۳۲- اے ارجن! جو شخص اپنی طرح سب کو دیکھتا ہے۔ اور ہر چیز کو یکساں سمجھتا ہے خواہ وہ مسرت بخش ہو یا الم انگیز۔ وہی مکمل یوگی ہے۔

ارجن نے کہا:-

۳۳۔ اے مدھوسودن! یہ یوگ جسے آپ نے یکسانیت و توازن بتایا ہے۔ اُس کا اپنے اضطراب کی وجہ سے مستقل قیام (اپنے اندر) نہیں دیکھتا۔

۳۴۔ اے کرشن! بات یہ ہے۔ کہ دل بہت مضطرب ہے۔ یہ جوشیلا ہے۔ سخت ہے اور مشکل سے زیر ہوگا۔ میں اسے فتح کرنا اتنا ہی مشکل سمجھتا ہوں جتنا آندھی کو۔

مقدس آقا نے فرمایا۔

۳۵۔ اے قوی بازو! اس میں شک نہیں کہ من کو قابو میں کرنا مشکل ہے۔ اس لئے کہ یہ مضطرب ہے۔ لیکن مسلسل زہد اور ترک خواہشات سے وہ قابو میں کیا جا سکتا ہے۔

۳۶۔ ایسا من جو قابو میں نہیں ہے مشکل سے یوگ حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن جس کا دل قابو میں ہے وہ باقاعدہ محنت کرکے یوگ حاصل کر سکتا ہے۔

ارجن نے کہا:۔

۳۷۔ اے کرشن! یہ بتائیے کہ اُس کی کیا حالت ہوگی جس کا دل تو قابو میں نہیں ہے۔ لیکن وہ ایمان رکھتا ہے جس کا دل یوگ سے ہٹ گیا ہے۔ اور یوگ میں کمال حاصل کرنے سے ناکام رہا ہے۔

۳۸۔ دونوں سے گر کے کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ بادل کے ٹکڑے کی طرح فنا ہو جاتا ہو؟ اے لمبے بازوؤں والے! وہ غیر مستقل ہے۔ اور وہ برہم (ذات سرمدی) کے معاملہ میں گمراہ ہے۔

۳۹۔ اے کرشن! میرے اس شک کو مکمل طور پر دور فرمائیے۔ اس لئے کہ آپ کے سوا کوئی دوسرا اس شک کو مٹانے والا نہیں مل سکتا۔

مقدس آقا نے فرمایا:۔

۴۰۔ اے پرتھا کے بیٹے! اُس کے لئے نہ اس دنیا میں تباہی ہے۔ نہ آئندہ

زندگی ہیں۔ عزیز من! جو عمل صالح کرتا ہے اُس کی عاقبت کبھی خراب نہ ہوگی۔

۴۱۔ پاکیزہ افعال کرنے والے جن عالموں کو حاصل کرتے ہیں۔ وہاں عرصہ دراز تک زندگی بسر کرنے کے بعد جو لوگ سے گر جاتا ہے۔ وہ پھر پاک اور مقدس گھرانوں میں پیدا ہوتا ہے۔

۴۲۔ یا (یہ بھی ممکن ہے کہ) وہ شخص عارف یوگیوں کے خاندان میں پیدا ہو۔ لیکن دنیا میں ایسا جنم ملنا بہت ہی مشکل ہے۔

۴۳۔ اے ارجن! وہاں وہ اپنے قدیم جسم کی خصوصیات کو پھر حاصل کر لیتا ہے۔ اور ان کے ذریعہ سے وہ پھر حصول کمال کے لئے کوشش کرتا ہے۔

۴۴۔ اس پہلی مشق کی وجہ سے بلا ارادہ وہ آگے بڑھایا جاتا ہے۔ جو یوگ کے جاننے کی تھوڑی سی بھی خواہش رکھتا ہے۔ وہ ویدوں میں بتائے ہوئے اعمال سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔

۴۵۔ وہ یوگی جو استقلال سے مشقت کرتا ہے۔ گناہوں سے پاک ہوکر اور متعدد پیدائشوں میں پورے طور پر مکمل ہوکر بلند ترین حالت (نجات) کو حاصل کر لیتا ہے۔

۴۶۔ یوگی کا مرتبہ زاہدان مرتاض سے بلند ہے۔ وہ عارفوں سے بھی بلند ہے۔ یوگی کا درجہ عملی انسان سے بھی بلند ہے۔ لہذا اے ارجن! تو یوگی ہوجا۔

ملت عشق از ہمہ دینہا جدا ست
عاشقاں را مذہب و ملت خدا ست
(مثنوی)

۴۷۔ اور سب یوگیوں سے وہ یوگی میرے نزدیک کامل طور پر متوازن ہے۔ جس کا دل ایمان سے معمور ہے۔ جس کا نفس میری ذات میں قائم ہے اور وہ میری پرستش کرتا ہے۔

اوم۔تت۔ست

اس طرح ختم ہوتا ہے

نغمۂ خداوندی

کا

چھٹا مکالمہ ادھیاتم یوگ یا ضبط نفس

جو سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں تعلیم عرفان ہے

ساتواں مکالمہ

گیان یوگ یا علم معرفت

اس مکالمہ میں علم معرفت کو جملہ اعمال کا مقصد بتایا گیا ہے۔ یعنی اس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا:۔

۱۔ اے پرتھا کے بیٹے اب سن! کہ کس طرح تو اپنا دل مجھ میں قائم کر کے۔ میرا سہارا لے کر۔ یوگ کرتا ہوا۔ بلا شک مکمل طور پر مجھے جان سکتا ہے۔

۲۔ میں مکمل طور پر یہ علم و عرفان تجھے بتاؤں گا۔ اسے جاننے کے بعد اس دنیا میں کسی اور چیز کے جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۔ ہزار میں ایک آدمی مشکل سے ایسا ہوتا ہے جو کمال حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اور کامیاب کوشش کرنے والوں میں سے بمشکل ایک ایسا ہوتا ہے جو میری حقیقت سے واقف ہو۔

۴۔ میری قدرت کی تقسیم ہشت گانہ یہ ہے۔ ۱۔ مٹی۔ ۲۔ پانی۔ ۳۔ آگ ۴۔ ہوا۔ ۵۔ ایتھر (اکاش) ۶۔ نفس۔ ۷۔ عقل۔ ۸۔ خودی۔

۵۔ یہ فطرت پست کی تقسیم تھی۔ اب میری فطرت بلند کو جو عنصر حیات ہے معلوم کر۔ اے قوی بازو۔ اس فطرت سے کائنات قائم ہے۔

۶۔ اس کو جملہ ہستیوں کا ماخذ حیات سمجھ۔ میں جملہ کائنات کی پیدائش کا مخرج ہوں۔ اور اس طرح اس کے محو ہو جانے کا بھی مقام ہوں۔

ڈھونڈتے ہیں آپ سے اُس کو پرے
شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے
ہم نہ جانے پائے باہر آپ سے
وہ ہی آڑے آگیا جیدھر چلے (درد)

۷۔ اے دھننجے! مجھ سے بلند تر کوئی نہیں ہے۔ جملہ اشیا (مخلوقات) مجھ میں اس طرح پیوستہ ہیں جس طرح موتیوں کی لڑی ایک تاگے میں ہوتی ہے۔

۸۔ اے کنتی کے بیٹے! میں پینے کی چیزوں کا مزہ ہوں میں آفتاب و ماہتاب کا نور ہوں۔ میں جملہ ویدوں میں تعریف کا لفظ (اوم) ہوں (آکاش) ایتھر میں آواز ہوں۔ اور انسانوں کی موت و حیات۔

۹۔ میں مٹی میں پاک خوشبو اور آگ میں روشنی ہوں۔ میں سب جانداروں کی روح رواں ہوں۔ اور زاہدوں کا زہد ہوں۔

۱۰۔ اے پارتھ! مجھے جملہ جانداروں کا تخم ازلی سمجھو۔ میں عقل العقل ہوں اور جملہ پر شوکت چیزوں کی شوکت ہوں۔

بلبل بہ گل نشاں دہد و انہ نگ بوئے تو
پروانہ با چراغ کند جستجوئے تو
(صاحب کاشانی)

۱۱۔ اے بھرتوں کے آقا! میں زور آوروں کا زور ہوں۔ اور خواہش اور جوش سے آزاد ہوں۔ اور میں مخلوقات میں ایسی خواہش ہوں جو دھرم (فرض) کی مخالفت نہیں ہے۔

۱۲۔ یہ بھی جان لے وہ فطرتیں جو سکون سے بنی ہیں۔ اور وہ جو جوش سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور جو تاریک ہیں۔ وہ سب مجھ سے ہیں لیکن وہ مجھ میں ہیں میں اُن میں نہیں ہوں۔

۱۳۔ ان تین صفات (سکون۔ جوش۔ ظلمت) سے بن کر ان فطرتوں نے دنیا کو فریب میں ڈال رکھا ہے۔ اسی لئے دنیا مجھے نہیں جانتی۔ چونکہ میں ان صفات سے بالاتر۔ اور ابدی ہوں۔

۱۴۔ میرے اس خداوندی دھوکے (مایا) کی تہ تک پہنچنا بہت مشکل ہے جو تین صفات کی وجہ سے پیدا کیا گیا ہے

ہر ذرہ نگاہ غلط۔ جلوہ خود فریب
عالم دلیل گمرہی چشم و گوش تھا
(فانی)

وہ لوگ جو میرا ہی سہارا لیتے ہیں وہ اس دھوکے (مایا۔ قدرت) کو عبور کر لیتے ہیں۔

۱۵۔ بدکار اور بے وقوف میرا سہارا نہیں لیتے۔ نہ وہ کمینے میرا سہارا لیتے ہیں جنکا علم مایا (فریب) کی نذر ہو چکا ہے۔ جو عفریتوں کی فطرت میں داخل ہو گئے ہیں۔

۱۶۔ اے ارجن! چار قسم کے نیک چلن انسان میری پرستش کرتے ہیں۔ مصیبت زدہ عرفان کے طالب۔ آرزومند۔ اور عالم۔

۱۷۔ ان میں سے وہ عارف (جو مسلسل یکسانیت قبول کرتا رہتا ہے) صرف ایک کی پرستش کرتا ہے۔ وہی سب سے بہتر ہے میں اُس عارف کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اور وہ مجھے محبوب ہے۔

۱۸۔ یوں تو یہ سب صاحب شرف ہیں۔ لیکن میں عارف کو اپنی ہی ذات سمجھتا ہوں اس کا نفس متحد ہو کر مجھ پر مرکوز ہو جاتا ہے جو بلند ترین طریق ہے۔

۱۹۔ کئی پیدائشوں کے اختتام پر۔ عارف میرے پاس آتا ہے۔ ایسی بلند روح والے عارف کا تلاش کرنا مشکل ہے جو کہے کہ "سب کچھ واسو دیو ہی ہے"۔

ہر ذرہ آئینہ ہے کسی جمال کا
یوں ہی نہ جانئے مرے مشت غبار کا

(اصغر گونڈوی)

اللہ نور السمٰوٰت والارض (قرآن)

۲۰۔ وہ جن کا علم بے شمار خواہشات سے مغلوب ہو گیا ہے۔ دوسرے دیوتاؤں کے پاس جاتے ہیں۔ یہ مختلف رسمیں کرتے ہیں۔ اور اپنی فطرت سے مجبور ہو جاتے ہیں۔

۲۱۔ جو شخص کسی ایک قسم کی عبادت ایمان داری سے کرنا چاہتا ہے۔ تو میں اُس انسان کو اُسی غرض کے لئے مستحکم ایمان بخشتا ہوں۔

۲۲۔ وہ شیدائی بن کر اس ایمان کے ذریعہ سے اُس دیوتا کی عنایت کو حاصل کرتا ہے۔ اس طرح وہ رحمتیں حاصل کرتا ہے جس کی اُسے تمنا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔

کہ میں ہی ان کا عطا کرنے والا ہوں

۲۳۔ ان کم عقلوں کو ثواب بھی محدود ملتا ہے۔ دیوتاؤں کے پجاری دیوتاؤں ہی کے پاس جاتے ہیں۔ لیکن میرے شیدائی مجھ تک پہنچتے ہیں۔

جنبش ہر ذرہ با وصل خود ست
ہر چہ بود میل کسے آں شود
(شمس تبریز)

۲۴۔ جو لوگ عقل سے محروم ہیں۔ وہ باوجودیکہ میں غیر مشہود ہوں مجھے مشہود سمجھتے ہیں۔ اور میری بلند قدرت سے ناواقف ہیں۔ جو غیر فانی اور بہترین ہے۔

۲۵۔ میں اپنی قدرت کے حجاب میں رہ کر سب پر ظاہر نہیں ہوں۔ یہ فریب خوردہ دنیا مجھے نہیں جانتی۔ میں غیر مخلوق اور ازلی ہوں۔

۲۶۔ اے ارجن میں ان جملہ ہستیوں سے واقف ہوں جو گزر چکی ہیں۔ موجود ہیں اور آئندہ آنے والی ہیں۔ لیکن مجھے کوئی نہیں جانتا۔

۲۷۔ اے بھارت! ضدین کے دھوکے میں پڑکر۔ جو محبت و نفرت وغیرہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جملہ ہستیاں اس عالم میں فریب خوردہ حالت میں ہیں۔ اے پرنتپ!

ہو گیا مہماں سرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوتخانہ تھا
(درد)

۲۸۔ لیکن وہ نیک چلن انسان جن میں گناہ کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ ضدین کے فریب سے آزاد ہو کر میری پرستش کرتے ہیں۔ اور اپنے عہد پر قایم ہیں۔

اگر جمعیت دل ہے تجھے منظور قانع ہو
کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہیں
(درد)

۲۹۔ جو مجھ میں پناہ لے کر بڑھاپے اور موت سے آزاد ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ذات ابدی۔ مکمل علم نفس اور پورے عمل سے واقف ہیں۔

۴۰۔ جو مجھ میں لو لگائے ہیں۔ اور مجھے جملہ مخلوقات۔ دیوتاؤں اور قربانی سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ وہ یقیناً موت کے وقت بھی مجھے نہ بھولیں گے۔

ہر اِنکس بمن آشنا میشود
خداوند ہر دو سرا میشود (فیضی)

حق حق حق

اس طرح ختم ہوتا ہے

نغمۂ خداوندی

کا

ساتواں مکالمہ گیان یوگ یا علم معرفت

جو

مہری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم الٰہی ہے۔

آٹھواں مکالمہ

اکھشر برہم یوگ یا غیر فانی برہم یوگ

اس مکالمہ میں برہم کی صفات کی تفصیل ہے۔

ارجن نے کہا:۔

۱۔ اے پرشوتم! ذات ابدی (برہم)، علم نفس (ادھیاتم) اور عمل (کرم) کسے کہتے ہیں۔ علم عناصر کسے کہا جاتا ہے۔ اور دیوتاؤں کا علم کسے کہتے ہیں۔

۲۔ اس جسم میں قربانی کا علم کیا شے ہے۔ اور انتقال (موت) کے وقت کس طرح آپ کا علم اُن لوگوں کو ہوتا ہے جو ضبط نفس کر چکے ہیں۔ اے مدھوسودن۔

مقدس آقا نے فرمایا:۔

۳۔ برہم ناقابل فنا۔ اور بزرگ ترین ہستی ہے۔ اس کی فطرت واقعی کو علم نفس کہتے ہیں جس سے سب جاندار اُسی میں سما رہا ہے۔ اور وہ قوت جس سے مخلوقات پیدا ہوتی ہیں عمل کہلاتی ہے۔

جز نقش تو در نظر نیاید مارا
جز کوئے تو رہگذر نیاید مارا
خوش آمدہ خواب برادر دیدہ
حقا کہ بچشم در نیاید مارا
(حافظ)

۴۔ علم عناصر میری فطرت فانی سے متعلق ہے۔ اور دیوتاؤں کا علم میری جان بخش قوت سے تعلق رکھتا ہے۔ قربانی کا علم میرے متعلق یہ بتاتا ہے کہ جسموں میں بھی میں ہی ہوں۔

۵۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ وہ جو جسم کو چھوڑ کر۔ خاتمہ کے وقت صرف میرا ہی خیال کرتا ہوا جاتا ہے وہ میری ہستی میں داخل ہو جاتا ہے۔

۶۔ اے کونتیہ۔ جو شخص اس جسم کے چھوڑنے کے وقت جس چیز کا دھیان

رکھتا ہے ۔ اسی کے پاس وہ جاتا ہے ۔ اور ہمیشہ قدرتاً اُسی سے واصل ہو جاتا ہے ۔

۷ ۔ اس لئے ہر لمحہ میرا ہی تصور قائم رکھ ۔ اور جنگ کر ۔ نفس (من) اور عقل کو مجھ پر جما کے تو بلا شک میرے پاس پہنچ جائے گا ۔

۸ ۔ اے پارتھ ۔ جب دل غیر اللہ کے پیچھے نہ بھٹکے ۔ اور مسلسل مشق سے متوازن ہو جائے ۔ اور ہمیشہ مراقبہ میں رہے ۔ تب وہ شخص برہم تک پہنچ جاتا ہے ۔

۹ ۔ وہ جو اُس ذات کا خیال کرتا ہے ۔ جو قدیم ہے ۔ حاضر و ناظر ہے ۔ حاکم مطلق ہے لطیف سے بھی لطیف تر ہے ۔ سب کو سنبھالے ہوئے ہے ۔ ناقابل تصور ہے ۔ اور جو ظلمت سے پار اور سراسر نور ہے ۔

۱۰ ۔ (وہ شخص) انتقال کے وقت غیر متزلزل قلب کے ساتھ ۔ محویت کے عالم میں ۔ یوگ کی قوت سے اپنے انفاس حیات کو اپنے ابروؤں کے درمیان میں کھینچ کر اُس روح اعظم ۔ اُس خداوندی روح تک پہنچ جاتا ہے ۔

۱۱ ۔ وہ چیز جسے وید کے جاننے والے غیر فانی کہتے ہیں ۔ وہ مقام جس میں ضبط نفس کرنے والے اور خواہشات سے آزاد انسان داخل ہوتے ہیں ۔ وہ جس کی آرزو سے برہم آچریہ (تجرد) کرتے ہیں ۔ وہ راستہ مختصراً میں تجھے بتاتا ہوں ۔

۱۲ ۔ (حواس کے) سب دروازوں کو بند کر کے قوت خیال کو دل میں محدود کر کے ۔ اور یوگ کے ذریعہ سے نفس حیات کو اپنے دماغ میں مرکوز کرنے کے بعد ۔

چشم بند و لب بند و گوش بند
گر نہ بینی نور حق بر ما بخند
(مثنوی)

۱۳ ۔ سرمدی لفظ "اوم" کو ورد کرتے ہوئے ۔ میری یاد میں لگ کر ۔ جو اس طرح جسم کو چھوڑتا ہے ۔ وہ سب سے بلند درجہ کو حاصل کرتا ہے ۔

۱۴ ۔ اے پارتھ ! وہ متوازن یوگی جو مسلسل میرا دھیان رکھتا ہے ۔ اور کسی

من و ما و تو و او است یک چیز
کہ در وحدت نباشد ہیچ تمیز
(گلشن راز)

دوسرے کا خیال نہیں کرتا۔ وہ آسانی سے مجھ۔ تک پہنچ جاتا ہے۔
تک پہنچ جاتا ہے۔

۱۵۔ میرے پاس پہنچکر یہ مہاتما دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔ یعنی مقام غم اور مقام فنا میں پھر نہیں آتے۔ وہ ایسی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں فراغت کاملہ حاصل ہوتی ہے۔

۱۶۔ اے ارجن! وہ عالم جو برہما کے عالم سے شروع ہوتے ہیں۔ وہ فنا و بقا کی منزلوں سے گزرتے رہتے ہیں۔ لیکن جو میرے پاس آتا ہے وہ دوبارہ نہیں پیدا ہوتا۔

۱۷۔ جو برہما کے دن کی طوالت ہزار قرن (یگ) اور رات کی طوالت ہزار قرن جانتے ہیں۔ (حقیقت میں) وہی روز و شب سے واقف ہیں۔

۱۸۔ بعد روشن کے ظاہر ہوتے ہی غیر مشہود (غائب) سے جملہ مشہود چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور شب کے آتے ہی وہ سب چیزیں غیب میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔

۱۹۔ گوناگون مخلوقات مسلسل پیدا ہو ہو کر شب کے آتے ہی فنا ہو جاتی ہیں۔ اور اے پارتھ! قانون قدرت کے مطابق یہ دن نکلتے ہی پھر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

۲۰۔ لہذا حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اُس غیر مشہود سے بلند تر ایک اور غیر مشہود ہستی ہے۔ جو دائمی ہے۔ اور جملہ ہستیوں کے فنا ہونے کے باوجود وہ ذات فنا نہیں ہوتی۔

۲۱۔ اُس غیر مشہود کو "ذات غیر فانی" کہتے ہیں"۔ اُس کا نام "مقام بقا" ہے۔ جو اُس تک پہنچتے ہیں وہ واپس ہو کر دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔ وہی میرا بلند ترین مسکن ہے۔

او بے نشاں محض چہ جوئی از و نشاں
ہر ذرہ بر خدائی او صد نشان دہد
(خواجہ اجمیری)

۲۲۔ اس اوج اکبر تک صرف اُس کی غیر متزلزل پرستش سے رسائی ہو سکتی ہے جس میں تمام ہستیاں پناہ گزیں ہیں۔ جس نے یہ کائنات پیدا کی ہیں۔

۲۳۔ جس وقت یوگی منتقل ہو کر پیدا نہیں ہوتے۔ اور جس وقت پیدا ہوتے ہیں۔

میں اب اُس وقت کا بیان کرتا ہوں - اے بھارتوں کے راجہ !

۲۴- آگ کی روشنی - دن - اجیالی کے دو ہفتہ - وہ چھ ماہ جس میں سورج شمال کے راستہ پر جاتا ہے - ان اوقات میں جو یوگی انتقال کرتے ہیں - اور جو ذات ازلی کو جانتے ہیں - وہ اُسی ذات سے واصل ہو جاتے ہیں -

۲۵- دھواں - رات - اندھیاری کے دو ہفتہ آفتاب کے جنوبی راستہ کے چھ ماہ - ان اوقات میں یوگی انتقال کرنے کے بعد - چاندنی سے اثر پذیر ہو ہو کر اس دنیا میں واپس چلے آتے ہیں -

۲۶- نور و ظلمت دنیا کے غیر فانی راستہ کہے جاتے ہیں - ایک سے وہ جاتا ہے - جو واپس نہیں آتا - دوسرے راستہ سے جو جاتا ہے - وہ پھر واپس چلا آتا ہے -

۲۷- اے پارتھ ! ان راستوں کو جاننے کے بعد یوگی کسی طرح پریشان نہیں ہوتا - لہذا اے ارجن ! ہر وقت یوگ میں مستقل طور پر قائم رہ -

۲۸- وہ عابد جو یہ علم رکھتا ہے - وہ اُن تمام متبرک جزاؤں سے بلند تر ہے جن کو ویدوں میں - قربانیوں میں - ریاضتوں میں اور صدقات میں بتایا گیا ہے - ان سب کو جان کر - ان سے پار - وہ بلند ترین ازلی مقام پر پہنچ جاتے ہیں -

چندانکہ زخود نیست ترم ہست ترم
ہر چند بلند پایہ ترم پست ترم
زیں طرفہ تر آنکہ از شراب ہستی
ہر لحظہ کہ ہشیار ترم مست ترم
(خیام)

اوم - ہت - ست

اس طرح ختم ہوتا ہے نغمۂ خداوندی کا

آٹھواں مکالمہ غیر فانی برہم یوگ

جو

سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم الٰہی ہے -

نواں مکالمہ

شاہی علم و شاہی راز کا یوگ

راج ودیا۔ یا شاہی علم کیا ہے۔ خدا سے وصال کا علم۔ یہ وصال عشقِ صادق سے حاصل ہوتا ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا:۔

۱۔ چونکہ تو نکتہ چینی نہیں کرتا۔ اس لئے میں وہ نہایت خفیہ انسانی اور خداوندی علم بتاتا ہوں جسے جان لینے کے بعد تو برائی سے آزاد ہو جائے گا۔

۲۔ شاہی علم۔ شاہی راز۔ بہترین تقدس بخش ہے۔ الہامی ہے۔ دھرم کے مطابق ہے اس پر آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے یہ غیر فانی ہے۔

۳۔ اے پرنتپ! وہ لوگ جو اس علم پر ایمان نہیں رکھتے وہ میرے پاس نہیں پہنچتے بلکہ اس دنیائے فانی کی گزرگاہوں میں واپس چلے آتے ہیں۔

۴۔ یہ سب کائنات میں نے پھیلائی ہے یہ میری مشہود مادی قدرت (پرکرتی) سے پیدا ہوئی ہے۔ جملہ مخلوق میرے اندر رہتی ہیں۔ میں اُن کے سہارے پر نہیں رہتا۔

واللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیط۔
اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے
(قرآن کریم)

۵۔ تاہم یہ مخلوقات میرے اندر نہیں رہتیں۔ میری شاہانہ خدائی دیکھ۔ میری روح جو سب چیزوں کا سرچشمہ ہے۔ سب کی پرورش کرتی ہے۔ لیکن اُن میں نہیں رہتی۔

کعبہ میں کلیسا میں ہم نے تو جہان دیکھا
اے قصر و فا تیری تعمیر نظر آئی
(فانی)

۶۔ جس طرح پر زور ہوا جو ہر جگہ حرکت کرتی ہے۔ اُس کی جڑ آکاش (انیھر) میں ہے۔ اسی طرح جملہ ہستیاں میری ذات میں ہیں

صورت از بے صورتی آمد برون
باز شد کانّا الیہ راجعون
(مثنوی)

۷۔ اے کونتیہ۔ تمام ہستیاں ایک زمانہ کے بعد میری فطرت (قدرت۔ پرکرتی) میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اور دوسرے زمانے کے شروع میں اُن کو میں پھر خارج کرتا ہوں۔

۸۔ اُس فطرت میں داخل ہو کر جو میری اپنی ہے میں ان تمام جانداروں کے گروہوں کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہوں۔ اور یہ کام خود بخود میری قدرت سے جاری رہتا ہے۔

۹۔ اے دھننجے۔ یہ اعمال مجھے پابند نہیں کرتے۔ میں بلندی پر تخت نشین ہوں اور اعمال سے بے تعلق ہوں۔

۱۰۔ قدرت میرے مشاہدہ میں متحرک اور غیر متحرک اشیاء کو پیدا کرتی رہتی ہے۔ اے کونتیہ۔ اسی طرح یہ دور کائنات جاری ہے

کنت کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اعرف
فخلقت الخلق لاعرف۔
(میں مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں۔ تو میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ جانا جاؤں)

۱۱۔ غافل میری طرف متوجہ نہیں ہوتے جبکہ میں انسانی جامہ میں ہوتا ہوں۔ وہ میری قدرت بلند سے ناواقف ہیں۔ کہ میں مخلوقات کا خداوند اکبر ہوں۔

۱۲۔ امید۔ عمل۔ علم و عقل سے قاصر یہ دیووں۔ عفریتوں کی پُر فریب اور ظالم فطرت میں شامل ہوتے ہیں۔

۱۳۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ مہاتما میری خداوندی قدرت میں حصہ لیکر غیر متزلزل قلب کے ساتھ میری پرستش کرتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں۔ کہ میں مخلوقات کا غیر فانی سرچشمہ ہوں۔

۱۴۔ وہ ہمیشہ میری تسبیح کرتے ہیں اور اپنے عہد پر استقلال سے قائم ہوکر میرے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ متوازن ہوکر خلوص کے ساتھ میری عبادت کرتے ہیں۔

۱۵۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو عقل کی قربانی کرتے ہیں۔ اور میری وحدت کی پرستش کرتے ہیں۔ اور کثرت کی بھی۔ جو ہر جگہ موجود ہے

۱۶۔ میں نذر و نیاز ہوں میں قربانی ہوں۔ میں متقدمین کے لئے نذر ہوں میں جڑی بوٹی ہوں۔ منتر ہوں۔ گھی ہوں۔ آگ ہوں۔ اور نذر سوختہ ہوں

دونوں جہاں ہیں مغنیٔ مولی ہے جلوہ گر
غافل ایاز کون ہے محمود کون ہے
(درد)

۱۷۔ میں کائنات کا والد ہوں۔ والدہ ہوں۔ جائے پناہ ہوں۔ بزرگ ہوں مقدس و معروف ہوں۔ لفظ قوت (اوم) ہوں۔ اور رگ۔ سام۔ یجر (وید) ہوں۔

دشمن ہے کہاں کدھر کو ہے دوست
ہے گرمیٔ بزم مہر و کیں تو
ویرانیٔ وادیٔ گماں تو
آبادیٔ خانۂ یقیں تو
کرتا ہے یہ کون دیدہ بازی
گر روشنیٔ نظر نہیں تو (درد)

(۱۸) میں راہ سلوک ہوں۔ شوہر ہوں۔ آقا ہوں۔ شاہد ہوں۔ جائے قیام ہوں جائے پناہ ہوں۔ عاشق ہوں۔ ماخذ ہوں۔ فنا ہوں۔ بنیاد ہوں۔ خزانہ ہوں۔ اور میں ہی لافانی بیج ہوں۔

(۱۹) میں حرارت بخشتا ہوں۔ میں بارش دینے اور روکنے والا ہوں۔ اے ارجن میں بقا بھی ہوں اور فنا بھی۔ ہست بھی ہوں اور نیست بھی۔

(۲۰) تینوں ویدوں کے جاننے والے سوم کا عرق پینے والے معصوم۔ میری عبادت قربانی کے ذریعہ سے کرنے والے مجھ سے بہشت کی دعا کرتے ہیں۔ وہ دیوتاؤں کے حکمرانی کی مبارک دنیا میں بلند ہوکر جنت میں دیوتاؤں کی دعوتیں کھاتے ہیں۔

۲۱- وہ اپنے نیک اعمال کے اندازے تک وسیع عالم بالا کا لطف اُٹھا کر اس فانی دنیا میں پھر پیدا ہوتے ہیں۔ مقدس کتابوں (ویدوں) کی پیروی کرنے والے بھی خواہشوں کی خواہش کرتے ہوئے اُس چیز کو حاصل کرتے ہیں جو فانی ہے (یعنی یہ زندگی)

(۲۲) جو صرف میری پرستش مجھے لاشریک مان کر کرتے ہیں۔ اُن متوازن اشخاص کو مکمل سلامتی بخشتا ہوں۔

۲۳- اے کنتی کے بیٹے! گو یہ قدیم قاعدے کے خلاف ہے۔ لیکن دوسرے دیوتاؤں کے پجاری بھی۔ جو ایمان کامل سے عبادت کرتے ہیں۔ میری ہی عبادت کرتے ہیں اگرچہ طریقہ کے خلاف۔

۲۴- میں جملہ قربانیوں سے لطف اندوز ہونے والا مالک ہوں۔ لیکن وہ حقیقت میں مجھے نہیں جانتے اور اسی وجہ سے وہ لغزش کرتے ہیں۔

۲۵- جو دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ دیوتاؤں کے پاس پہنچتے ہیں۔ بزرگ پرست بزرگوں (آبا و اجداد) تک پہنچتے ہیں۔ عناصر پرست عنصروں کے پاس جاتے ہیں۔ لیکن میری عبادت کرنے والے مجھے پاتے ہیں۔

زبحرِ عشق یک قطرہ ظہورِ سرِ منصور یست
نظرف ہمت عاشق ازیں کمتر نمی جنبد
(خواجہ اجمیریؒ)

۲۶- جو مجھے خلوص محبت کے ساتھ ایک پتا۔ ایک پھول۔ پھل۔ یا پانی نذر کرتا ہے اُسے میں اس عابد سے قبول کرتا ہوں۔ چونکہ وہ خلوص و محبت (بھگتی) سے نذر کرتا ہے۔

۲۷- اے کنتی کے بیٹے! تیرے اعمال تیری خوراک۔ تیری قربانی۔ تیری داد و دہش تیرا زہد و تقویٰ سب میری پیشکش کے لیئے ہونا چاہیئے۔

میری نماز و عبادت۔ میری زندگی و موت سب اللہ کے لیے ہے جو تمام عالموں کا رب ہے۔
(ترجمہ قرآن کریم)

۲۸۔ اس طرح تو نیک و بد اعمال کی بندشوں سے آزاد ہو جائے گا۔ تو ترک دنیا کے یوگ پر عمل کرکے آزاد ہو جائے گا۔ اور میرے پاس پہنچ جائے گا۔

۲۹۔ جملہ مخلوقات میری نظر میں یکساں ہیں میرے لئے نہ کوئی معیوب ہے نہ قابل نفرت۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو والہانہ میری بھگتی کرتے ہیں وہ مجھ میں ہیں اور میں اُن میں۔

او در دل منست و دل من بدست او
چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

۳۰۔ اگر وہ بھی جو نہایت گناہگار ہے میری پرستش یکسوئی سے کرے تو وہ بھی پاکباز شمار کیا جائے گا۔ چونکہ اُس نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے۔

خیام ایں از بہر گنہ ماتم چیست
وز خوردن غم فائدہ بیش و کم چیست
آں را کہ گنہ نکرد غفراں نبود
غفراں ز برائے گنہ آمد غم چیست (خیام)

نہ ہو اُس کی خطا پوشی پہ کیوں ناز گنہگاری
نشان نشانِ رحمت بن گیا داغ سیہ کاری
(حسرت)

۳۱۔ اے کونتیہ! وہ شخص نہایت تیزی سے پاکباز ہو جائے گا اور دائمی مسرت حاصل کرے گا۔ یقیناً میرا بھگت کبھی فنا نہیں ہوتا۔

۳۲۔ اے پارتھ! جو لوگ مجھ میں پناہ لیتے ہیں۔ خواہ وہ گناہ ہی سے کیوں نہ پیدا ہوئے ہوں۔ خواہ وہ عورتیں ہوں۔ ویش ہوں۔ حتیٰ کہ شودر ہوں۔ لیکن وہ بھی بلند ترین راستہ پر چلتے ہیں

میخور کہ عالم دست گیرد نہ عمل
الا کرم و رحمت حق عز و جل
ایں طائفہ کز خمری مے نخورند
از جملہ کالانعام شمار اے احول
(خیام)

۳۳۔ متبرک برہمنوں۔ اور مقدس راج رشیوں کا تو ذکر ہی کیا۔ چونکہ تو اس

ناپائدار اور غمناک دنیا میں آیا ہے۔ لہذا میری پرستش کر۔

۳۴۔ صرف مجھ پر اپنا دل جما۔ میرا شیدائی بن۔ میرے لئے قربانی کر۔ مجھے سجدہ کر اور اس طرح اپنے نفس کا توازن قائم کر کے اور مجھے مقصد اعظم بنا کر تو مجھ سے واصل ہو گا۔

اوم۔ تت۔ ست

اس طرح ختم ہوتا ہے۔

نغمۂ خداوندی

کا

نواں مکالمہ جسے راج ودیا راج گہیہ یوگ کہتے ہیں

جو

سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم معرفت الٰہی ہے

دسواں مکالمہ

جلوہ ہائے خداوندی کا یوگ

اس فصل میں خدا کی صفات کی تفصیل ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ خدا کا جلوہ ہر شئے میں ہے۔ لیکن وہ سب سے بلند ہے۔

مقدس آقا نے فرمایا:۔

۱۔ ہاں اے قوی بازو! پھر میرے بزرگ الفاظ کو سن۔ جن کا اظہار تیری بھلائی کے لئے کیا جاتا ہے چونکہ تو میرا محبوب ہے۔

۲۔ دیوتاؤں۔ یارشیوں کا گروہ۔ میری پیدائش کو نہیں جانتا۔ چونکہ میں جملہ دیوتاؤں اور رشیوں کا سبب اوّل ہوں۔

۳۔ جو مجھے جانتا ہے کہ میں غیر مخلوق ہوں۔ ازلی ہوں اور مالک الملک ہوں۔ وہی فانی انسانوں میں ایسا ہے جو بغیر دھوکا کھائے جملہ گناہوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

۴۔ عقل معرفت۔ عدم فریب۔ عفو صدق۔ ضبط حواس۔ اطمینان۔ لذت و الم۔ ہستی و عدم۔ خوف و جرأت۔

۵۔ غیر ایذا رسانی۔ نفس کی یکسانیت۔ قناعت۔ زہد۔ خیرات۔ شہرت و بدنامی یہ ہیں مختلف خصوصیات جانداروں کی جو مجھ سے پیدا ہوتی ہیں۔

۶۔ سات بڑے رشی۔ قدیم چار (کمار)[1] اور منو[2] میری قدرت اور نفس سے پیدا ہوئے ہیں۔ اُن سے یہ نسل بڑھی ہے۔

---

[1] کنوارے نوجوان جو اس دنیا کے بلند ترین بزرگ سمجھے جاتے ہیں [2] کسی نسل کے سردار اور قانون ساز

۷۔ جو میرے جلال اور طاقت کی حقیقت سے واقف ہے۔ وہ بلا شک و شبہہ یوگ سے توازن حاصل کرتا ہے۔

۸۔ میں سب کا خالق ہوں۔ سب کی ارتقا مجھ سے ہوتی ہے۔ یہ بات سمجھ کے عارف محویت کے عالم میں میری عبادت کرتے ہیں۔

۹۔ وہ میرا ہی تصور کر کے اپنی جان کو مجھ میں پوشیدہ کر کے۔ ایک دوسرے کو سمجھاتے ہوئے۔ ہمیشہ میرا ہی ذکر کرتے ہوئے مطمئن اور مسرور رہتے ہیں۔

۱۰۔ ان لوگوں کو جو ہمیشہ توازن قائم رکھتے ہیں اور میری عبادت بھگتی سے کرتے ہیں۔ میں عقل کا یوگ (بدھی یوگ) دیتا ہوں جس کی وجہ سے وہ میری حضوری حاصل کرتے ہیں۔

۱۱۔ اُن پر خالص رحم کی وجہ سے میں اُن کے نفوس میں حلول کر جاتا ہوں۔ اور میں اُس تاریکی کو جو جہالت سے پیدا ہوئی معرفت کے روشن چراغ سے دور کر دیتا ہوں۔

گفت پیغمبرؐ کہ حق فرمودہ است
من نگنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز
من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز
در دل مومن بگنجم اے عجب
گر مرا جوئی در آں دلہا طلب (مثنوی)

پر تو حسنت نگنجد در زمین و آسماں
بسکہ حیرانم درون سینہ چوں جا کردہ (حافظ)

ارجن نے کہا:۔

۱۲۔ تو عظیم ترین برہم ہے۔ سب سے اونچا درجہ ہے۔ مکمل پاکیزگی ہے۔ اور سرمدی و خداوندی ذات ہے۔ تو خدائے اولین ہے۔ غیر مخلوق۔ مالک۔

۱۳۔ سب رشیوں نے یوں ہی آپ کی تمجید کی ہے۔ اسی طرح مقدس رشی نارد نے بھی فرمایا ہے۔ اسی طرح آسِت دیول۔ اور ویاس نے کہا ہے اور اب آپ بھی

یہی فرماتے ہیں۔

۱۴۔ کیشوا! جو کچھ آپ فرماتے ہیں حق ہے۔ میں ایمان لاتا ہوں۔ اے مقدس آقا آپ کے ظہور کو نہ تو دیوتا ہی سمجھ سکتے ہیں نہ دانو (معمولی درجہ کے دیوتا یا اولیاء اللہ)

۱۵۔ اے پرشوتم! حقیقت یہ ہے کہ آپ خود اپنی ہستی سے واقف ہیں۔ آپ مخلوقات کا سرچشمہ ہیں۔ اور اُن کے مالک۔ آپ دیوتاؤں کے دیوتا ہیں۔ اور دنیا کے حاکم۔

۱۶۔ کرم فرما کے۔ واضح طور پر اپنے خداوندی جلال کا اظہار فرمائیے۔ جس کی وجہ سے ان عالموں میں جاری و ساری ہو کر تو باقی ہے۔

پر افگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاراں دیگرے را می پرستند

۱۷۔ اے رازوالی ہستی میں کس طرح تیرا مراقبہ کر کے تیری معرفت حاصل کر سکتا ہوں اے آقائے جبار! میں کس کس رنگ میں تیرا دھیان کر سکتا ہوں۔

۱۸۔ اپنے یوگ اور جلال کا حال بالتفصیل پھر بیان فرمائیے۔ آپ کے حیات بخش کلمات سے میں کبھی سیر نہیں ہو سکتا۔

مقدس آقا نے فرمایا:۔

۱۹۔ تجھ پر سلامتی ہو۔ میں اپنی خداوندی عظمت کا حال معہ اُس کی خاص خاص صفات کے بیان کرتا ہوں۔ اے کوروؤں کے برگزیدہ انسان! میری صفات کی کوئی حد نہیں ہے۔

۲۰۔ اے گڈاکیش! میں وہ آتما ہوں جو سب جانداروں کے درمیان میں قائم ہے اور میں سب مخلوقات کی ابتدا۔ وسط اور انتہا ہوں

انا من اھوی ومن اھوی انا
نحن روحان حللنا بدنا
فاذا ابصرتنی ابصرتہ
واذا ابصرتہ ابصرتنا (شمس تبریز)
(جس سے مجھے محبت ہے وہ اور میں ایک ہی ہوں)

۲۱- ادتیوں میں وشنو ہوں۔ روشن چیزوں میں خورشید درخشاں ہوں۔ ہواؤں میں مریچی ہوں۔ اور ستاروں کے مجموعوں میں ماہتاب ہوں۔

۲۲- میں ویدوں میں سام وید ہوں۔ دیوتاؤں میں اندر ہوں۔ حواس میں مَن ہوں۔ اور جانداروں کا ہوش ہوں۔

۲۳- رُدروں میں شنکر ہوں۔ دیووں اور راکشسوں میں وتیش ہوں۔ وسوؤں کا پاوک ہوں اور بلند پہاڑوں میں میرو ہوں۔

۲۴- اے پارتھ! مجھے جان لے کہ میں پروہتوں میں برہسپتی ہوں۔ سپہ سالاروں میں اسکند ہوں۔ اور پانی والی جگہوں میں سمندر ہوں۔

۲۵- بڑے رشیوں میں بھرگو ہوں۔ کلام میں کلمہ خاص (اوم) ہوں۔ قربانیوں میں ذکر خفی ہوں اور غیر متحرک چیزوں میں ہمالیہ ہوں۔

۲۶- درختوں میں اسوتھ (پیپل) ہوں۔ اولیاء اللہ میں نارد ہوں۔ گندھروں (نورانی ہستیوں) میں چتررتھ ہوں اور کاملوں میں کپل منی ہوں یعنی (Personal God یا شخصی خدا کا منکر ہے)

۲۷- مجھے گھوڑوں میں اُچّے شرو! جان لے جو امرت (آبحیات) سے مخلوق ہے۔ میں ہاتھیوں میں ایراوت اور آدمیوں میں بادشاہ ہوں۔

۲۸- ہتھیاروں میں صاعقہ ہوں گایوں میں کام دھوک[۱] ہوں۔ مورثوں میں کندرپ ہوں اور سانپوں میں واسوکی ہوں۔

(۲۶-۲۸)

هو الاول والآخر والظاهر والباطن (سورہ حدید)

(ترجمہ وہ اوّل ہے وہ آخر ہے۔ وہ ظاہر ہے وہ باطن ہے)

---

[۱] وہ گائے جو حسب خواہش دودھ دیتی ہو۔

وہ ناگوں[1] میں اننت ہوں۔ساکنانِ بحر میں ورن ہوں۔متقدمین میں اریما ہوں۔ اور سزا دینے والوں میں یم ہوں۔

۳۰۔دیتوں[2] میں پرہلاد ہوں۔محاسبوں میں زمانہ ہوں۔جنگلی درندوں میں شاہ حیوانات (شیر) ہوں۔اور پرندوں میں وینیتا ہوں۔

۳۱۔پاک کرنے والوں میں ہوا ہوں۔ہتھیار بندوں میں رام ہوں۔مچھلیوں میں مگرمچھ ہوں اور دریاؤں میں گنگا ہوں۔

۳۲۔اے ارجن! مخلوقات میں ابتدا وسط اور انتہا ہوں۔علوم میں علم الٰہی (برہم ودیا) ہوں اور خطیبوں کی زبان بھی میں ہی ہوں۔

۳۳۔حروف میں الف ہوں۔ اور مرکبات کی ترکیب ہوں۔میں غیر محدود زمانہ ہوں۔اور میں ہی محافظ ہوں جس کا منہ ہر طرف ہے۔

آینما تولوا فثمّ وجہ اللہ (قرآن کریم)
جدھر دیکھو اللہ ہی اللہ ہے۔

۳۴۔میں سب کو فنا کرنے والی موت ہوں۔اور جو آئندہ پیدا ہوگا اُس کا سرچشمہ ہوں اور مؤنث صفات میں شہرت۔دولت۔تقریر۔حافظہ۔ذہن۔استقلال اور عفو ہوں۔

۳۵۔مناجاتوں میں برہت سامن ہوں۔اور نظموں میں گائتری ہوں۔مہینوں میں اگھن (مارگھ سیرش) ہوں موسموں میں موسم بہار ہوں۔

۳۶۔چالاکوں میں جوا ہوں۔پر عظمت اشیا کا جلال ہوں۔میں فتح ہوں۔استقلال ہوں۔اور حقیقت شناسوں کی حقیقت میں ہی ہوں۔

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
خدا ہی کا جلوہ میاں دیکھتا ہوں
یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عین حق ہے
کہ میں بحر ہستی رواں دیکھتا ہوں
(نیاز)

۳۷۔ورشنیوں کا واسودیو ہوں۔پانڈوؤں میں دھننجے ہوں۔صوفیوں میں ویاس ہوں۔اور شاعروں میں اُشنا مغنی ہوں۔

---

[1] وہ سانپ جو عقل کی تعلیم دیتے ہیں۔ [2] دیو نا دیا ین مانس۔

۳۸۔ میں حکمرانوں میں عصائے حکومت ہوں۔ خواہان آخرت کے لئے تدبر ہوں۔ رازوں میں خاموشی ہوں۔ اور عارفوں کی معرفت میں ہی ہوں۔

۳۹۔ جملہ اشیا کے اندر جو بیج ہے وہ میں ہوں۔ غرضکہ کوئی متحرک یا ساکن چیز ویسی نہیں ہے جو بغیر میرے موجود رہ سکے (یا پیدا ہو سکے)

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بماہی سب ہے ظہور تیرا
وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگار کثرت
گر سر معرفت کو پاوے شعور تیرا

نیاز

۴۰۔ میری صفات خداوندی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اے پرنتپ! جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے اس سے میری عظمت و جلال کا محض ایک اندازہ ہو سکتا ہے۔

۴۱۔ بس یہ سمجھ لے۔ جو کچھ بھی اس دنیا میں عظمت۔ سعادت۔ جمال و جلال ہے وہ میری عظمت و جلال کا ایک جزو قلیل ہے۔

۴۲۔ لیکن اے ارجن! ان جزئیات کے علم سے تجھے کیا حاصل۔ میں نے اپنے جزو قلیل سے اس کائنات کو معمور کر دیا ہے۔ اور میں اپنے ایک جزو سے دنیا کے بنانے کے باوجود جیسا تھا ویسا ہی موجود ہوں۔

حق۔ حق۔ حق
اس طرح ختم ہوتا ہے
نغمۂ خداوندی
کا
دسواں مکالمہ وبھوتی یوگ یا جلوہ ہائے خداوندی کا یوگ
جو
سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم الٰہی سے ہے

گیارہواں مکالمہ

مشاہدۂ جلوۂ الٰہی یا عالمگیر شکل کا درشن

اس مکالمہ میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح ارجن نے مشاہدہ جمال خداوندی کیا۔ اور جلوۂ الٰہی سے خوف و حیرت طاری ہو گئی۔

ارجن نے کہا:۔

۱۔ از راہ ترحم آپ نے روح کا راز عظیم ظاہر فرمایا ہے اس سے میرا دھوکا دور ہو گیا ہے۔

۲۔ اے کنول کی سی آنکھوں والے! میں نے آپ سے مخلوقات کی تخلیق اور فنا کا مفصل حال سنا اور آپ کی غیر فانی عظمت کا بھی حال معلوم ہوا۔

۳۔ اے پرمیشور (خالق اعظم) جس طرح آپ نے اپنے جلال کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح میں آپ کے ہمہ گیر جمال کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔

۴۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ میں آپ کے جمال کی تاب لا سکونگا (اے آقا) تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ (اے یوگ کے مالک) مجھے اپنی غیر فانی صورت کی زیارت کرا دیجئے۔

تاب نظارہ نہیں آئینہ کیا دیکھنے دوں
اور بن جائیں گے تصویر جو حیراں ہونگے
(مومن)

مقدس آقا نے فرمایا:۔

۵۔ اے پارتھ! دیکھ۔ میرے مظاہر دیکھ۔ صدگونہ۔ ہزار گونہ۔ مختلف اقسام کے خداوندی مظاہر۔ (صورتیں) دیکھ جس میں گوناگوں شکلیں اور رنگ ہیں۔

۶۔ آدتیوں۔ وسوؤں۔ رُدروں۔ اشونوں اور مرتس کو دیکھ۔ اے بھارت اُن عجائبات کو دیکھ جن کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

۷۔ یہاں آج کل کائنات کو دیکھ لے۔ متحرک اور ساکن سب میرے جسم میں

قائم ہیں۔ اے گڈاکیش ! اور جو کچھ تو دیکھنا چاہتا ہو۔ وہ بھی اس میں موجود ہے۔

۸۔ لیکن تو ان فانی آنکھوں سے مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ میں تجھے خداوندی آنکھیں عطا کرتا ہوں۔ دیکھ۔ میرا جلالی یوگ دیکھ سنجے نے کہا:۔

رو برو چشم تصور کے وہ ہر وقت رہے
نہ سہی آنکھ نے ان کا جو نظارہ نہ کیا
(حسرت)

۹۔ اے راجہ۔ یہ کہہ کر یوگ کے خداوند اعظم ہری (کرشن) نے پارتھ کو اپنا پر عظمت جلوہ (روپ) بحیثیت ایشور کے دکھایا۔

۱۰۔ جس میں متعدد آنکھیں اور منہ تھے۔ بہت سے عجیب منظر تھے بیشمار خداوندی زیور تھے۔ اور بہت سے خدائی ہتھیار تھے جو بلند تھے۔

۱۱۔ آسمانی ہار اور کپڑے پہنے ہوئے۔ بہشتی خوشبوؤں میں بسی ہوئی۔ وہ محیر عالم ہستی (اس طرح ظاہر ہوئی) کہ اس کا منہ ہر طرف تھا۔

۱۲۔ اگر ہزاروں آفتاب یکایک آسمان پر روشن ہو جائیں۔ تب شاید اس مہاتما کے جلال کی مانند ہوں۔

اے نور چشم عقل و جاں بر تخت دل سلطاں توئی
چوں صد ہزاراں ماہ و خور بے آسماں تاباں توئی
ہم ساکن و خنباں توئی، یکساں توئی صد ساں توئی
پستی توئی بالا توئی۔ ہم تن توئی ہم جاں توئی
(شمس تبریزی)

۱۳۔ وہاں ارجن نے کل کائنات کو اس طرح دیکھا۔ کہ وہ بہت سے حصوں میں منقسم ہے اور سب ایک ساتھ خداؤں کے خدا کے جسم میں موجود ہے۔

۱۴۔ تب وہ (دھننجے) دریائے حیرت میں غرق ہو گیا جسم پر رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس نورانی ہستی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر جھک گیا اور کہنے لگا۔

چاک پردہ سے یہ غمزے ہیں تو اے پردہ نشیں
ایک میں کیا۔ کہ سبھی چاک گریباں ہوں گے
(مومن)

ارجن نے کہا۔

۱۵- اے خدا میں تیری شکل کے اندر جملہ دیوتاؤں کو دیکھ رہا ہوں۔ اُس میں مخلوقات کے مدارج (ارتقا) صاف صاف نظر آرہے ہیں۔ برہما اپنے کنول کے تخت پر جلوہ افروز ہے سب خداوندی رشی اور سانپ موجود ہیں۔

۱۶- جس کے بیشمار منھ۔ آنکھیں۔ ہاتھ اور سینہ ہیں۔ ہر جگہ تیری ذات نظر آتی ہے۔ اے غیر محدود شکل۔ نہ تو مجھے (اے غیر محدود آقا) تیری ابتد معلوم ہوتی ہے نہ وسط اور نہ انتہا (اے لاتناہی ہستی)

دانہ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو
آئے ہے جزمیں نظر کل کا تماشا ہم کو
(مومن)

۱۷- میں دیکھتا ہوں کہ ہر جگہ جلال ہی جلال ہے۔ مجھے (چکر) گرز اور ترسول نظر آرہے ہیں۔ جو آگ کی طرح روشن ہیں۔ اور آفتاب کی روشنی کی طرح نظر کو خیرہ کرتے ہیں۔ لامحدود فضا میں ہر طرف تیرا ہی جلوہ ہے۔

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا
(حالی)

۱۸- میں نے دیکھا کہ تو جاننے کے لائق ہے۔ غیر فانی ہے۔ اور عظیم ہے۔ تو اس دنیا کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ دھرم کا محافظ ہے اور میں تجھے قدیم ہستی مانتا ہوں۔

۱۹- تیرا نہ آغاز ہے۔ نہ وسط ہے نہ انتہا۔ غیر محدود قوت۔ لاتعداد بازو سورج چاند کی سی آنکھوں والے۔ میں قربانی کی آگ کی طرح تیرا چہرہ دیکھ رہا ہوں اس کا جلال اپنے نور سے عالموں کو منور کر رہا ہے۔

۲۰- زمین۔ آسمان اور ان دونوں کے درمیانی خطے اور سمتیں سب

تیرے جلوے سے معمور ہیں۔ اے جبار!
تیرے جبروتی اظہار صورت کے سامنے
تینوں عالم سربسجود ہیں۔

در بتکدہ تا خیال معشوقۂ ماست
رفتن بطواف کعبہ از عین خطاست
گر کعبہ ازو بوئے ندارد کنشت است
با بوئے وصال او کنشت کعبۂ ماست
(شمس تبریز)

۲۱۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ دیوتاؤں کے گروہ تیرے اندر جا رہے ہیں۔ بعض خوف سے ہاتھ جوڑ کر تیرے سامنے گڑگڑاتے ہیں۔ بڑے رشی اور سِدھ سب تیری تسبیح کرتے ہیں۔ اور شاندار بھجن تیری تعریف میں گاتے ہیں۔

۲۲۔ رُدر۔ وَسو۔ سادھیہ۔ آدتیہ۔ وشو۔ اشوِن۔ مَرُوت۔ اُشمپ۔ گندھرو۔ یکھش۔ سِدھ۔ اَسُور (غرضیکہ جملہ مافوق الفطرت قوتیں) سب تیرے جلوہ سے متحیر ہیں۔

۲۳۔ میں اور تمام دنیا تیری مہیب صورت کو دیکھ کر لرز رہے ہیں۔ وہ زبردست صورت جس میں بے شمار منہ اور آنکھیں ہیں۔ دراز بازو ہیں۔ لاتعداد پیر ہیں۔ فراخ سینہ ہے اور بے شمار خوفناک دانت ہیں۔

۲۴۔ رنگ برنگ کی نورانی شکل والے
تو آسمان تک ہے۔ منہ کھلے ہوئے ہیں۔
بڑی آنکھوں والے وشنو! میرا دل کانپ
رہا ہے۔ تجھے دیکھ کر میری طاقت اور سکون
فنا ہو گیا ہے۔

دل بیتاب جو قابو میں نہیں ہے حسرت
نگہ ناز نے کیا جانئے کیسا دیکھا ہے
(حسرت)

دیارِ حسن میں اللہ رے وارفتگی دل کی
انھیں سے پوچھتا ہوں بیخودی میں مدعا اپنا
(سہیل)

۲۵۔ زمانہ کے تباہ کن شعلوں کی طرح تیرے دانت نظر آتے ہیں۔ جو کھڑے ہوئے ہیں اور کشادہ جبڑوں میں پھیلے ہوئے ہیں نہ مجھے کوئی جائے پناہ معلوم ہوتی ہے۔ نہ ٹھہرنے کی جگہ۔ اے خدا۔ رحم! اے کل عالموں کے ملجا و ماویٰ رحم!!

۲۶۔ دھرت راشٹر کے بیٹے اور اُن کے ساتھ کل دنیا کے راجاؤں کا گروہ بھیشم
درون۔ سوت کا لڑکا (کرن) اور میری طرف کے سب شریف ترین جنگجو۔
۲۷۔ تیرے کشادہ منہ میں دوڑتے ہوئے جا رہے ہیں جس میں خوفناک دانت
ہیں۔ اور دیکھنے میں مہیب ہیں۔ کچھ لوگ آپ کے دانتوں کی ریخوں میں پھنس گئے ہیں
اور اُن کے سر پس کر سرمہ ہو گئے ہیں۔
۲۸۔ جس طرح دریاؤں کا سیلاب تیزی سے رواں ہوتا ہے۔ اور سمندر کی گود میں
زوروں سے گرتا ہے۔ اسی طرح یہ قوی آدمی۔ یہ دنیا کے راجہ۔ تیرے شعلہ افشاں منہ
میں اپنے آپ کو ڈالتے ہیں۔
۲۹۔ جس طرح روشن شعلہ پر بے تابانہ پرواز کر کے تیز رفتاری سے پروانے
گرتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ تیزی سے تیرے منہ میں گرتے ہیں
تاکہ فنا ہو جائیں۔

۳۰۔ ہر طرف سے عالم سوز شعلے اپنی
آتشیں زبانوں سے انسانوں کو چاٹ
رہے ہیں۔ تیرے جلال سے فضا معمور
ہے۔ اے وشنو! تیری سوزندہ شعاعوں
سے کائنات جل رہی ہے۔

حق آتشے افروختہ تا ہر چہ ناحق سوختہ
آتش بسوزد قلب را۔ بر قلب کن آتش زنند
(شمس تبریز)

کیا پوچھتا ہے ہمدم اس جسم ناتواں کی
رگ رگ میں نیش غم ہے کہئے کہاں کی
(بیگم جان دختر وزیر محمد شاہ)

۳۱۔ اے ہیبتناک شکل والے میں آپ کو آغاز سے جاننا چاہتا ہوں۔ مجھ سے اپنی
حقیقت بیان فرمائیے۔ میں آپ کو سجدہ کرتا ہوں۔ رحم! خداوند برتر۔ رحم!! میں
آپ کی اس شکل کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوں۔

مقدس خداوند نے فرمایا:۔
۳۲۔ میں زمانہ ہوں۔ اور دنیا کو فنا کرنے کے لئے ظاہر ہوا ہوں ان بہادروں

میں سے جو صف بستہ کھڑے ہیں۔ ایک بھی نہ بچے گا۔ اگر تو نہ بھی لڑے تو زندہ رہے گا۔

۳۳۔ لہٰذا کھڑا ہو۔ اور اپنے لئے شہرت حاصل کر۔ اپنے دشمنوں کو زیر کر اور زرخیز سلطنت کا لطف اُٹھا۔ میں انھیں فتح کر ہی چکا ہوں۔ اب تو ظاہری سبب بن۔ اے بائیں ہاتھ والے۔

۳۴۔ درون۔ اور بھیشم۔ جیندرتھ اور کرن۔ اور جملہ دیگر لڑنے والوں کو میں نے قتل کر دیا ہے۔ ان کو بے خوفی سے تباہ کر۔ جنگ کر۔ میدان کارزار میں اپنے رقیب کو یقیناً تو شکست دے گا۔

سنجے نے کہا:۔

۳۵۔ کیشو کے یہ الفاظ سن کر اُس تاجدار نے ہاتھ جوڑ کر کانپتے ہوئے سجدہ کیا۔ اور خوف سے لکنت کرتے ہوئے۔ سر خم کر کے یوں گویا ہوا

ارجن نے کہا:۔

۳۶۔ ہرشی کیش بجا طور پر دنیا تیری عظمت و جلال کے گیت گا کر مسرور ہوتی ہے۔ راکشس خوف سے ہر طرف بھاگتے ہیں۔ اور سدھوں کے گروہ سجدہ کرتے ہیں۔

۳۷۔ اے مہاتما۔ وہ کیوں نہ تیرا سجدہ کریں۔ تو سبب اول ہے۔ برہما کا بھی بنانے والا تو ہی ہے۔ اے لاتناہی۔ خداؤں کے خدا۔ کل عالموں کے سہارے۔ لافانی غیر متبدل اور متبدل۔ "وہ ذات اعظم"۔

۳۸۔ تو ہی خداؤں کا سردار ہے اور سب سے قدیم ہستی ہے۔ اور کل جانداروں کا عظیم ترین مخزن ہے۔ عالم و معلوم۔ آسمانی مکان۔ تیری وسیع ذات میں کل کائنات پھیلی ہوئی ہے۔

۳۹۔ تو ہوا ہے۔ یم ہے۔ اگنی ہے چاند ہے۔ تو ورن ہے۔ باپ ہے۔ اور

بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھ سے ہی گھر دیر و حرم کا (ذوق رسا)

سب کا بزرگ ہے۔سلام سلام تجھ پر
ہزار سلام تجھ پر بار بار سلام۔

۴۰۔ تیرے آگے سجدہ۔ تیرے پیچھے سجدہ۔ اے ذات کل تیرے ہر طرف سجدہ۔ لامحدود قوت۔ اور بے پایاں طاقت سے تو سب کو سہارا دئیے ہوئے ہے۔ تو خود ہی کل ہے۔ (ہوالکل)

۴۱۔ اگر کبھی اپنا دوست سمجھ کے میں نے بے ادبی سے تجھے پکارا کہ اے کرشن اے یادو۔ اے دوست۔ چونکہ میں تیرے اس جلال سے ناواقف تھا۔ اور محبت کی شیفتگی میں وارستہ تھا۔

۴۲۔ اگر بے تکلفی سے تفریح۔ آرام یا کھانے کے وقت میں نے کبھی بے ادبی کی ہو۔ اے ذات معصوم! یا کبھی دوستوں کے ساتھ یا تنہا۔ کوئی گستاخی کی ہو (تو اے ذات لامتناہی) معاف فرما۔

امید عفو ہے ترے انصاف سے مجھے
شاہد ہے خود گناہ کہ تو پردہ پوش تھا (فانی)
میری خطا پہ آپ کو لازم نہیں نظر
یہ دیکھئے کہ آپ کی شان عطا ہے کیا
(حسرت)

۴۳۔ عالموں کے باپ۔ متحرک اور ساکن اشیاء کے والد۔ تو بزرگ ترین مرشد ہے تجھ سا کوئی اور نہیں ہے۔ نہ تجھ سے کوئی برتر ہے۔ کل عالموں میں تیری ذات بلند تر ہے۔

۴۴۔ لہذا میں تیرے سامنے گرتا ہوں۔ اور اپنے جسم سے مناسب عبادت کرتا ہوں۔ مجھ پر رحمت نازل فرما۔ جیسا باپ بیٹے کے لئے۔ دوست دوست کے لئے۔ محبوب حبیب کے لئے ہوتا ہے۔ تو میرے لئے ہو جا۔

۴۵۔ میں نے وہ دیکھا ہے جو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ میرا دل مسرور ہے۔ لیکن خوف سے لرز رہا ہے۔ اے خدا مجھے اب اپنی دوسری صورت دکھا۔ رحم! اے خداؤں کے خدا۔ اے دنیاؤں کے مسکن رحم!!

۴۶۔ سر پر تاج۔ ہاتھوں میں عصا اور چکر۔ میں پھر اُس پہلی حالت میں مجھے دیکھنا
چاہتا ہوں۔ اے آقا۔ اے ہزار ہاتھوں والے۔ اے ان گنت شکلوں والے!
اپنی چار بازوؤں والی صورت پھر بنا لیجیے

مقدس خداوند نے فرمایا:۔

۴۷۔ اے ارجن تو نے میری عنایت
دیکھ لی۔ اور یہ جلالی صورت میں نے اپنے
یوگ سے ظاہر کی۔ اس ذات کو تیرے سوا
کسی نے نہیں دیکھا۔ جو روشن غیر متناہی
اور اولین ہے۔

سرِ خدا کہ عارف سالک بہ کس نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید
(حافظ)

۴۸۔ انسان اس شکل کا درشن نہ تو قربانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ نہ ویدوں سے
نہ خیرات سے اور نہ اعمال سے۔ اور نہ یہ زیارت۔ ریاضت شاقہ اور گہرے مطالعہ
سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اے کوروؤں کے سردار! صرف تجھے یہ سعادت نصیب
ہوئی ہے۔

۴۹۔ اس وجہ سے حیران و پریشان نہ ہو۔ کہ تو نے یہ مہیب صورت دیکھی ہے۔
خوف کو دور کر۔ اور دل کو مطمئن ہونے دے۔ اب پھر میری معمولی شکل دیکھ۔

سنجے نے کہا:۔

۵۰۔ اس طرح واسودیو نے ارجن سے کہہ کر اپنی اصلی شکل اختیار کر لی۔ اور
خوف زدہ ارجن کو تسکین دینے لگے۔ اور مہاتما نے پھر اپنی نرم وضع اختیار کر لی۔

ارجن نے کہا:۔

۵۱۔ اے جناردن آپ کی کریمانہ وضع
دوبارہ دیکھ کر میرے حواس بجا ہو گئے اور
اب میں اپنی اصلی حالت پر واپس آگیا ہوں۔

وائے ناکامی نہ سمجھا کون ہے پیشِ نظر
میں کہ حسن یار کا محو تماشا ہو گیا
(حسرت)

مقدس آقا نے فرمایا :۔

۵۲۔جس شکل کو تو نے دیکھا ہے اُسکا دیکھنا بہت مشکل ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ اس صورت کے دیکھنے کے لئے دیوتا تک ترستے ہیں۔

دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے
دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں
(غالب)

۵۳۔نہ یہ ممکن ہے۔کہ جس طرح تو نے دیکھا ہے اس طرح مجھے ویدوں یا ریاضتوں کے ذریعہ سے دیکھا جا سکے۔نہ خیرات کے ذریعہ سے کوئی دیکھ سکتا ہے نہ نذر کے ذریعہ سے۔

۵۴۔لیکن اے ارجن! صرف میری محبت سے عبادت کرنے والے ہی مجھے اس طرح دیکھ سکتے ہیں۔اور اے پرنتپ! صرف محبت (بھگتی) ہی سے وہ میرے جوہر کو دیکھ سکتے ہیں اور معلوم کر سکتے ہیں اور اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔

اب دل ہے اور فراغ محبت کی راحتیں
تشویش زندگانی و فکر اجل گئی
(حسرت)

۵۵۔اے پانڈو! وہ جو میرے لئے اعمال کرتا ہے جس کا مقصد اعظم میں ہی ہوں۔اور ہر چیز سے بے تعلق ہو کر کسی مخلوق سے دشمنی نہیں کرتا۔وہی مجھ تک پہنچ سکتا ہے۔

اس طرح ختم ہوتا ہے
نغمۂ خداوندی
کا
گیارہواں مکالمہ وشورو پ درشن یوگ
جو
سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں برہم ودّیا ہے۔

بارہواں مکالمہ

بھگتی یوگ یا عبادت بذریعہ عشق حقیقی

اس مکالمہ میں خدا کی پرستش کا طریقہ عشق حقیقی کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے۔ گیتا کی یہ سب سے چھوٹی فصل ہے اور اس کا ایک ایک لفظ یاد رکھنے کے لائق ہے۔

ارجن نے کہا:۔

۱۔ جو عابد متوازن ہو کر ہمیشہ تیری عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ جو لافانی اور غیر مشہود کی عبادت کرتے ہیں۔ ان دونوں میں کون یوگ کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔

۲۔ وہ جو مجھ پر خیال جما کے ہمیشہ توازن حواس قائم رکھتے ہیں۔ اور میری پرستش کرتے ہیں۔ اور جن کا ایمان مکمل ہے۔ میری رائے میں وہ یوگ میں بہتر ہے۔

۳-۴۔ اور وہ لوگ جو ذات لافانی۔ غیر محدود۔ غیر مشہود۔ ہر جگہ حاضر۔ ناقابل تصور۔ ناقابل تبدل۔ اور نہ مٹنے والی ابدی ہستی کی پرستش کرتے ہیں۔ اور اپنے حواس کو روک کر اپنے قابو میں رکھتے ہیں۔ ہر چیز کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور سب کا بھلا چاہ کر خوش ہوتے ہیں۔ وہ بھی میرے ہی پاس آتے ہیں۔

۵۔ جن لوگوں کے دل غیبی ہستی پر لگے ہوئے ہیں۔ ان کو زیادہ دقت ہے۔ چونکہ جسم والوں کو نظر نہ آنے والی ہستی تک پہنچنا بہت مشکل ہے لہ

مسلماں گر بدانستے کہ بت چیست
بدانستے کہ دیں در بت پرستی است
اگر مشرک ز بت آگاہ گشتے
کجا در دیں خود گمراہ گشتے

(محمود شبستری گلشن راز)

لہ اس شعر سے بعض لوگوں نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ ان دیکھے خدا کی پرستش ناممکن ہے۔ یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ اس شعر میں یہ کہا گیا ہے کہ ایسی (بقیہ نوٹ صفحہ ۷۷ پر ملاحظہ ہو)

۶ -۷- وہ جو کل اعمال مجھ پر چھوڑ کے اور مجھ پر توکل کر کے - میری عبادت اور مراقبہ ولی یوگ سے کرتے ہیں اُن کو میں تیزی سے ہستی اور موت کے سمندر سے نکال لیتا ہوں - چونکہ اے پارتھ اُن کے دل مجھ سے وابستہ ہیں -

۸- اپنا دل مجھ میں رکھ اور مجھ میں اپنی عقل کو داخل ہونے دے - اس کے بعد تو ہمیشہ مجھ میں رہے گا -	تو ز خود گم شو - وصال اینست و بس گمشدن گم کن - کمال اینست و بس

۹- اگر تو اپنا دھیان پورے طور پر مجھ پر نہیں جما سکتا - تو ریاضت کے یوگ سے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر - اے دھننجے !

۱۰- اگر تجھ سے مسلسل ریاضت بھی نہیں ہو سکتی تو میری خدمت ہی کر - میرے لئے اعمال کر کے تو کمال حاصل کرے گا -

۱۱- اگر تجھ میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے - تو میرے یوگ میں پناہ لیکر ضبط نفس کر کے - ثمرۂ اعمال کو ترک کر دے -

۱۲- یقیناً مسلسل کوشش سے گیان (عرفان) بہتر ہے - گیان سے دھیان بہتر ہے - دھیان سے ثمرۂ اعمال کا ترک کرنا بہتر ہے - اور ترک کرنے سے فراغت و اطمینان حاصل ہوتا ہے -

۱۳- وہ کسی جاندار سے کینہ نہیں رکھتا - جو سب کا بہی خواہ اور رحیم ہے - جو حرص سے	دل بدست آور کہ حج اکبر است از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷۰) عبادت مشکل ہے - ناممکن یا محال نہیں ہے - اس سے یہ بھی نہیں ثابت ہوتا کہ بت پرستی جائز ہے - اور اگر آپ تیرہویں مکالمہ کے اشعار نمبر ۵ او نمبر ۱۶ کو غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کی کوئی صورت نہیں - وہ منزہ عن الصفات ہے اور غیر مشہود اور غائب ہے -

خالی اور خودی سے دور ہے ۔ جو مسرت
وغم میں یکساں رہتا ہے ۔ اور خطا بخش
طبیعت رکھتا ہے ۔

۱۴۔ جو ہمیشہ قانع ۔ متوازن ۔ اور نفس کو قبضہ میں رکھتا ہے ۔ جو مستقل مزاج ہے ۔
اور جس کا دل و دماغ میرے لئے وقف ہے ۔ وہ میرا محبوب پرستار ہے ۔

۱۵۔ جس سے نہ دنیا ڈرتی ہے نہ وہ دنیا سے ڈرتا ہے ۔ جو افکار نشاط و غضب
و خوف سے آزاد ہے ۔ وہ میرا محبوب ہے ۔

۱۶۔ جو کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا ۔
وہ متقی ۔ ماہر ۔ بے نفس ۔ پرسکون اور
ہر خواہش کو ترک کر دینے والا ہے ۔ وہ
میرا محبوب پرستار ہے ۔

گر تجھکو ہے امید اجابت دعا نہ مانگ
یعنی بغیر یکدل بے مدعا نہ مانگ
(غالبؔ)

۱۷۔ جو نہ نفرت کرتا ہے نہ محبت ۔
نہ رنج کرتا ہے نہ خواہش ۔ جو نیک و بد کا تارک
ہے ۔ اور میری شیفتگی سے معمور ہے وہ
میرا محبوب ہے ۔

محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھکر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے
(غالبؔ)

۱۸۔ جو دشمن اور دوست کو ایک نگاہ
سے دیکھتا ہے ۔ اور نیک نامی و بدنامی
میں یکساں رہتا ہے ۔ جو سردی و گرمی
لذت و الم میں ایک ہی طرح رہتا ہے اور
متعلقات سے اثر پذیر نہیں ہوتا ۔

برنگ سرو ہیں آزاد باغ عالم میں
ہے ایک آن کی خزاں و بہار کی صورت

۱۹۔ جو تعریف و ملامت کو یکساں قبول کرتا ہے ۔ جو خاموش ہے ۔ اور ہر آنیوالی
بات پر مکمل طور پر قانع رہتا ہے جس کا گھر کہیں نہیں ہے ۔ جو دل میں مضبوط ہے اور

عشق حقیقی سے معمور ہے وہ شخص میرا محبوب ہے۔

۲۰۔ حقیقت تو یہ ہے۔کہ وہ جو اس آمرت دھرم (مذہب جان بخش) میں جو یہاں بیان کیا گیا ہے حصہ لیتے ہیں۔ اور ایمان سے معمور ہیں۔ اور میں اُن کا مقصد اعظم ہوں۔ وہ پرستار مجھے بہت زیادہ محبوب ہیں

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
ز چشم مست ساقی وام کردند
بگیتی ہر کجا درد دلے بود
بہم کردند عشقش نام کردند

حق ۔ حق ۔ حق

اس طرح ختم ہوتا ہے
نغمۂ خداوندی
کا

بارہواں مکالمہ بھگتی یوگ یا عشق حقیقی

جو

سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم معرفت الٰہی ہے

تیرہواں مکالمہ

امتیاز جسم و جان یا امتیاز شاہد و مشہود

اس مکالمہ میں بتایا گیا ہے کہ وہ ذات برتر جسم انسانی میں رہتی ہے۔ اور پھر بھی اعمال سے اثر پذیر نہیں ہوتی۔ اور خود بھی عمل نہیں کرتی۔ بھگتی (عشق صادق) کے حاصل ہونے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ انسان غرور۔ تکبر۔ حرص۔ غضب اور جملہ خواہشات نفسانی کو ترک کر کے اپنی ہستی کو مٹا دے۔

ارجن نے کہا:-

۱۔ پرکرتی اور پرش (روح اور مادہ) میدان (مادہ) اور میدان کا عالِم (روح) عقل، اور وہ چیز جو عقل سے جانی جاتی ہے۔ اے کیشو! ان باتوں کو جاننا چاہتا ہوں۔

مقدس خداوند نے فرمایا:-

۲۔ اے کنتی کے بیٹے! اس جسم کو "میدان" کہتے ہیں۔ اور اہل علم اُسے "میدان کا عالِم" کہتے ہیں۔ جو اسے جانتا ہے۔

۳۔ اے بھارت! میدانوں میں میدان کا عالم میں ہی ہوں (یعنی ہر قسم کے مادّہ میں روح میں ہی ہوں) جسم و جان کے علم ہی کو میں معرفت سمجھتا ہوں۔

ہم عاشق شیدا ستم۔ ہم دلبر زیبا ستم
اندر مکان ولامکاں پنہاں و ہم پیدا ستم
ہم دوزخ و نیراں منم۔ ہم جنت و حوراں منم
ہم مالک دنیا منم۔ ہم حاکم عقبا منم

۴۔ وہ میدان کیا ہے؟ اُس کی ماہیت کیا ہے؟ وہ کس طرح اثر پذیر ہوتا ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ اور وہ (عالِم میدان) کیا ہے۔ اور اُس کی کیا قوتیں ہیں۔ اب اختصار کے ساتھ ان کا حال سن۔

۵۔ بزرگوں نے مختلف طریقوں سے یہ نغمے گائے ہیں۔ اور مدلل

برہم سوتروں[۵۱] میں بیان کیا ہے۔

۶۔ مادی[۵۲] عناصر خمسہ۔ خودی۔ عقل۔ غیر مشہور ہستی (قدرت) حواس[۵۳] دہ گانہ۔ ایک عضو (من) اور حواس خمسہ کے عمل کے پانچ میدان

۷۔ خواہش۔ نفرت۔ لذت۔ الم (اعضا کا) مل کر کام کرنا۔ قوت احساس استقلال یہ معہ اپنی تبدیلیوں اور خصوصیات کے مختصراً میدان ہے۔

۸۔ انکساری۔ سادگی۔ عدم تشدد۔ عفو۔ راستی۔ مرشد کی خدمت۔ پاکبازی

۹۔ اشیائے حواس سے بے لوثی۔ عدم خودی۔ اور پیدائش۔ موت۔ بڑھاپے اور اور بیماری کی مضرت و خرابی کا احساس۔

۱۰۔ بے تعلقی۔ بیٹے۔ بیوی اور مسکن سے بے تعلقی۔ اور نفس کا ہمیشہ یکساں رہنا۔ خواہ حسب خواہش واقعات پیش آئیں یا خلاف خواہش۔

۱۱۔ یوگ کے ذریعہ سے میری مسلسل پرستش خلوت کے مقاموں میں جانا۔ اور انسانوں کی صحبت سے پرہیز کرنا۔

۱۲۔ روح کی معرفت میں استقلال۔ اور حقیقت کا ادراک کرنا۔ اسے معرفت کہتے ہیں۔ اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ جہالت ہے۔

۱۳۔ میں اس چیز کا بیان کروں گا جس کا جاننا ضروری ہے۔ جسے جاننے کے بعد بقائے ابدی حاصل ہوتی ہے۔ سرمدی نجات۔ جسے نہ ہست کہہ سکتے ہیں نہ نیست۔

---

۵۱ زمانہ قدیم میں نہایت جامع اور مختصر فقروں میں وسیع معنی جمع کئے جاتے تھے۔ تاکہ بغیر لکھے ہوئے یاد رہ سکیں۔ انھیں سوتر کہتے تھے۔ وہ اقوال جو ذات ابدی کے متعلق ہیں انھیں برہم سوتر کہتے ہیں ۵۲ مہا بھوت یا عناصر خمسہ۔ زمین[۱]۔ پانی[۲]۔ روشنی[۳]۔ ہوا[۴]۔ خلا[۵] ۵۳ حواس دہ گانہ میں پانچ حواس علم کے ہیں اور پانچ عمل کے ہیں۔ حواس علم۔ ناک۔ آنکھ۔ کان۔ زبان اور کھال ہیں۔ عمل کے حواس ہاتھ۔ پاؤں۔ منہ وغیرہ ہیں۔

۱۴- "وہ" ہر جگہ ہاتھ اور پاؤں رکھتا ہے اُس کے آنکھ سر اور منہ ہیں - وہ سب سنتا ہے - دنیا میں رہتا ہے اور سب کو محیط ہے

اصل نزدیک واصل دور یکیست
ماہمہ سایہ ایم و نور یکیست
نامۂ ایزدی تو سربستہ
باز کن بند نامہ آہستہ
صنع را برترین نمونہ توئی خط بیچون و بیچگونہ توئی
بیش ازیں گر دو حرف برخوانی
تر سمت بر جہی کہ سبحانی (اوحدی)

(واللہ علیٰ کل شیءٍ محیط) (قرآن کریم)
اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

۱۵- گو اُس کے حواس نہیں ہیں۔ لیکن احساس کی جملہ قوتوں سے منور ہے - وہ بے تعلق ہے - ہر چیز کا سہارا - صفات سے منزہ اور صفات سے لطف اندوز ہے -

۱۶- ہر ہستی کا ظاہر بھی وہی ہے - باطن بھی وہی - ساکن بھی وہی ہے متحرک بھی وہی - وہ اپنی لطافت کی وجہ سے ناقابل ادراک ہے "وہ" قریب بھی ہے اور بعید بھی -

۱۷- مخلوقات میں منقسم نہیں ہے - تاہم الگ الگ موجود ہے - اُسے مخلوقات کا پناہ دینے والا سمجھنا چاہیئے - وہی سب کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے - اور وہی سب کو پیدا کرتا ہے -

۱۸- وہ "نور الانوار" تاریکی سے دور بتایا جاتا ہے - وہی معرفت ہے - وہی مقصد معرفت - اور معرفت ہی سے اُس تک رسائی ہو سکتی ہے - وہ سب کے دلوں میں جاگزیں ہے -

۱۹- اس طرح میدان - معرفت

اور مقصد معرفت مختصراً بتائے گئے ہیں	ہر کہ از وے نزد انا الحق سر
میرا پرستار یہ جان کر میری ہستی میں	او بود از جماعت کفار
داخل ہو جاتا ہے ۔	جملہ یک ذات ست اما متصف
	جملہ یک حرف ست اما مختلف (عطارؔ)

۲۰۔ جان لے کہ روح اور مادہ دونوں ازلی ہیں۔ اور خواص وصفات سب مادہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

۲۱۔ مادہ سبب بتایا جاتا ہے علتوں اور معلولوں کی پیدائش کا۔ اور مسرت وغم کے احساس کا سبب روح بتائی جاتی ہے۔

۲۲۔ روح اُن صفات کو جو مادّہ سے پیدا ہوتی ہیں مادہ میں جاگزیں ہو کر استعمال کرتی ہے۔ اور صفات کی محبت کی وجہ سے اچھے اور برے رحموں میں پیدا ہوتی رہتی ہے۔

۲۳۔ نگہبان۔ اجازت دہندہ۔ حافظ۔ لطیف۔ احکم الحاکمین۔ ذات اعلیٰ۔ روح اعظم کے یہ یہ نام اس جسم میں ہیں۔

۲۴۔ جو اس طرح مادّہ اور روح کی صفات کو جانتا ہے۔ وہ خواہ کسی حالت میں رہے دوبارہ نہ پیدا ہوگا۔

۲۵۔ کچھ لوگ مراقبہ کے ذریعہ سے نفس (آتما) کو نفس میں نفس سے دیکھتے ہیں کچھ سانکھ یوگ سے۔ اور کچھ عمل کے یوگ سے۔

۲۶۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو دوسروں سے سُن کر عبادت کرتے ہیں۔ گو ان باتوں سے خود ناواقف ہیں۔ اور یہ بھی موت کے پار ہو جاتے ہیں۔ چونکہ جو کچھ سنتے ہیں۔ اُس پر قائم رہتے ہیں۔

۲۷۔ جو مخلوق بھی پیدا ہوتی ہے۔ خواہ وہ متحرک ہو یا غیر متحرک۔ وہ میدان اور "عالم میدان" کے اتحاد سے پیدا ہوتی ہے۔ اے بھارتوں کے برگزیدہ انسان!

۲۸- خداوند عالم ہر ہستی میں مساوی
طور پر جاگزیں ہے فانی ہستیوں میں وہی باقی
ہے حقیقت تو یہ ہے کہ وہی آنکھوں والا
ہے جو اس طرح دیکھتا ہے۔

چیست توحید خدا آموختن
خویشتن را پیش واحد سوختن
نماند در میانہ ہیچ تمیز
شود معروف و عارف جملہ یک چیز
(گلشن راز)

۲۹- ہر جگہ اُس مولے کو دیکھ کر وہ روح کو نہیں گراتا۔ اور اس طرح بلند راستہ پر چلتا ہے۔

۳۰- حقیقت تو یہ ہے کہ وہی آنکھوں والا ہے جو یہ دیکھتا ہے۔ کہ مادہ سب اعمال انجام دیتا ہے۔ اور روح جامد ہے یعنی عمل نہیں کرتی۔

۳۱- جب وہ دیکھتا ہے۔ کہ مخلوقات
کی گوناگوں ہستی کی بنیاد وہی ایک ہے اور
اسی سے سب چیزیں نکلی ہیں تو وہ "ذات
ازلی" تک پہنچتا ہے۔

آنکہ گوید جملہ حقست احمقی است
وانکہ گوید جملہ باطل او شقیست
پس مگو ایں جملہ دینہا باطلند
باطلاں بر بوئے حق دام ولند
(مثنوی)

۳۲- اے کونتیہ! چونکہ روح اعلیٰ - ازلی - منزہ عن الصفات اور غیر فانی ہے۔ اس لئے گو وہ جسم میں جاگزیں ہے۔ لیکن نہ وہ عمل کرتی ہے۔ نہ کسی چیز کا اس پر اثر ہوتا ہے

۳۳- جس طرح ہمہ گیر اتیھر (ایتھر) اُس کی لطافت کی وجہ سے کوئی چیز اثر نہیں کرتی اسی طرح باوجود جسم میں قیام رکھنے کے روح پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳۴- جس طرح ایک سورج کل زمین کو روشن کرتا ہے۔ اسی طرح میدان کا مالک کُل میدان کو روشن کرتا ہے۔ اے بھارت۔

۳۵- وہی لوگ خدا تک رسائی پاتے ہیں جو معرفت کی آنکھوں سے "میدان" اور "عالم میدان" میں امتیاز کرتے ہیں۔ اور مادہ سے جانداروں کی آزادی

(نجات) کا فرق اس طرح سے دیکھتے ہیں۔

اس طرح ختم ہوتا ہے
نغمۂ خداوندی
کا
تیرہواں مکالمہ کھشیتر کھشیتریہ وبھاگ یوگ
یا
امتیاز جسم وجان
جو
سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم معرفت آلہی ہے

چودھواں مکالمہ

صفات ثلاثہ سے علیحدگی

اس مکالمہ میں روشنی (ستوگن) حرکت (رجوگن) اور تاریکی (تموگن) کا ذکر ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ ان تینوں صفات سے بلند ہونا معراج کمال ہے۔

مقدس آقا نے فرمایا:۔

۱۔ اب میں پھر اُس حکمت کا بیان کرتا ہوں۔ جو سب حکمتوں سے بلند تر ہے جس کا علم حاصل کر کے سب مُنی درجۂ کمال کو پہنچے ہیں۔

۲۔ اس حکمت (معرفت) میں پناہ لے کر۔ اور میری قدرت میں داخل ہو کر وہ دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔ خواہ ایک کائنات پیدا ہو جائے۔ نہ وہ پریشان ہوتے ہیں خواہ قیامت آجائے۔

۳۔ میرا رحم عظیم ازلیت ہے۔ اُس رحم میں میں ہی تخم توم (جرثوم) رکھتا ہوں۔ پھر اُس سے سب مخلوق پیدا ہوتی ہے۔ اے بھارت!

۴۔ چاہے کسی رحم سے یہ فانی مخلوق پیدا ہوں برہم ہی ان کا رحم ہے۔ اور اے کونتیہ! میں ہی اُن سب کا تخم دہندہ ہوں۔

۵۔ روشنی۔ حرکت۔ ظلمت۔ یہ صفات مادہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اے قوی بازو! یہ صفات غیر فانی باشندۂ جسم (روح) کو جسم کے اندر مضبوطی سے مربوط کر دیتی ہیں۔

(ستو۔ رجس۔ تمس)
اصول علم۔ اصول عمل۔ اصول خواہش

۶۔ ان میں سے یکسانیت (ستوگن) روشن اور پاک ہونے کی وجہ سے اور اپنی

صاف طبعی سے روح کو مسرت اور علم کے ذریعہ بندش میں ڈالتا ہے۔
اے معصوم ہستی!

۷۔ اے کنتی کے بیٹے۔ جان لے کہ "حرکت کی صفت" (رجوگن) جس کی شکل خواہش ہے۔ اور جو خواہش ہی کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ روح کو اعمال (کرم) کی زنجیروں میں باندھتی ہے۔

۸۔ لیکن ظلمت (تموگن) جہالت سے پیدا ہوتی ہے اور جسم کے تمام باشندوں (یعنی جانوں) کو فریب میں مبتلا رکھتی ہے۔ اور اے بھارت! یہ ظلمت لاپرواہی سستی اور نیند کے ذریعہ روح کو باندھتی ہے۔

۹۔ ستوگن مسرت میں پھنساتی ہے۔ حرکت عمل میں پھنساتی ہے۔ اور ظلمت عقل پر حجاب ڈال کر بے پرواہی میں پھنساتی ہے۔ اے بھارت!

جس طرح کے افعال بشر ہوتے ہیں
سچ ہے وہ بھگتنے اسے سب ہوتے ہیں
اخگر یہ تعجب کی کوئی بات نہیں
اُگتا ہے زمیں سے وہی جو بوتے ہیں
(اخگر مرادآبادی)

۱۰۔ اے بھارت روشنی (ستوگن) اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب روح حرکت و ظلمت پر فتح حاصل کر لیتی ہے۔ جب حرکت اور ستوگی مغلوب ہو جاتی ہیں تو ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ اور جب ظلمت اور ستوگن مغلوب ہو جاتی ہیں تو حرکت یا جوش پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۔ جب عقل کی شعاعیں جسم کے تمام دروازوں سے نکلنے لگتی ہیں۔ تب یہ سمجھنا چاہیئے کہ ستوگن بڑھ رہی ہے۔

۱۲۔ حرکت کی زیادتی سے حرص۔ طبیعت کا میلان۔ اکتساب اعمال۔ اضطراب اور خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اے بھارتوں کے برگزیدہ انسان!

۱۳۔ اے ارجن! ظلمت کی زیادتی سے تاریکی۔ بے رغبتی۔ غفلت اور

چھوٹی محبت پیدا ہوتی ہے۔

۱۴۔ اگر اُس وقت ستوگن کا دور دورہ ہو جبکہ روح اس جسم سے الگ ہوتی ہے۔ تو واقعہ یہ ہے کہ وہ بڑے بزرگوں کی پاکیزہ دنیاؤں میں جاتی ہے۔

۱۵۔ اگر حرکت رجوگن کی حالت میں (روح و جسم کی) علیحدگی ہو۔ تو وہ اُن لوگوں میں پیدا ہوتا ہے۔ جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اگر ظلمت کی حالت میں جسم و جان کی جدائی ہو۔ تو وہ غیر مدرک جانوروں کے رحموں میں پیدا ہوتا ہے۔

۱۶۔ کہا جاتا ہے کہ عمل صالح کا ثمرہ متوازن اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور حرکت کا ثمرہ غم و الم ہے اور ظلمت کا ثمرہ جہالت ہے۔

۱۷۔ (روشنی) ستوگن سے عقل پیدا ہوتی ہے۔ حرکت سے حرص۔ اور ظلمت سے لاپرواہی دھوکا اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔

۱۸۔ جو روشنی میں جاگزیں ہیں۔ وہ بلندی کی طرف ابھرتے ہیں۔ حرکت کرنے والے درمیانی درجہ میں رہتے ہیں اور اہل ظلمت پستی کی طرف جاتے ہیں اور ذمیم ترین صفات میں گھرے رہتے ہیں۔

۱۹۔ جب اِن صفات کے علاوہ صوفی کسی اور کو کارکن نہیں سمجھتا۔ اور "اُس" کو پہچان لیتا ہے۔ جو صفات سے برتر ہے۔ تو وہ میری فطرت میں داخل ہو جاتا ہے۔

۲۰۔ جب جسم کا باشندہ (روح) جسم سے پیدا ہونے والی تینوں صفات عبور کر لیتا ہے۔ تو وہ پیدائش موت۔ بڑھاپے اور غم سے آزاد ہو کر آب حیات پیتا ہے۔

ارجن نے کہا:۔

۲۱۔ جس نے تینوں صفات کو عبور کر لیا ہے۔ اُس کی کیا پہچان ہے۔ اے آقا! وہ کس طرح عمل کرتا ہے۔ اور وہ اِن تینوں صفات سے کیونکر عبور کرتا ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا:۔

۲۲- اے پانڈو! وہ جو روشنی - حرکت - اور دھوکے سے نفرت نہیں کرتا جبکہ وہ موجود ہوتے ہیں - نہ اُن کی عدم موجودگی میں اُن کی خواہش کرتا ہے -

۲۳- جو غیر جانبدار رہ کر صفات سے اثر پذیر نہیں ہوتا اور غیر متحرک رہتا ہے - جو یہ کہہ کر "صفات گردش کرتی ہیں" بغیر حرکت کئے ہوئے علیحدہ قایم رہتا ہے -

۲۴- جو مسرت و غم میں یکساں اور خوددار رہتا ہے - جس کی نظر میں مٹی کا ڈھیلا - پتھر اور سونا سب برابر ہے - جو محبت و نفرت میں یکساں رہتا ہے - اور مستقل ہے - جو ملامت اور تعریف میں ایک حالت میں رہتا ہے -

۲۵- جو عزت و ذلت میں یکساں رہتا ہے - اور دوست دشمن سے یکساں سلوک کرتا ہے - اور جملہ علائق کو ترک کر دیتا ہے - وہ کہا جاتا ہے کہ تینوں صفات سے عبور کر گیا -

۲۶- اور جو میری خدمت بھگتی یوگ کے ذریعہ سے کرتا ہے - وہ بھی صفات سے عبور کر لیتا ہے - اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ برہم سے واصل ہو جائے -

جوہر عشق از تو چوں پیدا شود
ہر دو عالم در دلت یکتا شود
پیش توئے شک بماند نے یقین
بگذری از کفر و از اسلام و دین
گر ترا از عشق خود باشد خبر
مرتدے باشی براہ پرخطر
(عطار)

۲۷- اس لئے کہ برہم کی قیام گاہ میں ہی ہوں - اور میں اکسیر بقا کا لافانی مقام ہوں - اور میں ہی ازلی حقانیت (دھرم) اور نہ ختم ہونیوالی فراغت کا مسکن ہوں -

اوم - تت ست

اس طرح ختم ہوتا ہے
نغمۂ خداوندی
کا
چودھواں مکالمہ گُن ترے وبھاگ یوگ
جو
سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں
علم معرفت الٰہی
ہے

پندرہواں مکالمہ

پُرشوتم یوگ یا وصال خالق اکبر

اس مکالمہ کو زاہدان مرتاض روزانہ تلاوت کرتے ہیں۔ اس میں تدریجی طور پر روحانی ترقی کرنا بتایا گیا ہے۔ اور اس دنیا (یا جسم) کو ایک درخت سے مشابہت دی گئی ہے۔ جیسے اَسَنگتا (علائق دنیوی سے آزادی) کی کلہاڑی سے کاٹ کر نجات حاصل کرنا چاہیئے۔

مقدس آقا نے فرمایا:۔

۱۔ متبرک پیپل کے درخت[۱] کی جڑیں اوپر ہیں۔ اور شاخیں نیچے ہیں۔ وہ ابدی ہے۔ اُس کے پتّے موزوں بھجن (وید) ہیں۔ جو اُسے جانتا ہے یقیناً وہ ویدوں کو جانتا ہے۔

۲۔ اُس کی شاخیں صفات سے پرورش پاکر اوپر اور نیچے پھیلتی ہیں۔ اشیائے حواس اُس کی کلیاں ہیں۔ اُس کی شاخیں نیچے کی طرف بڑھتی ہیں۔ جو انسانوں کی دنیا میں عمل کے رشتے[۲] ہیں۔

۳۔ یہاں نیچے نہ تو اُس کی شکل معلوم ہو سکتی ہے۔ نہ ابتدا۔ نہ انتہا۔ اور نہ اُس کی پوری ماہیت اور نہ بناوٹ۔ جب کوئی شخص اس بڑی جڑوں والے پیپل کے درخت کو بے لوثی کے ہتھیار سے کاٹ ڈالے۔

۴۔ تب اُس راستے (برہم) کی

---

[۱] نظام عصبی۔ [۲] انسان کو دوبارہ پیدا کرنے والے رشتے میں باندھ دیتی ہے

تلاش کی جا سکتی ہے جس پر چل کے پھر واپسی نہیں ہوتی۔ یقیناً میں اُس انسان اوّل (پُرش) کے پاس جاتا ہوں جہاں سے قوت قدیم پیدا ہوئی ہے۔

ہم سایہ نشیں و ہم رہ ہمہ اوست
در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہانخانہ جمع
باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

۵- غرور و فریب سے پاک۔ علائق کے گناہ پر فتحمند اور ہمیشہ نفس میں جا گزیں ہو کر۔ خواہشات کو قابو میں رکھ کر۔ اور اُن ضدین سے آزاد ہو کر جنھیں لذت و الم کہتے ہیں۔ وہ بغیر دھوکہ کھائے ہوئے اُس غیر فانی راستے پر چلتے ہیں۔

۶- نہ وہاں سورج اور چاند کی روشنی ہے۔ نہ آگ کی چمک۔ وہاں پہنچکر وہ واپس نہیں ہوتے اور وہی میرا مسکن عالی ہے۔

۷- میرا ہی ایک جزو ایک علیحدہ ہستی ہو کر (انفرادی روح) زندگی کی دنیا میں حواس خمسہ اور مَن کو جو قدرت میں متمکن ہیں اپنی طرف کھینچتا ہے۔

۸- جب خداوند (روح) کسی جسم میں نمایاں ہوتا ہے۔ اور جب وہ اُسے ترک کرتا ہے۔ تو وہ اُن حواس اور نفس کو اس طرح لے جاتا ہے جس طرح ہوا خوشبوؤں کو اڑا لے جاتی ہے۔

۹- کان اور آنکھ۔ لمس۔ ذائقہ۔ بو اور مَن میں قائم ہو کر "وہ" اشیائے حواس کا لطف اُٹھاتا ہے۔

۱۰- جو دھوکے میں مبتلا ہیں وہ صفات سے اثر پذیر ہو کر یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ وہ (یعنی روح) کب گیا اور کب آیا۔ یا اُس نے کب لطف اُٹھایا۔ اُسے صرف صاحبان بصیرت ہی دیکھتے ہیں۔

۱۱- وہ یوگی بھی اُسے دیکھ لیتے ہیں جو سرگرم کار ہیں۔ اور اپنے نفس میں قائم ہیں۔ لیکن باوجود کوشش کے جاہل اُس کو نہیں دیکھ سکتے۔ چونکہ اُن کے نفوس غیر تربیت یافتہ ہیں۔

۱۲- وہ نور- جو آفتاب سے نکل کر کل دنیا کو روشن کرتی ہے - وہ جو چاند اور آگ میں ہے - اس نور کا منبع مجھے جان -

۱۳- مٹی میں سرایت کر کے میں موجودات کی پرورش اپنی حیات بخش قوت سے کرتا ہوں اور لذیذ سُوتم رس بن کر میں پودوں کو پالتا ہوں -

۱۴- میں آتش حیات بن کر سانس لینے والوں کے جسموں پر قبضہ کر لیتا ہوں - اور انفاس حیات سے مل کر چار قسم کی غذاؤں کو ہضم کرتا ہوں -

۱۵- میں سب کے دلوں میں ہوں - اور مجھ سے حافظہ و عقل کی موجودگی و غیر حاضری ہوتی ہے - اور وہ ذات جو کل ویدوں سے معلوم کی جاتی ہے - میں ہی ہوں - اور میں ہی حقیقت میں وید کا جاننے والا اور ویدانت کا موجد ہوں -

۱۶- اس دنیا میں دو قسم کی قوتیں (پُرُش) ہیں - ایک فانی - دوسری غیر فانی سب چیزیں فانی ہیں اور ناقابل تبدیل ہستی ہی غیر فانی ہے -

یعنی کُلُّ مَن عَلَیھا فَانٍ وَّ یبقیٰ وجہ ربّک ذو الجلال والاکرام -

(ترجمہ سب کو فنا ہے سوائے خدائے ذوالجلال و بزرگی والے کے -

۱۷- بلند ترین قوت (پُرُش) ہی "دوسری قوت" ہے - جسے روح اعظم (پرماتما) کہتے ہیں - جو "وہ ذات" ہے جو ہر جگہ پھیل کر تینوں عالموں کو قائم کئے ہوئے وہی غیر فانی آقا ہے -

ہستی و عدم خراب میخانۂ اوست
امکان و وجوب مست پیمانۂ اوست
چشم دل تو اگر حقیقت بین است
ہر ذرۂ خلق روزن خانۂ اوست

۱۸- چونکہ میں فانی سے برتر ہوں - اور غیر فانی سے بھی بلند تر ہوں - اس لئے وِند اور دنیا میں مجھے روح اعظم (پُرش اوتم) کہتے ہیں -

۱۹- وہ بغیر دھوکا کھائے مجھے اس طرح جانتا ہے - کہ میں پرشوتم ہوں -

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
(درد)

اے بھارت! وہ شخص سب کچھ جان کر
اپنی پوری ہستی سے میری عبادت کرتا ہے۔

۲۰- اے ذات معصوم! اس طرح میں نے اس نہایت خفیہ تعلیم کا اظہار کیا ہے جو اسے جان لیتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے - اور اسے اپنے جملہ فرائض سے حاصل ہو جاتی ہے۔

اوم تت ست

اس طرح ختم ہوتا ہے

نغمۂ خداوندی

کا

پندرہواں مکالمہ پرشوتم یوگ

یا

وصال خالق اکبر

جو

سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں

تعلیم عرفان الٰہی ہے

سولھواں مکالمہ

تقسیم صفات یزدانی واہرمنی

اس مکالمہ میں اُن صفات کی تفصیل کی گئی ہے۔ جو یزدانی اور شیطانی فطرتوں میں پائی جاتی ہیں۔ یزدانی صفات نجات کا باعث ہیں۔ اہرمنی صفات سے تناسخ میں گرفتاری ہوتی ہے۔ اس مکالمہ میں منکروں اور ملحدوں کے عقاید کا بھی بیان ہے۔

مقدس خداوند نے فرمایا:۔

۱۔ بیخوفی۔ تصفیہ دل۔ معرفت کے یوگ میں استحکام۔ خیرات۔ ضبط نفس۔ قربانی ومطالعہ کتب مقدسہ۔ ریاضت اور دیانت داری۔

۲۔ عدم تشدد۔ سچائی۔ عدم غضب کی۔ ایثار۔ امن پسندی۔ بے ریائی۔ سب جانداروں پر رحم۔ لالچ نہ کرنا۔ نرمی۔ عفت۔ عدم تلون مزاجی۔

(۱-۲)

تا نہ کردی سینہ را از کینہ صاف
دعوئے نقرت بود لاف گزاف
اتفاقم ہست با مر ملتے (بیخود)
در جہاں باکس ندارم اختلاف

۳۔ جلال۔ عفو۔ استقلال۔ پاکیزگی۔ عدم حسد۔ عدم غرور۔ یہ اُس شخص کی صفات ہیں اے بھارت! جو صفات یزدانی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ ریا۔ خودسری۔ اور غرور۔ غصّہ اور تندمزاجی۔ اور بےعقلی اُس شخص کی صفات ہیں اے بھارت! جو اہرمنی صفات کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ یزدانی صفات سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ اور اہرمنی صفات سے غلامی۔ اے پانڈو! رنج نہ کرنا اس لئے کہ تو یزدانی صفات کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔

۶- اس دنیا میں جاندار مخلوقات کی دو قسمیں ہیں۔ یزدانی و اہرمنی۔ یزدانی مخلوق کا مفصل حال بیان کیا جا چکا ہے اب اہرمنی مخلوق کا حال سُن۔

۷- اہرمنی انسان نہ تو عروج روح سے واقف ہیں۔ اور نہ سچے تنزل روح سے۔ نہ اُن میں پاکیزگی ہے۔ نہ عمل صالح اور نہ صداقت۔

۸- وہ کہتے ہیں کہ اس کائنات میں نہ تو سچائی ہے۔ نہ ترتیب اور نہ خدا۔ ذرات کے اتحاد سے یہ پیدا ہوئی ہے اور اس کی وجہ تخلیق "خواہش" ہے اور کچھ نہیں۔

ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا
(حالی)

۹- اس عقیدہ پر قائم ہو کر یہ برباد۔ کم عقل۔ اور خوفناک اعمال والی ہستیاں دشمنوں کی طرح دنیا کی تباہی کے لئے بر آمد ہوتی ہیں۔

۱۰- نہ پوری ہونے والی خواہشوں میں پھنس کر۔ غرور۔ تکبر اور خود سری میں مبتلا ہو کے۔ اور دھوکے سے فاسد خیالات پر قائم ہو کر یہ ہستیاں ناپاک ارادوں سے مصروف عمل ہوتی ہیں۔

۱۱-۱۲- اپنے آپ کو ہمیشہ ایسے ناموزوں خیالات کا پابند کر کے جن کا انجام موت ہے۔ اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنا ہی بلندترین مقصد بنا کے اور صرف اس دنیا کو ماحصل زندگی سمجھ کے۔ امید کے سیکڑوں پھندوں میں پھنس کر۔ اور شہوت و غضب کے غلام بن کے۔ وہ ناجائز طریقوں سے لذت شہوانی کے لئے سامان حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۳- میں نے آج یہ جیتا کل وہ مقصد حاصل کروں گا۔ یہ دولت تو میری ہو ہی چکی۔ اور آئندہ وہ میری ہو جائے گی۔

۱۴- میں نے اُس دشمن کو قتل کر دیا۔ دوسروں کو بھی قتل کرنے والا

ہوں۔ میں آقا ہوں۔ میں لذت حاصل کر رہا ہوں۔ میں کامل ہوں۔ قوی ہوں۔ اور مسرور ہوں۔

۱۳۔۱۴۔۱۵

بہ چہ معنی انانیت کفراست
ہیچ فہمیدی اے نکو کردار
خویشتن را منم مگو یعنی
(من رانی) بگو بہ ہمہ وار
(عطار)

۱۵۔ میں زردار ہوں۔ صاحب نسب ہوں "میری مانند اور کون ہے میں قربانی کرونگا۔ خیرات کروں گا اور خوش ہونگا" مندرجہ بالا قول ہے اُن لوگوں کا جو جہالت سے دھوکے میں ہیں۔

۱۶۔ ہزاروں خیالات سے پریشان۔ فریب کے جال میں پھنس کر۔ خواہشات کے پورا کرنے میں منہمک ہوکر۔ وہ بدترین دوزخ میں گر پڑتے ہیں۔

۱۷۔ خود بین۔ ضدی۔ دولت و غیرت کے نشہ میں سرشار۔ وہ نمائشی قربانیاں کرتے ہیں۔ جو اصلی طریقہ کے قطعی خلاف ہے۔

۱۸۔ تکبر۔ طاقت۔ اکھڑپن۔ شہوت۔ اور غضب کے بندے ہوکر یہ کینہ پرور اپنا برا کرتے ہیں۔ اور دوسروں کا بھی برا کرتے ہیں۔ اور اس طرح مجھ سے دشمنی کرتے ہیں اس لئے کہ میں ہی سب میں موجود ہوں۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد
(سعدی)

۱۹۔ ان نفرت کرنے والوں۔ بدکاروں بے رحموں اور دنیا کے بدترین انسانوں کو میں ہمیشہ شیطانی رحموں میں ڈال دیتا ہوں۔

۲۰۔ اے کونتیہ! شیطانی رحموں میں پڑکر بہ پیدائش بہ پیدائش دھوکا کھا کر یہ لوگ مجھ تک نہیں پہنچتے۔ اور اسفل ترین ہستیوں میں چلے جاتے ہیں۔

۲۱۔ اس جہنم کے سہ گونہ دروازے

ہیں شہوت، غضب اور حرص۔ یہ روح کو تباہ کر دیتے ہیں۔ لہذا انسان کا فرض ہے کہ ان تینوں سے بچے

مرد باید تا نہد بر نفس پا
بگذرد از شہوت و حرص و ہوا
تو مباش اصلا کمال اینست و بس
تو در او گم شو وصال اینست و بس
(بو علی شاہ قلندر)

۲۲۔ تاریکی کے ان تین دروازوں سے بچ کر انسان اپنی بہبودی کی تکمیل کر لیتا ہے اور اس طرح وہ مقام اعلیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ اے کنتی کے بیٹے۔

۲۳۔ وہ جو شاستر[1] کے احکام کی پروا نہ کر کے اپنی خواہشوں کی پیروی کرتا ہے۔ وہ نہ تو کمال حاصل کرتا ہے۔ نہ مسرت۔ نہ مقصد اعظم۔

۲۴۔ لہذا شاستر کو ایسے معاملات میں اپنا راہبر بنا جن میں تو یہ معلوم کرنا چاہئے کہ کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ اور تجھے یہ جان لینا چاہیئے کہ جو کچھ احکامات شاستروں میں ہیں اُن پر تجھے اس دنیا میں عمل کرنا ہے۔

اوم۔ تت ست
اس طرح ختم ہوتا ہے
نغمۂ خداوندی
کا
سولھواں ادھیائے دیو آسر سپند وبھاگ یوگ
جو
سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں برہم ودیا ہے۔

---

[1] شاستر کے معنی علم یا سائینس کے ہیں

سترہواں مکالمہ

تقسیم سہ اقسام اعتقاد

اس مکالمہ میں تین قسم کے عقاید کا ذکر ہے۔ ہر ایک شخص کا اعتقاد اُس روح کے مطابق ہوتا ہے جو ستو۔ رجس۔ یا تمس (روشنی حرکت ظلمت) سے پیدا ہوتی ہے اس میں اقسام عبادت اور اقسام غذا کا بھی بیان ہے

ارجن نے کہا:۔

۱۔ وہ جو شاستروں کے احکامات کو پس پشت ڈالکر مکمل اعتقاد کے ساتھ قربانی کرتے ہیں۔ اُن کی صحیح عاقبت کیا ہے؟ اے کرشن! اُن کی حالت کیسی ہوتی ہے؟ ستو کی ہے۔ حرکت کی ہے۔ یا تاریکی کی (ساتوک راجسی یا تامسی)؟

گر گل گزرد بہ خاطرت گل باشی
ور بلبل بیقرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کل است ور روزے چند
اندیشۂ کل پیشہ کنی کل باشی

مقدس خداوند نے فرمایا:۔

۲۔ جو لوگ پیدا ہوئے ہیں اُن کی خلقت میں فطرتاً تین قسم کا اعتقاد ہوتا ہے۔ روشنی والا۔ حرکت والا۔ اور تاریک اب اُن کی تفصیل سن۔

۳۔ اے بھارت! ہر شخص کا اعتقاد اُس کی فطرت کے مطابق ہوتا ہے۔ انسان اعتقاد ہی کا بنا ہوا ہے۔ جس کا جس پر اعتقاد ہے ویسا ہی وہ خود ہے۔

۴۔ روشنی والے انسان دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ حرکت والے جن اور عفریتوں کو پوجتے ہیں اور اصحاب ظلمت بھوتوں[۱] اور پریتوں[۲] کو۔

---

[۱] مردہ انسانوں کی خبیث روحیں [۲] غول بیابانی جنھیں بھوت بھی کہتے ہیں

۵- وہ لوگ جو سخت ریاضتیں کرتے ہیں جن کی اجازت شاستروں (علم عرفان) میں نہیں ہے- وہ غرور وخودی میں مبتلا ہو کر اپنے خواہشات وجذبات سے مجبور ہیں-

سرما گرش وفاست خودمی آید
گر آمدنش رواست خودمی آید
بیہودہ چرا در پئے او میگردی
بنشیں اگر او خداست خودمی آید (سرمد شہید)

۶- جو بے عقل ہیں اور اُن عناصر (خمسہ) کو ایذا پہنچاتے ہیں جن سے جسم مرکب ہے حتیٰ کہ مجھ کو بھی ایذا پہنچاتے ہیں جو اُن کے دل میں جاگزیں ہوں- ان کو اپنے اعتقاد میں اہرمنی سمجھ-

۷- ان تینوں کو جو غذا پسند ہے وہ بھی تین قسم کی ہے- اسی طرح قربانی- ریاضت اور خیرات بھی سہ گونہ ہے- اب اُن کی تفصیل سن-

۸- وہ غذائیں جو حیات- جیوٹ- طاقت- مسرت وصحت کو بڑھاتی ہیں اور رسیلی- مرغن دیرپا- مقوی قلب ہیں وہ روشنی والے انسانوں کو پسند ہیں-

۹- ذبیحل انسانوں کو ایسی غذائیں پسند ہیں جو چٹپٹی- ترش- نمکیں بہت زیادہ گرم- تیز- خشک اور جلنے والی ہیں- اور جن سے رنج والم اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں (سنسکرت میں نیم ترشی (تکمت ہے) اور مرچ کڑو-

۱۰- جو چیز باسی- اُتری ہوئی- سڑی بسی- پس خوردہ اور عقل کو کند کرنے والی ہوتی ہے- وہ تاریکی والوں کی مرغوب غذا ہے-

۱۱- وہ قربانی جو اس طرح کی جائے کہ اُس کے ثمرہ کی خواہش نہ ہو- جو قانون عرفان کے مطابق کی جائے- اور اس مستحکم عقیدہ کے ساتھ کی جائے کہ قربانی کرنا ایک فریضہ ہے وہ قربانی روشن طبعوں کی قربانی ہے

۱۲- جو قربانی کسی ثمرہ کو مدنظر رکھ کر کی جائے- اور جس کی غرض ذاتی نمود وشہرت ہو- اے بھارتوں کے برگزیدہ! جان لے کہ یہ قربانی حرکت (رج) کا نتیجہ ہے-

۱۳- جو قربانی قانون عرفان کے خلاف کی جاتی ہے جس میں نہ تو خوراک تقسیم کی جاتی ہے نہ

قوت کے الفاظ (منتر) پڑھے جاتے ہیں۔ اور نہ (پجاریوں کو) نذر دی جاتی ہے۔ اور جس میں اعتقاد کو دخل نہیں ہوتا۔ ایسی قربانی تاریکی کی قربانی ہے۔

۱۴۔ دیوتاؤں۔ دوجنموںؔ ۱۔ آستادوں اور عارفوں کی پرستش اور پاکیزگی دیانت (تجرد) اتقا اور بے ضرر ہونا (یا کسی کو ایذا نہ پہنچانا) یہ جسمانی ریاضت (تپ) کہلاتی ہے۔

۱۵۔ ایسا کلام جو کسی کو پریشان نہ کرے۔ سچا ہو۔ خوشی پہنچانے والا ہو۔ مفید ہو۔ دینی کتابوں کا مطالعہ۔ ان کو تقریر کی ریاضت (تپ) کہتے ہیں۔

۱۶۔ ذہنی مسرت۔ توازن۔ خاموشی۔ ضبط نفس۔ اور فطرت کی پاکیزگی۔ ان کو نفس (امَن) کی ریاضت کہتے ہیں۔

۱۷۔ جب انسان کامل ترین اعتقاد کے ساتھ ان تین قسم کی ریاضتوں کو کرتا ہے۔ اور پھل کی خواہش نہیں کرتا۔ اور متوازن رہتا ہے۔ تو وہ انسان ساتوک ہے (یعنی روشن طبع ہے)۔

۱۸۔ وہ ریاضت جو ادب عزت و پرستش اور نام و نمود حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے، اُس کو حرکت (چنچل پن) کا نتیجہ کہتے ہیں (راجس)

۱۹۔ وہ ریاضت جو گمراہی عقل کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ جس میں اپنی اذیت یا دوسروں کی تباہی پیش نظر ہوتی ہے اس ریاضت کو تاریکی سے نسبت ہے۔

۲۰۔ ایسے شخص کو خیرات دینا جس سے کسی بدلے کی توقع نہ ہو۔ اور اس بات پر یقین رکھ سکنے کہ مقام و وقت کے لحاظ سے مناسب آدمی کو نذر دی گئی ہے اس قسم کا صدقہ و خیرات ساتوک دان کہلاتا ہے۔

۲۱۔ ایسی خیرات جو یہ سمجھ کر کی جائے۔ کہ بدلہ میں کچھ ملیگا۔ یا اُس کی جزا ملے گی۔ یا بے دلی سے دی جائے۔ یہ خیرات حرکت والی خیرات کہلاتی ہے۔

ؔ۱ پہلا جنم اس دنیا میں پیدا ہونا اور دوسرا جنم خود اپنے نفس کو پہچاننا ہے۔

۲۲۔ وہ خیرات جو بیجا اور بے وقت ہو۔ اور ایسے شخصوں کو دی جائے جو غیر مستحق ہوں۔ اور خیرات کرنے کا طرز بھی گستاخانہ اور حقارت آمیز ہو۔ ایسی خیرات تاریکی کی خیرات ہے۔

۲۳۔ اوم۔ تت۔ ست۔ ان الفاظ سے ذات ابدی (برہم) کا سہ گونہ اظہار کیا گیا ہے۔ اور اسی سے زمانۂ قدیم میں عارفوں۔ کتب معرفت (ویدوں) اور قربانیوں کو بنایا گیا ہے۔

۲۴۔ لہذا قربانی۔ خیرات و ریاضت کے اعمال (جن کا حکم دینی کتب معرفت ہے) کی ابتدا برہم (اللہ) کے جاننے والے ہمیشہ کلمہ "اوم" کو پڑھ کر کرتے ہیں

۲۵۔ جو نجات کے طالب ہیں۔ وہ قربانی خیرات اور ریاضت کے مختلف اعمال کلمۂ "تت" کہہ کر شروع کرتے ہیں۔ اور ثمرۂ اعمال (جزا) پر نظر رکھتے ہیں۔

۲۶۔ کلمۂ "ست" کا استعمال حق اور سعادت کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اور اے پارتھ! کلمۂ "ست" کے معنی نیک کام کے بھی ہیں۔

۲۷۔ قربانی۔ ریاضت اور خیرات میں استحکام کو بھی "ست" کہتے ہیں۔ اور وہ عمل جو ذات برتر کے لئے کیا جائے وہ بھی "ست" کہلاتا ہے۔

۲۸۔ اے پارتھ! ہر وہ فعل جو بے اعتقادی سے کیا جائے۔ خواہ وہ نذر ہو۔ صدقہ و خیرات ہو۔ قربانی ہو یا کوئی اور کام ہو اسے "آست" کہتے ہیں۔ نہ اس کا یہاں کوئی فائدہ ہے نہ آخرت میں۔

تا چند ملامت کنی اے زاہدِ خام
ما رند و خراباتی و مستیم مدام
تو در غمِ تسبیح و زہد و تلبیس
ما با مئی و مطرب یم و معشوقہ بکام
(خیّام)

اوم۔ تت۔ ست

اس طرح ختم ہوتا نغمۂ خداوندی کا سترھواں مکالمہ

جسے

شردھا ترے وبھاگ یوگ یا تقسیم سہ اعتقاد کہتے ہیں۔ اور جو

سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم معرفت الٰہی

ہے

اٹھارہواں مکالمہ

سنیاس یوگ یا نجات بذریعۂ ترک عمل

یہ مکالمہ گیتا کا خلاصہ یا جوہر ہے۔ اس میں ہر مذہب و عقیدوں کے پیرؤوں کو اطمینان دلایا گیا ہے۔ کہ اگر وہ اپنے آپ کو خدا کے رحم پر چھوڑ دیں۔ خودی کو مٹا دیں۔ اور خلوص سے عبادت کریں تو نجات یقینی ہے ؎

بتخانہ و کعبہ خانۂ بندگی است ٭ ناقوس زدن ترانۂ بندگی است
محراب و کلیسائی و تسبیح و نماز ٭ حقا کہ ہمہ نشانۂ بندگی است (خیام)

ارجن نے کہا :۔

۱۔ اے قوی بازو! اے ہری کیش!! کیشی نشودن! میں علیحدہ علیحدہ ترک دنیا (سنیاس) اور تیاگ (ترک علائق) کا مفہوم سمجھنا چاہتا ہوں۔

مقدس خداوند نے فرمایا :۔

۲۔ بزرگوں نے سنیاس کا مفہوم یہ سمجھا ہے۔ کہ جتنے افعال خواہش سے متعلق ہیں انھیں ترک کر دیا جائے۔ اور عقلمند ثمرۂ اعمال کے ترک کرنے کو تیاگ کہتے ہیں۔

۳۔ عمل کو تیاگ دینا چاہیئے۔ اس لئے کہ عمل برائیوں میں سے ہے" یہ مقولہ بعض فلسفیوں کا ہے اور دوسروں کا قول ہے۔ کہ قربانی خیرات اور ریاضت کے اعمال کو نہ ترک کرنا چاہیئے۔

گفت پیغمبر بآواز بلند
با توکل زانوئے اشتر ببند
رمز الکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب غافل مشو (مثنوی)

۴۔ تیاگ کے متعلق۔ اے بھارتوں کے برگزیدہ میرا فیصلہ سن۔ اے انسانوں کے شیر۔ تیاگ کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

۵۔ قربانی۔ خیرات۔ اور ریاضت کے اعمال کو نہ تیاگنا چاہیئے۔ بلکہ یہ اعمال کرنا چاہیئے۔ ان

اعمال سے عقلمند پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔

۶۔ اے پارتھ! میرا بہترین اور یقینی ایمان ہے کہ ان اعمال کو بے تعلقی اور بے غرضی سے محض فرض سمجھکر کرنا چاہیئے۔ (یعنی کسی ثمرہ کی غرض سے نہیں بلکہ خالصتہً للّٰہ)

۷۔ جو اعمال فرض قرار دئے گئے ہیں۔ اُن کا ترک کرنا صحیح نہیں ہے۔ وسوسے میں مبتلا ہو کر جو انھیں ترک کرتا ہے۔ وہ اہل ظلمت میں سے ہے۔

۸۔ وہ جو جسمانی تکلیف کے خوف سے کسی عمل کو ترک کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ "تکلیف دہ" ہے۔ اور اس طرح اہل حرکت کا ترک عمل کرتا ہے۔ وہ تیاگ کا ثمرہ نہیں حاصل کرتا۔

۹۔ جو کوئی ایک مقررہ عمل کو کرتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ محض فرض ادا کر رہا ہے۔ بے لوث ہو کر اور ثمرۂ عمل کو تیاگ دیتا ہے۔ تو یہ تیاگ روشن طبعوں کا خیال کیا جاتا ہے۔ اے ارجن۔

۱۰۔ روشنی میں قائم ہونے والا انسان عقل کے ذریعہ شکوک منقطع کر کے۔ یہ تیاگنے والا۔ غیر مسرور کُن عمل سے نفرت نہیں کرتا۔ اور نہ مسرور کن عمل سے محبت کرتا ہے۔

۱۱۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ مجسم ہستیاں مکمل طور پر عمل کو ترک کر ہی نہیں سکتیں۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ جو ثمرۂ عمل کو ترک کر دیتا ہے۔ وہی تیاگی (تارک) ہے

تجھ پر مٹے تو زندۂ جاوید ہو گئے
ہم کو بقا نصیب ہوئی ہے فنا کے بعد
(رحمت)

۱۲۔ آخرت میں تیاگ نہ کرنے والے کے لئے افعال کے لئے تین قسم کی جزا ہے۔ اچھی۔ بری اور مخلوط۔ لیکن سنیاسی کے لئے کبھی کوئی جزا نہیں ہے۔

۱۳۔ اے قوی بازو! مجھ سے اُن پانچ اسباب کو معلوم کر لے جو نظام (سانکھیہ۔ معرفت) مطابق جملہ اعمال کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔

۱۴۔ جسم۔ فاعل۔ مختلف اعضا۔ مختلف اقسام کی قوتیں۔ اور پانچویں قضا و قدر۔

۱۵۔ جو عمل بھی انسان اپنے جسم۔ گویائی۔ اور نفس (من) سے کرتا ہے خواہ صحیح ہو یا غلط۔ یہی پانچ علتیں (اسباب) اُس عمل کی ہوتی ہیں۔

۱۶- چونکہ واقعہ یہی ہے - اس لئے جو شخص صرف اپنے آپ کو فاعل سمجھتا ہے - وہ اپنی کج فہمی اور بے عقلی سے اصلی حالت کو نہیں دیکھتا -

۱۷- جو اس خیال سے آزاد ہے کہ یہ کام میں نے کیا ہے جس کی عقل بے لوث ہے - وہ اگر ان مخلوقوں کو قتل بھی کرے تو بھی وہ قاتل نہیں ہے - نہ وہ ان اعمال میں پھنستا ہے -

۱۸- "علم" - اشیائے علم اور "جاننے والی روح" یہ عمل تین محرک ہیں - آلہ - عمل اور عامل یہ فعل کے تین پورا کرنے والے ہیں -

۱۹- علم - فعل اور عامل صفات کے اختلاف کے مطابق تین قسم کے کہے جاتے ہیں - اور مختلف صفات سے جس طرح پہچانے جاتے ہیں - اب اُن کا حال سن -

۲۰- تو اس علم کو روشن طبع لوگوں ساتوک) کا علم سمجھ - جس سے ایک جوہر غیر فانی جملہ ہستیوں میں نظر آتا ہے - اور منقسم (کثرت) میں غیر منقسم (وحدت) دکھائی دیتا ہے -

بس باش یقین کہ نیست واللہ
موجود حقیقی سوی اللہ
(اوحدی کرمانی)

چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار :: متجلی است از در و دیوار
نحن اقرب الیہ آمدہ است :: دور افتادہ تو از پندار (عطار)

۲۱- لیکن وہ علم حرکت کا نتیجہ ہے جو جملہ مخلوقات میں گوناگوں ہستیوں کو الگ الگ دیکھتا ہے -

۲۲- اور وہ علم تاریکی سے تعلق رکھتا ہے - جو بلا سبب - بغیر حقیقت کو جانے ہوئے تنگ نظری سے ایک جزو کو کل سمجھ کر چمٹا ہوا ہے -

۲۳- لیکن وہ عمل جو ضروری ہے بے تعلق ہے - جو بغیر خواہش یا نفرت کے کیا جاتا ہے - اور ایسا شخص کرتا ہے جو اس میں کسی ثمرہ کی خواہش نہیں کرتا - ایسے عمل کو روشن طبعوں کا عمل کہتے ہیں -

۲۴- لیکن وہ عمل جو ایسا شخص کرتا ہے جو خواہشات کو پورا کرنا چاہتا ہے - اور جس میں خودی ہے یا اُس کا عمل کوشش بسیار کا نتیجہ ہے - تو اس عمل کو حرکت کا نتیجہ کہتے ہیں -

۲۵- اور وہ عمل جو دھوکے سے کیا جائے اور جس میں اہلیت - نتائج اور دوسروں کے نفع نقصان کا خیال نہ ہو - وہ عمل تاریک ہے -

۲۶- وہ فاعل روشن طبع ہے - جو علائق سے آزاد - خودی سے بری - اور استقامت و

خود اعتمادی سے مزین ہو۔ اور کامیابی اور ناکامی میں یکساں بہ ہے۔

۲۷۔ وہ فاعل حرکت والا کہا جاتا ہے۔ جو مضطرب۔ جزائے اعمال کا خواہاں۔ طماع۔ ضر۔ رساں۔ ناپاک اور شادی وغم سے اثر پذیر ہو۔

۲۸۔ اور وہ فاعل جو غیر متوجہ۔ اجڈ۔ ضدی۔ فریبی۔ کینہ پرور۔ کاہل۔ پریشان۔ اور سست ہو۔ وہ تاریک کہا جاتا ہے۔

۲۹۔ اسے دھننجے۔ اب تو الگ الگ بے روک ٹوک عقل اور استقامت کی تفصیل سن صفات کے مطابق وہ بھی سہ گانہ ہے۔

۳۰۔ اے پارتھ! وہ عقل روشن طبعوں کی ہے جو فعل وعدم فعل۔ کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہیئے خوف اور بے خوفی اور قید و نجات کو جانتی ہے۔

۳۱۔ اے پر تھا کے بیٹے! وہ عقل جس سے انسان نیک و بد میں تمیز کرتا ہے۔ جو بتاتی ہے۔ کہ کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن غیر مکمل طور پر وہ عقل "حرکت" سے تعلق رکھتی ہے۔

۳۲۔ وہ عقل۔ اے پارتھ! تاریکی سے تعلق رکھتی ہے۔ جو تاریکی میں گھر کے ادھرم کو دھرم سمجھتی ہے اور ہر چیز کو اُلٹا دیکھتی ہے۔

۳۳۔ وہ مستحکم استقامت جس سے یوگ کے ذریعہ سے نفس۔ انفاس حیات۔ اور اعضائے حواس کی قوت کو قابو میں رکھا جاتا ہے۔ وہ استقامت اے پارتھ! روشنی والوں کی ہے۔

۳۴۔ لیکن اے ارجن! وہ استقامت جس سے جزا کی محبت کی وجہ سے دھرم۔ خواہش اور دولت کو مضبوطی سے پکڑا جاتا ہے وہ استقامت "حرکت" کا نتیجہ ہے۔

۳۵۔ وہ استقامت تاریکی سے تعلق رکھتی ہے۔ اے پارتھ جس کی وجہ سے حماقت سے نیند۔ ڈر۔ رنج۔ مایوسی اور غرور کو ترک نہیں کیا جاتا۔

۳۶۔ اب اے بھارتوں کے سردار! خوشی کی تین قسمیں مجھ سے سن۔ وہ مسرت جس میں انسان کو لطف آتا ہے اور جو غم والم کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

۳۷۔ جو ابتدا میں زہر ہے اور آخر میں تریاق۔ وہ مسرت اہل سکون کی ہے اور روح کی فراغ آمیز

معرفت کا نتیجہ ہے۔

۳۸۔ وہ لذت جو ابتدا میں حواس اور اشیائے حواس کے ملنے کی وجہ امرت (تریاق) معلوم ہوتی ہے۔ لیکن انجام میں زہر ہو جاتی ہے۔ اس لذت کو حرکت والی خوشی کہتے ہیں۔

۳۹۔ لیکن وہ لذت جو ابتدا اور انتہا دونوں حالتوں میں نفس کو دھوکا دیتی ہے۔ اور نیند اور سستی اور لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔ وہ تاریک ہے۔

۴۰۔ نہ دنیا میں کوئی ہستی ہے۔ نہ آسمان پر کوئی دیوتا جو ان تین صفات سے جو مادے سے پیدا ہوتی ہیں آزاد ہو۔

۴۱۔ اے پرنتپ! برہمن، چھتری، ویش اور شودروں کے فرائض مقرر کئے گئے ہیں۔ ان صفات کے مطابق جو اُن کی فطرتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

۴۲۔ اسلام و تسلیم۔ ضبط نفس۔ زہد۔ پاکیزگی۔ عفو۔ دیانتداری۔ معرفت۔ علم۔ خدا پر ایمان یہ وہ برہمن کے کرم (فرض) ہیں۔ جو اس کی فطرت سے پیدا ہوئے ہیں۔

۴۳۔ بہادری۔ شوکت۔ استقامت۔ پھرتی۔ جنگ سے فرار نہ ہونا۔ فیاضی اور حکومت چھتری کرم ہے جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔

۴۴۔ زراعت۔ مویشی کی حفاظت۔ تجارت ویش کرم ہے جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔ اور وہ عمل جو خدمت کی قسم سے ہے شودر کا عمل ہے اور اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔

۴۵۔ ہر شخص اپنی ہی فطرت کے مطابق اعمال میں مصروف ہو کر کمال کو حاصل کر سکتا ہے اب سن کہ وہ کس طرح کمال حاصل کرتا ہے جو اپنے اعمال میں مصروف ہے۔

۴۶۔ وہ ذات جس سے جملہ ہستیاں پیدا ہوئی ہیں۔ جو ہر جگہ موجود ہے۔ صرف اس ذات کو اپنے "کرم" میں پرستش کر کے انسان کمال حاصل کرتا ہے۔

ہر یک قطرہ است این دریا
ہر یک دانہ است این خروار
کافر و گبر و ملحد و منکر
متقی و شقی و بد کردار
این ہمہ ذات پاک یزدانست
میکند جلوہا برین اطوار
(عطارؒ)

۴۷- اپنا دھرم (فرض) بدرجہا بہتر ہے (خواہ وہ خوبیوں سے خالی ہو) بہ نسبت دوسرے کے دھرم کے جو خوبی سے انجام دیا گیا ہو۔ جو شخص اُس کرتم کو انجام دیتا ہے جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے وہ باوجودیکہ عمل کرتا ہے لیکن کوئی گناہ نہیں کرتا۔[له]

۴۸- کسی شخص کو اپنا فطری کام نہ چھوڑنا چاہیئے خواہ وہ ناقص ہی کیوں نہ ہو۔ اے کنتی کے بیٹے! اس لئے کہ ہر کام نقص سے گھرا ہوا ہے جیسے آگ دھوئیں سے۔

۴۹- جس کی عقل ہر جگہ بے تعلق ہے۔ نفس قابو میں ہے۔ خواہشات سے پاک ہے۔ وہ سنیاس کے ذریعہ سے فراغت کاملہ یعنی کرموں سے نجات حاصل کرتا ہے۔

۵۰- اے کنتی کے بیٹے! مختصراً مجھ سے سیکھ لے۔ کہ کس طرح کمال حاصل کرنے کے بعد برہم کا وصال ہو سکتا ہے۔ جو معرفت کا بلند ترین مقام ہے۔

۵۱- عقل سلیم سے معمور ہو کے۔ استحکام سے ضبط نفس کرتے ہوئے۔ آواز اور دوسری اشیائے حواس کو ترک کر کے۔ اور محبت اور نفرت کو چھوڑ کے۔

۵۲- خلوت گزیں ہو کر۔ کم خوری سے۔ کلام جسم اور نفس (من) کو قبضہ میں کر کے۔ مراقبہ اور یوگ میں مسلسل قائم ہوتے ہوئے۔ فقر میں پناہ لے کر۔

۵۳- خودی۔ تشدد۔ غرور۔ شہوت۔ غضب اور طمع کو ترک کر کے۔ بے نفسی اور سلامت روی سے (جو شخص زندگی بسر کرتا ہے) وہ اس قابل ہے کہ "ذات ابدی" سے واصل ہو جائے۔

من خدایم من خدایم من خدا
فارغم از کبر و کینہ و زہوا
(عطار)

۵۴- ذات ابدی ہو کر۔ روحانی سنجیدگی کے ساتھ۔ نہ وہ رنج کرتا ہے نہ خواہش۔ جو جملہ مخلوقات کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے وہ میری مکمل بھگتی حاصل کرتا ہے۔

[له] یعنی وہ فرائض اپنی فطرت کے تقاضے سے پیدا ہوتے ہیں۔

۵۵۔ بھگتی سے وہ میرے جوہر کا علم حاصل کرتا ہے۔ کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ اس طرح وہ میرے جوہر کو جان کے فوراً اُس ذات برتر میں داخل ہو جاتا ہے

۵۶۔ گو وہ تمام اعمال مسلسل کرتا رہے لیکن میری ذات میں پناہ لیکر۔ وہ میری رحمت سے ابدی اور غیر فانی مقام حاصل کر لیتا ہے۔

۵۷۔ ذہنی طور پر مجھ پر توکل کر کے۔ مجھ پر خیال جما کے۔ بدھی یوگ کی طرف رجوع ہو کر۔ اپنے خیال کو ہمیشہ مجھ پر قائم رکھ۔

۵۸۔ جب تو میرا دھیان کریگا۔ تو میرے کرم سے تمام مشکلوں پر فتح پائے گا لیکن اگر تو تکبر اور خودی سے نہ سنے گا۔ تو تباہ ہو جائے گا۔

ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا
سو وحدت کا دریا رواں دیکھتا ہوں
بنے جس طرح حق پرستی ہوں کرتا
مگر خود پرستی نہ یاں دیکھتا ہوں

۵۹۔ خودی میں پھنس کر تو یہ سمجھتا ہے کہ میں نہ لڑوں گا۔ یہ خیال خام ہے۔ فطرت خود تجھے (لڑنے پر) مجبور کرے گی۔

۶۰۔ اے کنتی کے بیٹے! اپنے کرم (فرض) سے مجبور ہو کر جو تیری فطرت کا تقاضا ہے۔ جو چیز تو دھوکے سے نہیں کرنا چاہتا۔ وہ تو مجبوراً انجام دیگا۔

۶۱۔ اے ارجن! جملہ ہستیوں کے دلوں میں خدا رہتا ہے۔ اور وہ اپنی سیمیائی قوت (مایا) سے تمام مخلوق کو اس طرح گھماتا ہے۔ کہ گویا وہ کمہار کے چاک پر چڑھی ہوئی ہے۔

باغ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں
گر یار ہیں تو ہم ہیں اغیار ہیں تو ہم ہیں
دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل
گر وار ہیں تو ہم ہیں اور پار ہیں تو ہم ہیں
(درد)

۶۲۔ اے بھارت! اپنی پوری ہستی سے اُس ذات کی طرف دوڑ کر پناہ لے۔ اُس کی رحمت سے تجھے فراغت کاملہ حاصل ہوگی جو دوامی جائے قیام ہے۔

۶۳۔ اس طرح میں نے اُس حکمت کو جو راز سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ تجھ پر

ظاہر کیا ہے۔ اس پر پورے طور پر غور و خوض کر کے جس طرح خواہش ہو عمل کر۔

۶۴۔ میرے کلام عالی کو پھر سُن جو سب سے زیادہ پر اسرار ہے۔ تو میرا محبوب ہے۔ اور تیرا دل مستحکم ہے۔ لہذا میں تیرے فائدے کے لئے کلام کرتا ہوں۔

۶۵۔ اپنے نفس کو میری ذات میں ملا دے میرا بھگت ہو جا۔ میرے ہی لئے قربانی کر۔ میرا سجدہ کر۔ تو میرے پاس آجائے گا۔ تو میرا محبوب ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔

۶۶۔ جملہ دھرموں کو ترک کر کے صرف میرے پاس پناہ لے۔ غم نہ کر۔ میں تجھے کل گناہوں سے نجات دوں گا۔

۶۷۔ ہرگز ان اسرار کو ایسے شخص پر ظاہر نہ کرنا۔ جو درویش نہ ہو۔ یا بھگتی سے خالی ہو۔ نہ ایسے شخص سے کہنا۔ جو سننے کی آرزو نہ رکھتا ہو۔ اور اُس سے بھی نہ بتانا جو مجھ میں نقص نکالتا ہو۔

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند
سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار
ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند
(سرمد)

۶۸۔ جو شخص میرے پرستاروں میں اس ستر اکبر کو بیان کرے گا۔ اور میرے لئے اس بلند ترین بھگتی کو ظاہر کرے گا۔ وہ میرے پاس آئے گا۔ اس میں ذرا شک نہیں۔

۶۹۔ نہ اُس سے زیادہ کوئی شخص میری محبوب خدمت کرے گا۔ نہ اُس سے زیادہ کوئی شخص اس دنیا میں میرا محبوب ہے۔ نہ ہوگا۔

۷۰۔ اور جو ہمارے اس مقدس مکالمہ کا مطالعہ کرے گا وہ عرفانی قربانی سے میری پرستش کرے گا۔ یہ میرا یقینی قول ہے۔

۷۱۔ وہ شخص جو ایمان سے معمور ہو کر۔ بغیر عیب جوئی کئے ہوئے۔ اس کو صرف سن لیتا ہے وہ بھی بدی سے نجات پاکر راستبازوں کی منور دنیا حاصل کرتا ہے۔

۷۲۔ اے پرتھا کے بیٹے! کیا تو نے اسے یکسوئی کے ساتھ سنا ہے؟ اے دھننجے کیا تیرا دھوکا جو بے عقلی کی وجہ سے تھا فنا ہو گیا۔

ارجن نے کہا:۔

۷۳۔ اے ہستی معصوم میرا دھوکا مٹ گیا اور تیری رحمت و عنایت سے مجھے معرفت حاصل ہو گئی ہیں مستحکم ہوں۔ میرے تشکوک رفع ہو گئے اور میں تیرے احکام کی تعمیل کروں گا۔

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما
(حضرت غوث الاعظم رض)

سنجے نے کہا:

۷۴۔ میں نے واسو دیو (کرشن) اور عالی نفس پارتھ کا یہ عجیب و غریب مکالمہ سنا تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

۷۵۔ ویاس کی عنایت سے میں نے اس خفیہ اور متبرک یوگ کو یوگ کے مالک یعنی خود کرشن سے سنا۔ جو میری آنکھوں کے سامنے بول رہے تھے۔

۷۶۔ اے راجہ میں اس عجیب و غریب مکالمہ کو جو کیشو اور ارجن کے درمیان ہوا تھا۔ یاد کر کے بار بار خوش ہوتا ہوں۔

۷۷۔ اور اے راجہ! ہری کی اس نہایت ہی عجیب و غریب صورت کو یاد کر کے مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے۔ اور میں بار بار خوش ہوتا ہوں۔

۷۸۔ جہاں کہیں یوگ کا مالک کرشن ہے۔ اور جہاں کہیں پارتھ تیر انداز ہے۔ وہاں یقیناً خوشحالی۔ فتحمندی اور مسرت ہے یہ میرا عقیدہ ہے۔

غلام نرگس مست تو تاجدارانند
خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند
تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من
پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند (حافظ)

اوم۔ تت۔ ست

اس طرح ختم ہوتا ہے
نغمۂ خداوندی
کا

اٹھارہواں مکالمہ سنیاس یوگ یا ترک دنیا

جو
سری کرشن اور ارجن کے مکالمہ کے سلسلہ میں علم معرفت
آلٰہی ہے

اوم۔شانتی

بے لب و بے حرف میگو نام رب ٭ پس زجان کن وصل جاناں را طلب
خویشتن عریاں کن از جملہ فضول ٭ ترک خود کن تا کند رحمت نزول
خویشتن را صاف کن زاوصاف خود ٭ تا بہ بینی ذات پاک صاف خود
(رومی)

BHAGVAT GITA

An Urdu Translation

Tr. by

Md. AJMAL KHAN (d.1969)

Khuda Bakhsh Oriental Public Library,
Patna.